ترجمان القرآن والسنہ مولانا محمد صاحب جونا گڑھی

ہدایہ قرآن و حدیث کی عدالت میں

المعروف بہ

درایتِ محمدی

تقریظ

فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکفوری حفظہ اللہ

مکتبۂ محمدیہ دہلی

ہدایہ قرآن وحدیث کی عدالت میں

المعروف به

دِرایتِ محمدی

مصنف

ترجمان القرآن والسنۃ مولانا محمد صاحب جوناگڈھیؒ

تقریظ

فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن المبارکفوری

امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

مراجعه وتعلیق

مولانا حافظ ابوسہیل انصاریؔ

مکتبه محمدیه دہلی۔٦

نام کتاب: درایتِ محمدی
مؤلف : خطیب الہند مولانا محمد صاحب محدثؒ جونا گڑھی
طابع : ایم ایس پرنٹرس دہلی۔٦
بارِاوّل : نومبر٢٠٠١
قیمت : Rs: 80/-

Maktaba Mohammadia Delhi-6

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على عبده ورسوله محمد الذى جاء بالشرع المبين. وعلى آله وصحبه حملة لواء الدين، وعلى من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد!

محمد رسول اللہ ﷺ جو اسلام لے کر آئے تھے اس کے خلاف اس امت میں جو عظیم ترین فتنے برپا کئے گئے ان میں سے ایک اہم ترین فتنہ یہ ہے کہ عامۂ امت کو ائمہ مجتہدین کے نام پر تیار کی گئی فقہ کی کورانہ اور جامد تقلید سے وابستہ کر دیا گیا۔ اور ذہنوں میں اس طرح اس کی عظمت و تقدیس بٹھا دی گئی کہ انھیں کتاب و سنت پر بالادستی قائم ہو گئی۔ اور وہی احکام شریعت کا اصل مصدر و ماخذ ٹھہر گئی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح ترین ہدایت فرمائی تھی کہ ﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم ولا تتبعوا من دونه أولياء﴾ (الاعراف: ۳) تمہاری جانب تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو۔ اور اس کے ماسوا اولیاء (بزرگوں) کی پیروی نہ کرو۔ مگر نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو کچھ رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ اتباع و پیروی کے لئے نہیں بلکہ محض تبرک کے لئے رہ گیا، اور اتباع و پیروی کا منصب و مقام اور درجہ و مرتبہ اس کے ماسوا اولیاء کو دے دیا گیا۔ اور عقائد سے لے کر احکام و آداب تک اسلام کا ایک نیا اڈیشن تالیف کر دیا گیا۔ جسے تعلیم و تعلم اور اخذ ہدایت کے لئے قرآن سے زیادہ اہمیت دے دی گئی۔ یعنی ان تالیف کرنے والوں کی عقل و دریافت اور استنباط و اجتہاد کو وحی الٰہی، الہام رسول اور فہم صحابہ سے زیادہ اہمیت دیدی گئی اور اللہ کے

نازل کردہ احکام وفرامین ، اوررسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ ارشادات وفرمودات کو توڑاور کچل کرر کھ دیا گیا۔اور عامۃ المسلمین کو ڈنڈے کے زور سے اس نئے اڈیشن کی پیروی پر مجبور کیا گیا۔

اسلام کے سچے ہمدرد بہی خواہ اور پیروکار علماء نے اس سنگین صورت حال کے برپا ہوتے ہی اس کی سنگینی وخطرناکی کو محسوس کر لیا۔اور اس خارزار سے الجھنے کے بجائے اپنے طلبہ ومستفیدین کو اس کی سنگینی وگمراہی سے آگاہ کیا۔ اور نہایت ہی صاف اور واضح الفاظ میں اس پر تنبیہ کی، آپ مصنف ابن ابی شیبہ کے کچھ خاص اجزاء کا مطالعہ کیجئے، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے امام عبداللہ کی " کتاب السنة" پر نظر ڈالئے، امام عقیلی کی "الکامل فی الضعفاء"، اور امام ابن حبان کی "کتاب المجروحین" کے چند خاص تراجم وصفحات دیکھئے، اور خطیب بغدادی کی "تاریخ بغداد " بھی نہ بھولئے، دیکھئے کہ ائمہ حدیث نے کس طرح نام لے لے کر اور مسائل گنا گنا کر ضلالت وگمراہی کے بند ابواب کھولنے والوں کی اوران کے گمراہ کن اقوال واستنباطات کی نشاندہی اوران پر نکیر کی ہے،اور اہل اسلام کو ان سے بچنے کی تاکید کی ہے،اوران کی خطرناکی وسنگینی سے آگاہ کیا ہے۔ مگر اسلام کا نیا اڈیشن پیش کرنے والوں کا پروپگنڈہ اتنا پرزور رہا، ترغیب وتحریص اتنی طاقتور رہی،اور جبر کا ڈنڈا اتنا سر توڑ رہا کہ محدثین کی مذکورہ تنبیہات کتابوں میں بند کی بند پڑی رہ گئی،اوراسلام کے مذکورہ جدید اڈیشن کی ترویج واشاعت ہوتی رہی، اور عقیدہ وعمل کا فساد بڑھتا رہا،اور امت کا بگاڑ عام ہوتا رہا، فقہ خانے، زاویے اور خانقاہیں آباد ہوتی گئیں، اور حدیث واتباع کے کاشانے اجڑتے گئے، ہندوستان میں بھی اسلام کا یہی خود ساختہ اڈیشن داخل ہوا،اور صدیوں تک اسی کی ہماہمی رہی اور انتہائی سخت اور حوصلہ شکن جمود رہا۔

لیکن تیرہویں صدی ہجری میں جب شاہ اسماعیل شہید (ت ۱۲۴۶ھ) کے عزم مومنانہ اور ہمت مردانہ کی بدولت تمسک بالکتاب والسنہ کی دعوت برپا ہوئی تو فضا میں ایک ارتعاش پیدا ہوا، پھر مخالفت کے ہنگامے اور طوفان نے سر اٹھایا، مگر دعوت چلتی رہی، اور اکابر علماء اور اعیان اہل علم حق شناسی کے بعد اس کے جھنڈے تلے جمع ہوتے گئے، اور کتاب وسنت کے جس علم سے اللہ نے ان کے سینوں اور دل ودماغ کو روشن کیا تھا، اس سے دوسروں کو بھی روشناس کرتے گئے، تا آنکہ ایک طائفہ عاملین بالکتاب والسنہ کا تیار ہو گیا، انھوں نے ہندوستان کے طول وعرض میں اس دعوت کی دھوم مچادی، شہر شہر قریے قریے اور کوچے کوچے اس دعوت کو عام کیا، اور اگرچہ مخالفت کا طوفان نہایت شدید تھا، مگر کتاب وسنت پر شیدائیت ووفاداری کا جذبہ اس کے سامنے ماند نہ پڑ سکا۔

مولانا محمد صاحب محدث جوناگڈھی رحمۃ اللہ علیہ انہی داعیان کتاب وسنت علماء کی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی اور اسی مالا کا ایک گوہر آبدار تھے جو احادیث نبوی کے لئے بے حد غیر تمند تھے اور دعوت حق کے سلسلے میں اس قدر پر جوش اور بے باک تھے کہ علامہ اقبال کا ذیل کا شعر گویا انہی کے لئے کہا گیا تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تقریر میں طوفان اور تحریر میں صاحب میزان تھے، فقہاء نے کس کس طرح دین کو اجاڑا اور برباد کیا ہے سنت رسول کی ویرانی کے کیا کیا سامان کئے ہیں، اور اپنی خود ساختہ اور خود نوشتہ کتابوں پر تقدس کے کیسے کیسے خول چڑھائے ہیں، اور اس خول کے پردے میں ہوائے نفس کی تکمیل کے کیا کیا انتظامات کئے ہیں

اور جنن لطیف و کثیف کے سلسلے میں اپنے مطالبے، مشاہدے اور تجربات کا مسائل کے نام پر کیسی باریکی وخردبینی سے ذکر کیا ہے، مولانا نے کتابچے لکھ لکھ کر اور تقریریں کر کر کے ان کی مقدس کتابوں کے حوالے سے ان سب کا پردہ فاش کیا ہے اور راز درون پردہ سے پردہ اٹھا کر عامۃ المسلمین کو حق بینی و حق شناسی کی دعوت دی ہے۔

پیش نظر کتاب میں مولانا نے اس طبقے کی قرآن سے بھی زیادہ اہم کتاب ہدایہ کا انتخاب کیا ہے، اور اس طبقہ کی نظر میں اس کی اہمیت ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ہدایہ میں امام ابو حنیفہ، امام محمد، امام ابویوسف، امام شافعی، امام مالک وغیرہ کے مذاہب بیان کرنے میں، تاریخی واقعات میں، موقوف اور مرفوع حدیث کی تمیز میں، خلفاء اور صحابہ کے مسائل میں، راویوں کے ناموں میں مصنف ہدایہ نے فاش غلطیاں کی ہیں۔ ہدایہ میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جو بالکل لاپتہ اور بے اصل ہیں، بہت سی صحیح حدیثوں سے انکار ہے، حدیثوں میں کمی زیادتی ہے۔

نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہدایہ وغیرہ فقہ کی کتابوں کی حدیثیں ناقابل اعتبار ہیں، فقہ کی کتابوں کے تمام مسائل امام ابو حنیفہ کے نہیں، ہدایہ کے ایک سو مسائل خلاف عقل ونقل ہیں، ہدایہ کے ایک سو مسائل میں امام صاحب اور ان کے شاگردوں میں اختلاف ہے، اور ہدایہ میں خود امام صاحب کے اقوال میں حرام وحلال کا اختلاف ہے۔

مولانا کی اسی کتاب درایت محمدی کا ایک ضمیمہ ہدایت محمدی ہے۔(1) مولانا لکھتے ہیں "جس میں حنفی مذہب فقہ کا نمونہ دکھانے کے لئے حنفی مذہب فقہ کی چوٹی کی کتاب ہدایہ کے ایک سو مسائل جمع کئے گئے ہیں جو شرم وحیاء، صدق

(1) اس کتاب کا بھی جدید اڈیشن اہل حدیث اکیڈمی مئو کیجابب سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔

وصفا، دین ودیانت، تہذیب ومتانت کے سراسر خلاف ہیں۔ اس کتاب کے دیکھنے سے آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن وحدیث کے مسائل کو فقہاء کے قیاسات نے کس طرح بدل دیا ہے۔"

"اگر کوئی صاحب ایک حوالہ بھی غلط ثابت کردیں،
اس رسالہ میں نقل کی ہوئی ایک عبارت بھی اگر اصل
کتاب ہدایہ میں نہ ملے تو ایک سوروپئے انعام کا وعدہ
ہے، اس طرح اس کتاب کے کل حوالوں کو غلط ثابت
کرنے والوں کو دس ہزار روپئے انعام"

یعنی موجودہ حساب سے لاکھوں روپئے سے اوپر کا انعام

کتاب کے شروع میں مولانا نے نہایت دل سوز اور دلآویز مقدمہ لکھا ہے، کتاب وسنت کی پیروی کی اہمیت اور اس سے انحراف کی بدشگونی ایسی جگر کاوی سے بیان کی ہے کہ پڑھنے اور سننے والا اپنے قلب وجگر میں تڑپ اور کرب محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا، اور اسی سے محسوس ہوتا ہے کہ مولانا مسلمانوں کی اس بگڑی ہوئی صورت حال پر کیسی قلبی اذیت محسوس کرتے تھے، اور انھیں کتاب وسنت سے وابستہ کرنے کے لئے کتنی تڑپ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو اس کا بہترین صلہ دے۔ اور اجر جزیل وکبیر سے نوازتے ہوئے ان کی آرامگاہ کو نور سے بھر دے۔ طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

یہ نہایت خوش آئند بات ہے کہ ہمارے عزیز جوہر انصاری سکریٹری **اہل حدیث اکیڈمی مئو** نے مولانا کی ان کاوشوں کو پھر سے زندہ وتابندہ کرنے کا عزم کیا ہے اور ان کے بعض گراں قدر اور انتہائی قیمتی رسائل منظر عام پر بھی لا چکے ہیں اور قارئین کی سہولت کے لئے حضرت مولانا حافظ

ابو سہیل انصاری بلرام پوری سے زوردار حواشی بھی لکھوایا ہے تاکہ محولہ کتابوں کے جو نسخے فی الوقت ہندوستان وپاکستان میں رائج ہیں ان کی طرف بہ سہولت رجوع کیا جاسکے۔ اور کسی حیلہ باز کو فریب کاری کا موقع نہ مل سکے، احادیث کے حوالوں میں ان کے الفاظ نقل کرنے کے بعد یہ بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ اصل حدیث کے الفاظ میں اور صاحب ہدایہ کے ذکر کردہ الفاظ میں کیا کیا فرق ہے اور موصوف نے حدیث نبوی میں کمی، بیشی کرکے کیسا کیسا تصرف کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ **اہل حدیث اکیڈمی مئو** کے جملہ ذمہ داران کو ان کے اس اہتمام پر جزائے خیر دے کہ یہ بھی کتاب وسنت کی ایک خدمت ہے، اور انھیں توفیق مزید سے شاد کام وسرفراز کرے۔ وماذلك على الله بعزيز . وصلى الله على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم .

صفی الرحمن المبارکفوری

فہرست مضامین

اپنی بات

محسن انسانیت، سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشاد "لاتزال طائفة من امتی قائمة بامر الله لایضرهم من خذلهم او خالفهم حتی یاتی امر الله وهم ظاهرون علی الناس "(متفق علیه) اور "یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین "(بیهقی، مشکوٰة) کے بموجب ہر دور میں مخلص مومنین اور علماء کی ایک جماعت موجود رہی ہے، جنھوں نے اتباع سنت اور عمل بالحدیث کی دعوت کو اپنا مشن بنائے رکھا ہے، نیز احیاء سنت کی ہر ممکن کوشش کی ہے، اور جن لوگوں نے حدیث رسول کو اپنی خواہشات و آراء کے مطابق ڈھالنے کے لئے اس میں تحریف و تاویل، تغییر و تشکیک، قطع و برید اور حذف و اضافہ جیسی حیاسوز حرکتیں کرنے کی جسارت کی ہے، اور اپنے مطلب کی بات نکالنے کے لئے نا قابل اعتبار، منقطع، معلل حتی کہ موضوع حدیث کو صحیح متصل کا درجہ دینے کے لئے سند و متن میں تبدیلی تک کی ناروا کوشش کی ہے اور اپنے مذہب کے خلاف حدیث نبوی کو کتابوں سے نکال دینے جیسی علمی خیانت و بدیانتی کا ارتکاب کیا ہے، اور اس طرح اسلام کی پاکیزہ و نا قابل شکست عمارت کو منہدم کرنے اور اس کے صاف و شفاف چہرے کو داغدار بنانے کی سعی لاحاصل کی ہے، ان کی نہ یہ کہ صرف قلعی کھولی ہے بلکہ بلا خوف لومۃ لائم اس فتنے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے، اس کے قلع قمع کے لئے ہر ممکن طریقہ اپنایا ہے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات و موانع کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا ہے، اس سلسلے میں ناصر الحدیث امام محمد بن ادریس شافعی، امام السنۃ امام احمد بن حنبل، سید الفقہاء امام محمد بن اسماعیل بخاری، شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ علامہ ابن القیم الجوزی، علامہ ابن کثیر رحمہم اللہ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں اور ان کے بعد جن جیالوں نے ان کے اس احیاء سنت اور عمل بالحدیث کی

دعوت کے مشن کو آگے بڑھایا ان میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبدالسلام محدث مبارکپوری، شیخ العرب والعجم علامہ عبدالرحمن مبارکپوری، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ الحدیث علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری کے نام سرفہرست ہیں، انہیں خوش نصیب لوگوں میں سے ترجمان القرآن والسنۃ خطیب الاسلام، صاحب تصانیف کثیرہ مولانا محمد صاحب محدث جوناگڑھی رحمہ اللہ بھی ہیں، آپ نے جس محنت، لگن، خوبی اور دلنشین انداز میں عمل بالکتاب والسنۃ کی دعوت کے ساتھ ساتھ دفاع عن السنۃ کا فریضہ انجام دیا ہے، مستقبل قریب میں اس کی مثال ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے،

زیر نظر کتاب، "درایت محمدی" اسی سلسلے کی ایک محمود کوشش ہے، آپ نے اس کتاب میں حنفی مذہب کی سب سے معتبر کتاب "ھدایہ" جسے ان کے زعم کے مطابق "قرآن کے مانند" ہونے کا شرف حاصل ہے اس کا دیانت دارانہ پوسٹ مارٹم کیا ہے، اور بتایا ہے کہ صاحب ہدایہ نے کس طرح حدیث رسول میں من مانی حذف واضافہ کیا ہے اور اپنے مذہب کی حمایت میں کس طرح اقوال صحابہ کو اقوال نبی، حتی کہ خود اپنی بات کو نبی کی جانب منسوب کرکے اس کو حدیث ثابت کرنے کی جسارت کی ہے۔

اہل حدیث اکیڈمی مئو جس نے محمدیات کی ازسر نو شاندار طباعت کا عزم کیا ہے اور اس سلسلے کی کئی کتابیں منظر عام پر آکر اہل ذوق و نظر سے خراج تحسین بھی حاصل کرچکی ہیں، جب اس کتاب کی شایان شان طباعت کا ارادہ کیا تو اس کے مراجعہ و تعلیق کی ذمہ داری میرے سر ڈالی، اگرچہ یہ سخت محنت طلب کام تھا کیونکہ منقولہ عبارتوں کا اصل کتاب سے تلاش کرنا کافی وقت و محنت کا متقاضی تھا، اور یہ مجھ جیسے کم علم آدمی کے بس سے باہر تھا لیکن چونکہ ہمارا اصل کام ہی کتاب وسنت کی تعلیمات کو عام کرنا اور اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز وتحریر کا دندان شکن ومسکت جواب دینا ہے اس لئے آمنا وصدقنا کہتے ہوئے میں نے کام کی ابتدا کردی،

میں نے اس کتاب کے قدیم حوالوں کو باقی رکھتے ہوئے حوالہ نئے سرے سے مرتب کیا ہے اور مشمولات کی افادیت کو عام کرنے کے لئے کچھ نئے ذیلی عنوانات کا اضافہ بھی کیا ہے، جہاں عبارتیں نامکمل تھیں ان کو مکمل کر دیا ہے، اور جہاں صرف عبارت کا ترجمہ تھا وہاں اصل عبارت کو بھی نقل کر دیا ہے، صاحب ہدایہ کے جن تسامحات کو بعض منصف مصنفین نے صراحۃً بیان کیا ہے اور اردو داں طبقہ اس سے ناواقف ہے اس کو مفصل بیان کیا ہے، تاریخی تسامحات کو تاریخ کی معتبر کتابوں سے ثابت کر کے صحیح بات رقم کیا ہے، جہاں کہیں کسی صحابی کے قول کو نبی کا قول یا نبی کے قول کو صحابی کا قول بتایا گیا ہے، یا قول تو کسی کا ہے اور اسے کسی دوسرے کی جانب منسوب کیا گیا ہے، میں نے حتی الوسع اس کی وضاحت حوالوں کے ساتھ کر دی ہے، حدیث میں جہاں جہاں حذف یا اضافہ کیا ہے، اس حذف واضافہ کی صراحت کرتے ہوئے صحیح حدیث مع حوالہ نقل کر دیا ہے اور اس حذف واضافہ پر حنفی علماء و مصنفین ہی کی شہادتوں کو ان کی کتابوں سے بقید جلد و صفحہ نقل کیا ہے، اسی طرح مصنف ہدایہ نے جہاں لاپتہ حدیث کو درج کیا ہے، اور صاحب درایت محمدی" نے اس کو صرف لاپتہ ہی کہنے پر اکتفاء کیا ہے میں نے اس کے لاپتہ ہونے پر حنفی علماء کی شہادت بھی نقل کی ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ بھی اس کے لاپتہ ہونے کے قائل ہیں اور انھوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ حدیث مجھے کہیں نہیں مل سکی ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ ہدایہ میں کتنی حدیثیں لاپتہ ہیں، بعد کے لوگوں نے ہدایہ میں جو تبدیلی کی ہے اس میں بعض تبدیلی کہاں کہاں ہے اس کی نشاندہی بھی کی ہے، علاوہ ازیں موضوع سے متعلق بہت سے مفید بحثوں، بعض امتیازی مسائل میں حنفیہ کے دلائل اور ان کا رد بھی حاشیہ کی زینت ہیں،

ہدایہ میں خلاف کتاب و سنت ہی نہیں بلکہ خلاف عقل وقیاس مسائل بھی ہیں، مصنف کتاب نے اس کی ایک جھلک دکھانے کے لئے ان میں سے سو مسائل کا انتخاب کیا ہے، میں نے ان مسائل کے حوالے کے ساتھ ساتھ فائدہ

کے عنوان سے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ یہ مسائل ہدایہ کے علاوہ فقہ کی کن کن کتابوں میں موجود ہیں، اور حنفی حضرات نادانی میں انہیں قرآن وحدیث سے ثابت شدہ مسائل سمجھتے ہیں جن مباحث میں تطویل کے خوف سے مصنف نے عربی عبارت نقل نہیں کی تھی میں نے ان میں عبارتوں کو نقل کر کے فریب دہی ودسیسہ کاری کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا محمد صاحب جوناگڈھی نے جہاں دلیل سے صرف نظر کیا ہے وہاں دلیل کا اضافہ مفصل حوالہ کے ساتھ کیا گیا ہے، علاوہ ازیں کتابت کی غلطیوں اور دیگر چوک کی اصلاح کر کے کتاب کو ہر طرح سے کار آمد بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر ناشر فراخدلی وکشادہ قلبی سے کام لیتے تو آپ حاشیہ میں مزید مفید معلومات پاتے جس کا مجھے افسوس ہے لیکن پھر بھی جو کچھ ہے اس پر ناشر کا شکریہ ادا کرتا اور ان کے لئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے کلمات تحسین کہنا میں اپنا فرض تصور کرتا ہوں، کیونکہ انہیں کی توجہ، لگن اور ہمدردانہ وفیاضانہ سلوک وانداز کی وجہ سے یہ کام قلیل مدت ہی میں پایہ تکمیل کو پہونچ گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اس مومنانہ عزم وبصیرت کو قائم ودائم رکھے، اور ان کو صحت وتندرستی سے نوازے۔

اخیر میں قارئین کتاب کی توجہ اس جانب مبذول کرانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اصل کتاب یا تعلیق وحاشیہ میں اغلاط کے بیان کا مقصد کسی کی تنقیص وتحقیر نہیں بلکہ محض حق کی تائید اور امت مسلمہ کو ممکنہ حد تک غلطی سے بچانا ہے

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ
والسلام علیٰ سید المرسلین، امّا بعد!

خطبۂ کتاب

خدایا تیری ہی ذات تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ ہم تیری ویسی ہی تعریفیں بیان کرنی چاہتے ہیں جو تیری اعلیٰ ذات کے قابل ہوں اور جن سے تو خوش ہوتا ہو، تیری بے شمار انمول نعمتوں میں سے اگر ایک نعمت پر بھی ہمارا ایک رواں لاکھوں کروڑوں زبانیں لے کر ازل سے ابد تک بھی تیری بڑائیوں کے بیان میں مشغول رہے تو بھی حق یہ ہے کہ حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ہم تیری بے شمار پاکیزگیاں بیان کرتے ہیں کہ تو نے ہمارا ہاتھ اپنے پسندیدہ رسول ﷺ کے ہاتھ میں دے کر دنیا کی تمام ہستیوں سے بے پروا کر دیا۔ تو نے ہمیں قرآن و حدیث جیسی لطیف روحانی غذا عطا فرما کر امتیوں کے اقوال و آراء کی بھیک کے ٹکڑوں سے غنی کر دیا۔ تو نے اپنے پسندیدہ دین کی عمارت کو اپنے نبی ﷺ کے ہاتھوں کمال کو پہنچا کر غیر نبی کے ٹوٹے پھوٹے بے پناہ چھپروں سے بے نیاز بنا دیا۔ ہم تیرا لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ تو نے اپنے برگزیدہ رسول ﷺ کی زبان پر اپنا نورانی کلام جاری فرما کر دنیا کے لوگوں کے ظلماتی کلام سے ہمیں قطعاً بے احتیاج کر دیا۔

کیا ہم تیرے اس زبردست احسان کو بھول جائیں ؟ کہ تونے اپنے اور اپنے نبی ﷺ کے سچے تابعداروں کی جماعت، صحابہؓ اور تابعین کو نمونہ بنا کر ہمیں دکھادیا کہ تیرا دین تقلید ائمہ سے بری، اور لوگوں کے قیاسات اور ان کی رائے کی تابعداری سے بیزار ہے، ہم تیرا مکرر شکر بجالاتے ہیں کہ تونے شاہ عرب و عجم، فخر امم، رسول امی، فداہ ابی وامی کو ہمارا حاکم بنا کر ہمیں متضاد اور مختلف کئی کئی حکومتوں کی کشمکش سے نجات دے دی۔

ہم تیرے غلام ہیں، تیری ہی حکم برداری کریں گے، ہم رسول مکی مدنی کی امت ہیں، انہی کی تابعداری کریں گے، ہمیں تیری کتاب اور تیرے پیغمبرؐ کی سنت کافی ووافی ہے۔ اے نہ بھول کر دین کو پورا کرنے والے ! اور اے امانت دار نبیؐ کی معرفت اس پورے دین کو اپنے بندوں تک پہونچانے والے خدا ! ہماری اس شکر گذاری کو قبول فرما۔ ہم تیری غلطیوں سے مبرا کتاب اور تیرے رسول ﷺ کی صحیح حدیثوں کی کتابوں کو تیری اعلیٰ نعمت و رحمت سمجھ کر انہیں اپنی ہدایت اور دینی و دنیوی امور کی بہترین رہنمائی کے لئے کافی وافی ہونے کا اقرار کر کے، ان کی حفاظت و اظہار سے خوش ہو کر، تیرے بہت بہت شکر گذار ہیں، اور اے حمد و ثنا کے مالک ! ہم پھر ایک مرتبہ اور تیری تعریفیں بیان کرتے ہیں۔

اے بہترین اور بے شمار حقیقی احسانوں والے خدا! تو اپنے برگزیدہ رسول، رسولوں کے سردار، دنیا کے رہبر، مصلح اعظم، پیشوائے حقیقی، سیدالامم پر اپنی خاص الخاص ان گنت رحمتیں نازل فرما۔ اور حضور

ﷺ کو آپ کی ساری امت کی طرف سے احسن ترین نیک بدلہ عنایت فرما ۔ اور آپ کے اصحاب ، آل و ازواج اور تابعین ، تبع تابعین پر بھی اپنی رضامندی نازل فرما، اوران سب کو ہماری طرف سے عاجزانہ اور پر اشتیاق سلام پہونچا، اے ہر توفیق کے دھنی! ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم ان بزرگوں کی طرح تیری اور تیرے نبی ﷺ کی کتاب کو بس جانیں۔ اسی کو لائق عمل جان کر اسی پر براہ راست عمل پیرا ہو جائیں جس طرح یہ بزرگ تھے۔

آمین الٰہ الحق آمین !!!

وجہ تصنیف

زمانہ رسالت میں اسلام نام تھا فقط فرمان خداوندی واحادیث نبوی کی تسلیم و تعمیل کا، جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اس پر حواشی چڑھتے رہے، یہاں تک کہ آج متن وحواشی اس قدر خلط ملط ہو گئے کہ تمیز مشکل ہو گئی، وہ صفائی، سادگی، آسانی اور سہولت جو اصل اسلام میں تھی، سچ تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس کی کچھ قدر نہ کی۔ ہم اگرچہ اگلے لوگوں کی نیتوں پر حملہ نہ کریں لیکن نتیجہ کے ظاہر ہونے کے بعد ہم بڑے افسوس کے ساتھ ان کی روش کے غلط ہونے کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں، میں نہیں سمجھ سکتا کہ سیکڑوں ہستیوں کے صحیح اور غلط اقوال کو دین خدامیں داخل کر لینے سے اسلام کا کون سا حسن بڑھ گیا؟ اس میں کون سی ایسی خوبی پیدا ہو گئی جو اس سے پہلے نہ تھی۔

قرآن وحدیث میں تو کسی کو انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی، مگر اقوال فقہاء میں یہ بات کہاں؟ امتی اور نبی میں جتنا فرق ہے بس اتنا ہی فرق ان کے اقوال میں ہے، جب تک اسلام اپنی حدود کے اندر رہا، بہت اچھا رہا، پھلتا پھولتا اور خوش منظر رہا۔ لیکن جب سے مسلمانوں نے حدود اسلام توڑ دیں، وہ خوبی باقی نہ رہی۔ قرآن کی خوبیوں کا زمانہ قائل ہو گیا۔ نہ صرف مسلمان بلکہ کفار تک اس کے عاشق زار بن گئے، حدیث رسول کو ہر دانا شخص نے اپنی زندگی کا نظام عمل بنالیا، لیکن ان کے بعد کوئی تیسری چیز کسی شخص کو اس وضع کی نظر نہ آئی۔ جو دل فریبی، نمکینی، خوش ادائی، دلربائی ان دو چیزوں میں تھی وہ باوجود صدہا کوشش کے کسی تیسری چیز میں پیدا نہ ہو سکی۔

لیکن باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اس تیسری چیز یعنی اقوال فقہاء کی دلدادہ بھی ایک جماعت ہمیں مسلمانوں میں موجود ہے، انہیں اگر فتوی دینا ہے تو بزرگوں کے اقوال ٹٹولتے ہیں۔ اگر عمل کرنا ہے تو مجتہدوں کے قیاسات کی طرف دوڑتے ہیں۔ اگر فیصلہ کرنا ہے تو اماموں کی رائے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، عبادت ہے تو ان کے احکام کے ماتحت۔ ریاضت ہے تو ان کے فرمان کے مطابق۔ درس ہے تو ان کتابوں کا، تلاوت ہے تو ان مجموعوں کی، غرض دینی دنیوی امور میں اپنا پیشوا اور رہبر اگر وہ کسی کو جانتے ہیں تو حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں کو، نہ صرف اتنا ہی کہ وہ بزرگوں کے اقوال کو کتاب وسنت کا ہمسر مانتے ہوں، بلکہ اس قدر بڑھ گئے کہ عملی رنگ میں انہی رائے قیاس کو اصل اور کتاب وسنت کو فرع جاننے لگ گئے، اسے متبوع اور اسے تابع، اسے حاکم اور اسے محکوم جاننے لگے۔

ایسے وقت ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ناواقف بھائیوں کو سمجھائے کہ غلطی سے مبرا، آنکھیں بند کر کے عمل کے قابل، صرف اللہ اور اس کے رسول کا کلام ہے۔ امتیوں کے اقوال ہر طرح کے ہوتے ہیں، صحیح بھی غلط بھی، اچھے بھی برے بھی، سچے بھی جھوٹے بھی، قابل قبول بھی اور لائق ترک بھی، اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اپنی تصنیف میں فقہ حنفی کی سب سے اعلیٰ اور عمدہ کتاب "ہدایہ" کی حقیقت آپ پر واضح کر دوں، میں تعصب سے ہٹ کر، طرف داری سے بچ کر، جھوٹ کو موجب لعنت جان کر، بہتان کو سبب خسران سمجھ کر، صحیح اور سچی حقیقت آپ حضرات کے سامنے رکھ دوں گا۔ پھر آپ کو اختیار ہوگا کہ حق و باطل میں تمیز کریں یا نہ کریں حق کو قبول فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری زبان و بیان کو اپنی حفاظت میں رکھے، اس کی توفیق میری رفیق رہے، اس سے دعا ہے کہ وہ اس ناچیز تصنیف کو قبول فرمائے۔ اور اپنے بندوں کیلئے ہدایت کا سبب بنائے۔

بحمد اللہ! آج میرا قلم ایک بالکل نئے نرالے اور اچھوتے مضمون پر اٹھتا ہے اور اس کتاب کی خدمت کرنے کو میں کھڑا ہوتا ہوں، جسے تمام حنفی دنیا مثل قرآن مانتی ہے، جس کو حنفی مذہب میں وہی مرتبہ ہے جو منہ میں زبان کو اور جسم میں جان کو، میں جانتا ہوں کہ میری اس خدمت کو بعض لوگ نیکی پر مبنی کریں گے اور بعض بدی پر، لیکن اس سے میری سچی خوشی میں کوئی زیادتی کمی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ نہ تو مجھے کسی کو خوش کرنا منظور ہے اور نہ کسی کو ناراض کرنا مقصود، بلکہ میرا مطلب تو صرف رضائے رب اور مرضی مولیٰ۔

ہے میں نے حقائق اور واقعات کو ظلمات کے پردے سے نکال کر روشنی اور اجالے میں رکھ دیا ہے، اگر کسی چیز کی حقیقت کو بے نقاب کرنا بھی کسی کی نگاہ میں جرم ہے تو وہ اس کی اپنی نگاہ ہے لیکن سمجھ دار دنیا جانتی ہے کہ دراصل یہ ایک خدمت اور سچی خدمت ہے۔

برادران! ممکن ہے کہ آپ ایک چیز کو نرا گودا جانتے ہوں اور حقیقتاً وہ نرا چھلکا ہو، ایک چیز کو آپ نفع بخش خیال کرتے ہوں اور ہو وہ مضرت رساں، ایک چیز کو آپ بھلی سمجھتے ہوں، اور فی الواقع ہو وہ بری، ایسی صورتوں میں ہمارا فرض ہو گا کہ برائی اور ضرر کے ظاہر ہو جانے کے بعد اپنے اگلے خیال سے ہٹ جائیں اور حقیقت کی طرف رجوع کر لیں، مبارک ہیں وہ لوگ جو ہر اچھائی کے سمیٹنے والے اور ہر برائی سے بچنے والے ہیں۔ جس چیز کو آپ تمام عیوب سے مبرا، تمام خطاؤں سے پاک، تمام برائیوں سے دور، تمام بھلائیوں کا مجموعہ جانتے ہیں، اگر آپ کی دانست اور علم کے خلاف میری اس کتاب میں آپ کوئی بات پائیں تو نہ تو اسے حملہ پر محمول کریں، نہ اس سے ترش رو اور چیں بجبیں ہوں، نہ اس سے کسی کی حقارت اور بے ادبی سمجھیں، بلکہ حقیقت پر نظر ڈالیں اور سچ کو قبول فرمائیں، کسی کی محبت و عقیدت آپ کو اتنا بے دست و پا، بے سمع و بصر نہ کر دے کہ خطا کو صواب اور غلطی کو حق اور جھوٹ کو سچ کہنے پر آپ مجبور ہو جائیں، بلکہ صحیح رہبری کرنے والے پر آپ بے طرح برس پڑیں۔ خدا گواہ ہے مجھے نہ تو کسی کی حقارت مد نظر ہے نہ کسی کی بے ادبی، نہ مجھے اپنی علمیت پر ناز ہے نہ اپنی سمجھ پر

غرہ، ہاں جو بات میں پاتا ہوں وہ آپ کو بھی جتا دیتا ہوں، اور آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ مسلمان ہو کر تیری میری باتوں کی تابعداری اور وہ بھی آنکھیں بند کر کے، آپ کو زیب نہیں دیتی، جن کتابوں کی جتنی توقیر آپ نے اپنے دلوں میں بٹھا رکھی ہے، میرا ارادہ ہے کہ اس اپنی تصنیف میں ثابت کر دوں کہ وہ کتابیں اس قدر توقیر کے قابل نہیں، اب میں خدا کے بھروسہ پر شروع کرتا ہوں۔حسبی الله ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر۔

محمد بن ابراہیم (جوناگڈھی)
خادم مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی
یکم صفر المظفر ۱۳۴۵ھ

تمہید

اسلام کے دور اول میں مسلمانوں کے ہاتھ میں صرف کلام اللہ اور کلام الرسول تھا۔ دین ودنیا کے چھوٹے، بڑے، چھپے، کھلے تمام امور اسی سے طے ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی زبان پر، ان کے دل پر اسی کا قابو تھا، کوئی کلام ان کے نزدیک نہ ایسی خوبیوں والا تھا نہ اس عزت والا، ان کی نگاہیں اس کی طرف ادب سے اٹھتی تھیں، ان کے دل اس کی طرف عزت سے جھکتے تھے، جو دلفریبی انہیں اس میں نظر آتی تھی، جو راحت ولذت اس میں پاتے تھے، نہ وہ دلفریبی کسی اور کلام میں تھی نہ وہ راحت ولذت کسی اور کلام میں وہ پاتے تھے۔ لیکن جب ایک زمانہ گذر گیا اور مسلمانوں کا وہ پاک نشہ اتر گیا یا کم سے کم ہلکا ہو گیا، اس وقت ان کی نگاہیں ادھر ادھر بہکنے لگیں اور پھر بعض بعض جگہ جم بھی گئیں، نہ صرف یہی کہ ایک تیسری چیز ان دو کے مقابلہ کی انھوں نے ڈھونڈ نکالی ہو بلکہ اس تیسری چیز کی عزت ووقعت بوجہ اس کے نئی ہونے کے ان کے دل میں ان دونوں چیزوں سے بھی زیادہ بیٹھ گئی۔ اس سے میری مراد **فقہ** ہے، **فقہ** کے لفظی معنی سمجھ بوجھ درایت وعقل کے ہیں، شرعی معنی قرآن وحدیث کی باریکیوں تک پہونچ جانے، مسائل شرعیہ کو اپنی اپنی جگہ رکھنے اور صحیح مطلب وحکم کو پالینے کے ہیں، لیکن آج کل لوگوں کے اقوال، ان کی رایوں اور ان کے اجتہادات واستنباط کے مجموعہ کا نام لوگوں نے فقہ رکھ چھوڑا ہے، جتنی کتابیں آج کل فقہ کی کہلاتی ہیں وہ

سب اسی معنیٰ میں فقہ کی ہیں کہ ان میں سیکڑوں ہزاروں بزرگوں کے مختلف اقوال جمع ہیں، ان کتابوں کی عزت وعظمت جو آج کل کے فقہ کے ماننے والوں کے دلوں میں ہے اس کا اندازہ آپ کو مندرجہ ذیل عبارتوں سے ہو سکتا ہے۔

حنفی مذہب کی معتبر کتاب درمختار جلد اول مطبوعہ مصر ص:۲۹ (ا)میں ہے "النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل" یعنی ہمارے حنفی مذہب کے علماء نے جو فقہ کی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں ان کا صرف دیکھ لینارات بھر تہجد کی نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں "تعلم الفقه افضل من تعلم باقی القرآن" یعنی کچھ قرآن پڑھ لیا ہو تو اس شخص کو باقی قرآن سیکھنے سے بھی افضل فقہ کا سیکھنا ہے۔اسی صفحہ میں اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں۔ "جمیع الفقه لابد منه"(یعنی قرآن حدیث کا کل جاننا ضروری نہیں لیکن) فقہ کا کل جاننا نہایت ضروری ہے(۲)اسی کتاب کی شرح ردالمحتار کے اسی صفحہ (۳)میں

---

(۱) درمختار ج۱ ص: ۵ (مطبوعه مکتبة زکریا دیوبند)

(۲) درمختار ج۱ ص: ٦ میں لکھتے ہیں "خیر علوم علم فقه‌اور صفحہ ۷ میں ہے "ان الفقه هو ثمرة الحدیث" اوراسی صفحہ میں ہے "لیس ثواب الفقیه اقل من ثواب المحدث . آگے چل کر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "کل انسان غیر الانبیاء لایعلم ما اراد الله تعالیٰ له وبه لان ارادته غیب الاالفقهاء فانهم علموا ارادته تعالیٰ بهم" اوراس فقہ کی برکت بیان کرتے ہوئے صفحہ ۹ میں لکھتے ہیں امام ابو حنیفہ کو ایک غیبی آواز آئی "قد غفرنالك ولمن تبعك ممن کان علی مذهبك الی یوم القیٰمة"

(۳) ردالمحتار ج۱ ص: ۱۲۱ (مطبوعه مکتبة زکریا دیوبند)

لکھتے ہیں ''تعلم بعض القرآن ووجد فراغاًفالافضل الاشتغال بالفقه ''یعنی ایک شخص نے تھوڑا سا قرآن سیکھ لیا۔ اب اگر اسے فرصت ہو تو افضل یہ ہے کہ وہ وقت فقہ کے سیکھنے میں خرچ کرے (نہ کہ قرآن کریم سیکھنے میں) افضل یہی ہے۔(۱)

اے حنفی دوستو! خدارا غور کرو یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے کہ سارے قرآن کا علم ضروری نہیں لیکن ساری فقہ کا علم اشد ضروری ہے۔ ایک شخص رات بھر تہجد پڑھے اور دوسرا شخص فقہ کی کتابوں پر خالی نظر ڈال جائے تو یہ اس سے افضل ہو۔ قرآن کی تلاوت سے فقہ کا پڑھنا افضل ہو۔

ناظرین کرام! اب تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس تیسری چیز کی وقعت فقہ کے ماننے والوں کے دلوں میں قرآن حدیث سے زیادہ ہے یا نہیں؟ اب یہ بھی ظاہر ہے کہ جس کی آنکھوں میں جس کی وقعت زیادہ ہو گی اسی کا وہ تابع ہو گا۔ اسی کا مطیع ہو گا۔ اسی کا دلدادہ ہو گا۔ اس لحاظ سے ان لوگوں کو نہ قرآن سے الفت رہی نہ حدیث سے۔ قرآن کریم، بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ حدیث رسول کی کتابیں اہل حدیث کے حصہ میں آئیں اور ہدایہ، شرح وقایہ، کنز، قدوری وغیرہ فقہ کی کتابیں احناف کے حصہ میں۔

آج تقریباً ایک ہزار سال اس تقسیم کو گذر گئے، مزہ تو یہ ہے کہ برادران احناف اس تقسیم پر خوش ہیں اور وہ راضی ہو کر بیٹھ گئے ہیں، اس

---

(۱) آگے لکھتے ہیں ''لان حفظ القرآن فرض كفاية وتعلم مالابد فرض عين . اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ہے ''عمل محمد بن الحسن مائتى الف مسألة فى الحلال والحرام لابد للناس من حفظها .

لئے میں چاہتا ہوں کہ جس چیز کو ان حضرات نے کلام اللہ اور کلام الرسول کے بدلے پسند فرمایا ہے۔اس کے نقصان ظاہر کروں، کیا عجب کہ خدا کسی کو ہدایت دے۔ میں اپنی اس تصنیف میں حنفی مذہب کی سب سے بڑی معتبر کتاب **ھدایہ** (۱) کی نسبت آپ کو چند مفید معلومات بہم پہنچاتا ہوں غور سے سنئے، تعصب کو دل ودماغ سے نکال دیجئے اور کھلے دل سے نیک وبد کو سوچئے۔

یہ ظاہر ہے کہ انسان خواہ کتنے ہی بڑے درجہ کا اور کیسا ہی زبردست عالم وفاضل کیوں نہ ہو لیکن وہ غلطی، خطا، بھول چوک سے پاک نہیں ہوتا، نبی اور غیر نبی میں یہی فرق ہوتا ہے، نبی صاحب وحی ہوتا ہے اور غیر نبی پر نہ تو وحی آتی ہے نہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں، نبی معصوم ہوتا ہے اس سے احکام شرع میں کوئی غلطی نہیں ہوتی جو باقی رہ جائے، لیکن غیر نبی نہ

---

(۱) مولانا انور شاہ کشمیری ہدایہ کے بارے میں لکھتے ہیں ”لیس فی اسفار المذاھب الاربعة کتاب بمثابة کتاب الهداية فی تلخيص كلام القوم وحسن تعبيره الرائق . والجمع للمهمات في تفقه نفس، بكلمات كلها د رروغرر.

آگے لکھتے ہیں سالنی بعض الفضلاء،هل تقدر علیٰ ان تولف كتابا مثل فتح القدير ، وهو شرح الهداية ، في الدقة والتحرير؟ قلت نعم قال ومثل الهداية قلت كلا ولو عدة ا سطر (نصب الراية للزيلعي ج ۱ ص: ۱٤)

مولانا محمد یوسف بنوری ہدایہ کی اہمیت ان الفاظ میں اجاگر کرتے ہیں ”لم يخدم كتاب في الفقه من المذاهب الاربعة مثل كتاب الهداية ولم يتفق على شرح كتاب في الفقه من الفقهاء والمحدثين والحافظ المتقنين مثل مااتفقوا على كتاب الهداية (ایضاً ص: ١٦)

تو معصوم ہوتا ہے کہ اس سے کوئی غلطی ہی نہ ہو۔نہ یہ کہ اس کی غلطی کاازالہ لازمی طور پر خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہو ہی جاتا ہو، اس لئے اس میں شک نہیں کہ جو لوگ غیر نبی کی رائے قیاس کے مجموعے کی کتابوں کو شرعی کتابیں اور مذہبی مجموعے سمجھ بیٹھے ہیں، ان بزرگوں کے کلام کو احکام شرع کا مرتبہ دے رہے ہیں وہ یقیناً فاش غلطی کر رہے ہیں، یہ مشاہدہ ہے کہ ایسی جماعت ہم میں موجود ہے جن کے پاس فتوے دینے، احکام شرع بیان کرنے، دینی باتوں کا علم حاصل کرنے کے لئے ادھر ادھر کی وہ مصنفات ہیں جو غیر نبی کی رایوں، ان کے قیاسات اور ان کے اقوال کا مجموعہ ہیں۔ کبھی وہ ہدایہ والے کا علم و فضل دیکھ کر اس کے سامنے دم مارنا حرام سمجھ بیٹھتے ہیں، کبھی وہ شرح وقایہ والے کا فہم و فقہ دیکھ کر ان کی لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں کبھی **عالمگیری** بغل میں دبا کر اپنی دینداری کو کامل بناتے ہیں، کبھی **کنز** و **قدوری** پر ہی ناز کرتے نظر آتے ہیں کبھی **منیة** اور **قنیة** پر دین کی بنیادیں رکھ دیتے ہیں حالانکہ سچ تو یہ ہے کہ سوا قرآن وحدیث کے، سوا کلام خدا اور کلام رسول کے، تیسری چیز، تیسرے کا کلام، نہ غلطی سے خالی، نہ واجب الاتباع، اور اسے ہمارے حنفی بھائی بھی مانتے ہیں چنانچہ ردالمحتار مطبوعہ دارالکتب مصر ص: ۳۶ جزء اول (۱) میں ہے "المجتهد یخطئ ویصیب" یعنی اصولاً یہ بات طے شدہ ہے کہ مجتہد سے غلطی نہیں بھی ہوتی اور ہوتی بھی ہے اس بات کے تسلیم کر لینے کے بعد نہ صرف

---

(۱) ردالمحتار ج۱ ص: ۱۳۹ (مطبوعہ مکتبۃ زکریا دیوبند)

مجتہد بلکہ غیر مجتہد کی بھی باتوں کو سراسر حق وصواب سمجھ کر، آنکھیں بند کر کے، واجب التعمیل خیال کر کے، مانتے چلے جانا یہ کس قدر دیانتداری کا خون کرنا ہے۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب میں اپنے اصلی مضمون پر آتا ہوں اور آپ کو دکھاتا ہوں کہ "**ھدایہ**" جیسی حنفی مذہب کے فقہ کی اعلیٰ درجہ کی کتاب کیا حال ہے اور کس قدر اغلاط اس میں ہیں اور وہ کس پایہ کے ہیں، میں امید کرتا ہوں کہ حق کے واضح ہونے کے بعد آپ کو اس کی قبولیت سے کوئی چیز مانع نہ ہوگی، اور یہ اصول پوری طرح آپ کی سمجھ میں آجائے گا کہ کلام اللہ اور کلام الرسول ہی غلطی سے پاک ہیں، صرف خدا کے کلام کی کتاب قرآن کریم اور صرف رسول اللہ کے کلام کی کتاب احادیث صحیحہ کا مجموعہ خواہ وہ بخاری، مسلم کے نام سے نامزد ہو یا کسی اور نام سے، یہی دو چیزیں قابل عمل ہیں۔ اللہ الھادی علیہ توکلت وھو المستعان۔

مصنف ہدایہ کی سوانح عمری

ان کا نام علی بن ابو بکر ہے کنیت ابوالحسن ہے، لقب برہان الدین ہے، مرغینان کے رہنے والے ہیں۔ ۵۱۱ھ ہجری بتاریخ ۸/ ماہ رجب پیر کے دن بعد از عصر تولد ہوئے اور ۵۹۳ ہجری ۱۴/ ذی الحجہ کو منگل کی رات فوت ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ ان کا انتقال ۵۹۶ھ میں ہوا ہے۔(۱) سمرقند میں

(۱) مقدمہ ھدایہ ج۳ ص: ۲ (مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

ایک قبرستان ہے جسے تربة المحمد یین کہتے ہیں جس میں بڑے بڑے علماء، فضلاء مدفون ہیں، انہیں بھی وہیں دفن کرنا چاہا۔ لیکن لوگوں نے وہاں دفن نہ ہونے دیا، اس وجہ سے مجبوراً اس کے پاس ہی ان کی قبر بنائی گئی۔(۱)

ہدایہ کی تصنیف

مصنف ممدوح نے اس کی تالیف ۵۷۳ھ ماہ ذی القعدہ میں بدھ کے دن ظہر کے وقت سے شروع کی۔ باوجودیکہ یہ کتاب خود مصنف کی کتاب ہدایہ کی مطول شرح کفایہ کا مختصر ہے جسے خود انھوں نے خطبۂ کتاب میں بیان بھی کر دیا ہے۔ لیکن پھر بھی اسے پورا کرنے میں علامہ ممدوح کو تیرہ سال خرچ کرنے پڑے۔(۲) سب سے پہلے مصنف کے سامنے ان کی اس

---

(۱) صاحب ہدایہ کو اس قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ ملنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا نام محمد نہیں تھا اور اس قبرستان میں صرف وہی لوگ دفن ہو سکتے تھے جن کا نام محمد تھا صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں "وقد نقل ان فیها تربة المحمد یین دفن فیها نحو من اربع مائة نفس کل منهم یقال له محمد صنف وأفتی وأخذ عنه الجم الغفر ولما مات صاحب الهدایه منعوا دفنه بقربها.(ردالمحتار ج۱ ص: ۱۵۱) ردالمحتار میں عبارت اس طرح ہے لیکن مقدمہ ہدایہ اخیرین ص: ۲ میں عبارت اس طرح ہے "ولما مات صاحب الهدایه منعوا دفنه بها و دفن بقربها"

(۲) ہدایہ کی تصنیف کس طرح ہوئی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے مقدمہ نصب الرایۃ میں لکھتے ہیں " صنف کتاباً سماه بدایة المبتدی جمع فیه کتابی :القدوری ، والجامع الصغیر للامام محمد بن حسن الشیبانی وزاد علیها مسائل عندالضرورة ثم شرحه بکتاب سماه کفایة المنتهی فی ثمانین مجلداً ثم اختصره فی کتاب سماه الهدایة- صنف الهدایة فی ثلاث عشرة سنة وبقی صائماً فی عهد تالیفه لهذا الکتاب لم یطلع علی صومه احد . (مقدمه نصب الرایة للزیلعی ج ۱ ص: ۱۴)

تصنیف کو کروری نے پڑھا، شافعی مذہب کے علماء کہا کرتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے احادیث کے وارد کرنے میں بہت بے پرواہی برتی ہے،(۱) وہ تو حدیث نقل کر دینے سے غرض رکھتے ہیں صحیح ہو تو، اور ضعیف ہو تو، بلکہ ہو تو بھی، اور نہ ہو تو بھی۔

ہدایہ کا مرتبہ حنفیوں کے نزدیک

ہدایہ کی تعریف میں بڑے بڑے لوگ رطب اللسان وعذب البیان ہیں اور اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں۔ میں اس وقت صرف دو شہادتیں پیش کرتا ہوں جن سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر بڑھی چڑھی تعریفیں اس کی ہوتی ہیں، اور ان کے دلوں میں کتنی عظمت اس کتاب کی ہے۔ اس مرتبہ کے معلوم کرنے کے بعد پھر آپ اس کتاب کی غلطیوں پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو اس عقیدے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ ہدایہ کی تعریف میں مقدمہ ہدایہ ج ۳ فاروقی صفحہ ۳ میں ہے۔(۲)

کتاب الهداية يهدى الهدىٰ = الىٰ حافظيه ويجلو العمىٰ

فلازمه واحفظه ياذا الحجى = فمن ناله نال اقصى المنىٰ

یعنی ہدایہ اپنے جاننے والوں کو ہدایت کی راہ دکھاتی ہے اور اندھی

---

(۱) مقدمه هدايه اخيرين ص: ۲ میں شافعی علماء کے اس قول کا ذکر یوں موجود ہے "وبعض الشافعية طعنوا علىٰ صاحب الهداية بانه اورد فيها الاحاديث التى ليست بتلك".

(۲) مقد مه هد ا يه اخيرين ص: ۲.

آنکھوں کو بینا بنادیتی ہے۔اے عقلمند! اس سے چمٹ جااور حفظ کر لے،اس کو پالیا تو تمام مرادیں پوری ہو گئیں۔

گواس میں بھی مبالغہ کی چاشنی بہت تیز دی گئی ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر سنئے۔

ان الهـــــد ا يـة كالقرآن قد نسخت

ماصنفوا قبلها فی الشرع من كتب(۱)

یعنی حقیقتاً ہدایہ مثل قرآن کے ہے، جس نے اس سے پہلے کی شریعت کی کل مصنفہ کتابوں کو منسوخ کردیا۔

اے میرے دیندار بھائیو! غیرت ایمانی کیا ہوئی؟ توقیر قرآنی کہاں گئی؟ قرآن پاک کی مثلیت پیش کرنے سے تمام کفار تو عاجز آگئے، چودہ سو برس میں وہ تو قرآن کے مثل پیش کرنے سے قاصر رہے۔ مگر آہ! افسوس! تم نے مسلمان ہو کر قرآن کریم کو خدا کا کلام مان کر اس کے مثل بھی بنالیا

(۱) مقد مه هدايه اخيرين ص-۲- هـد ا يه کی شرح فتح ا لقـد يـر (مطبوعه مکتبه رشيد يه پاکستان) جس کی ۹ جلدیں ہیں ہر جلد کے سرورق پر ہدایہ کی تعریف میں یہ عبارت موجود ہے

قال فی کشف الظنون

ان الهداية كالقرآن قد نسخت = ماصنفوا قبلها فی الشرع من كتب

فاحفظ قواعد ها واسلك مسالكها = يسلم مقالك من زيغ ومن كذب

وقال بعضهم

برهان دين الله حارس شرعه = تام الكرامة مقتدیٰ علمائه

اعلیٰ لواء العلم حتی اضبحت = علماء دين الله تحت لوائه

اور صاف کہہ دیا کہ " ان الهداية كالقرآن" یعنی ہدایہ قرآن کے مثل ہے۔ حنفی دوستو! غور کرو اپنی جانوں پر رحم کرو، خدا کے بندوں کے کلام کو خدا کے کلام کے برابر نہ مانو۔ مقدمۂ ہدایہ جلد سوم فاروقی کے ص: ۳ میں ہی یہ شعر موجود ہے۔ اس سے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ ہدایہ کا مرتبہ حنفیوں کے نزدیک کیسا کچھ ہے۔ گویا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایسے حنفیوں کا قرآن ہدایہ ہے۔ یہ تو تھا تصویر کا ایک رخ۔ اب دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو۔

ہدایہ میں تحریف لفظی

کسی مصنف کی تصنیف میں جو کچھ کمال و نقص، اچھائی برائی ہو وہ تو ہے ہی، لیکن بعد والوں کو اپنی جانب سے اس میں تصرف کرنا، ردوبدل کرنا کمی بیشی کرنا یہ وہ داغ ہے جو کتاب کے حسین چہرہ کو بالکل بدنما بنا دیتا ہے۔ اس ردوبدل کو کتاب کے حق میں ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔ جیسے کھیر میں نون اور شہد میں ایلوا۔ بڑی بڑی معتبر کتاب کو یہ ایک بات پایۂ اعتبار سے گرانے کے لئے کافی وافی ہے کہ اس میں کوئی کمی، زیادتی، ردوبدل ثابت ہو جائے۔ محدثین کی کتابوں کو دیکھ جایئے، اگر کسی جگہ املا کی غلطی بھی اصل نسخہ میں رہ گئی ہے تو بعد والوں نے کتاب میں اس کی اصلاح نہیں کی، کتاب میں تو وہی لکھا جو اصل میں ہے، ہاں حاشیہ وغیرہ میں اس پر تنبیہ کر دی، یہی وجہ ہے کہ آج صدیوں کے بعد بھی ان کی کتابیں تحریف و تغیر، ردوبدل، کمی و بیشی کے ناپاک داغ سے پاک ہیں۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہدایہ جیسی

کتاب جو حنفی مذہب کی جان ہے، اس تحریف سے بھی بچ نہ سکی، صاحب ہدایہ نے جہاں کہیں اپنی طرف نسبت کر کے کوئی بات لکھی تھی تو وہاں ان کی اپنی عبارت یہ تھی۔ "قال العبد الضعیف عفاعنه" لیکن ان کے لائق شاگردوں اور نیک ظن مریدوں نے ان کی وفات کے بعد اس عبارت کو بدل ڈالا اور اب موجودہ "هدایه" میں بجائے اس کے قال رضی الله عنه لکھ دیا(۱) لیکن پھر بھی بعض جگہ اصل عبارت بطور شاہد عدل اور گواہِ اہل کے باقی رہ گئی ہے، چنانچہ ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۲۲۹(۲) سطر اول میں ہے "قال العبد الضعیف" اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی مصنف اپنی تصنیف میں اپنے لئے قال رضی الله عنه نہیں لکھ سکتا۔ علاوہ ازیں ہم تغیر پر ایک اور شاہد عدل بھی پیش کرتے ہیں، مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں، "ان صاحب الهدایه اذا ذکر خاصة تصرفه یقول قال

---

(۱) ملاحظه هو هدایه ج ٤ کتاب القسمة صـ۔۴۱۸،۴۲۰ ۔کتاب الشفعة باب ماتجب فیه الشفعة ومالاتجب صـ۴۰۳ ،کتاب الذ بائح صـ ۴۳۷ کتاب الاکراه صـ ۳۴۷ ، کتاب الصرف صـ ۱۰۹ باب الإستسقاء صـ ۱۷۶
بعض جگہوں میں قال العبد الضعیف رحمه الله بھی ہے ملاحظہ ہو کتاب الکراهیة صـ ۴۵۲ اور باب الغنائم وقسمتها صـ ۵۷۱
اس تحریف و تغیر کا اعتراف خود احناف نے بھی کیا ہے۔ مقدمہ ہدایہ میں علامہ عبدالحی حنفی لکھتے ہیں "قال ابو السعود ان صاحب الهد ایة اذا ذکر خاصة تصرفه یقول قال العبدالضعیف عفاعنه الاان بعض تلامذ ته بعد وفا ته قد س سره غیر هذه العبارة الی قال رضی الله عنه .(مقد مه هد ایه اخیرین صـ ۳)
(۲) هدایه ج۱ ص: ۲۴۹

العبد الضعيف عفاعنه الا ان بعض تلامذته بعد وفاته قدس سره غير هذه العبارة الى قال رضى الله عنه " (۱) یعنی ہدایہ والے جہاں کہیں خاص اپنا تصرف بیان کرتے ہیں وہاں لکھتے ہیں" قال العبد الضعيف عفاعنه" مگر ان کی وفات کے بعد ان کے بعض شاگردوں نے ان کی اس عبارت کو بدل دیا اور بجائے اس کے یہ لکھ دیا" قال رضی الله عنه" جبکہ بعض میں تبدیلی و تغیر یقینی ہوئی تو اس کا احتمال کل میں ہو گیا۔ ممکن ہے اسی طرح اور تبدیلی بھی کی گئی ہو اور اس کا علم نہ ہوا ہو۔ پس کتاب پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گئی، اور یہ بات بھی نہ رہی کہ یہ کتاب اسی طرح مصنف کی لکھی ہوئی ہے، بعض کی تحریف کا علم کل کی تحریف کے کم از کم ظن کو تو ضرور مستلزم ہے۔

مصنف ہدایہ کی قرآن دانی

ہمیں یہ بات لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے کہ ہدایہ جیسی کتاب جس پر حنفی مذہب کا دارومدار ہو اس میں قرآن پاک کی آیات بھی غلط منقول ہوں اور ان کے وارد کرنے میں بھی احتیاط نہ کی جاتی ہو، بلکہ قرآن پاک کی جو آیت جس طرح وہ نقل کرے اس طرح وہ آیت قرآن کریم میں نہ۔ ہدایہ مطبوعہ یوسفی جلد اول ص: ۹۲ باب صفة الصلوة (۲) میں لکھتے ہیں لقوله

---

(۱) مدارج النبوة ص۔

(۲) هدایه ج ۱ ص: ۹۸

تعالی " وارکعوا واسجدوا" حالانکہ سارے قرآن کریم میں وارکعوا واسجدوا نہیں ہے۔ بھلا قرآن کریم کی آیت کے ایک جملہ کے نقل کرنے میں بھی جس شخص سے غلطی ہو یا کم از کم یوں کہہ لیجئے کہ احتیاط نہ ہو، وہ احادیث کے نقل کرنے میں، اقوال ائمہ کے وارد کرنے میں، مذاہب مختلفہ کے بیان میں، کس قدر اغلاط کرے گا اور کس قدر بے احتیاطیاں اس سے ظہور میں آئیں گی؟ کیا اب ہم اس نتیجہ تک بآسانی نہیں پہونچ سکتے کہ ہدایہ کا مرتبہ اعتبار میں اور تسلیم و تعمیل میں وہ نہیں جو برادران احناف سمجھ بیٹھے ہیں اور جب فقہ حنفی کی اس اعلیٰ کتاب کا یہ حال ہے تو اس سے کم درجہ کی کتابوں کا کیا حال ہوگا؟ دراصل قرآن کریم میں لفظ "ارکعوا" سے پہلے واوٗ نہیں ہے۔ سورۂ حج کے آخر رکوع میں یہ آیت پوری یوں ہے ﴿یاایها الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون﴾۔(۱) لیکن واوٗ کے ساتھ وارکعوا واسجدوا جس طرح مصنف ہدایہ نے نقل کی ہے۔ یہ آیت سارے قرآن میں کہیں نہیں ہے۔(۲)

---

(۱) سورة الحج ۲۲ /۷۷

(۲) مقدمہ ھدایہ میں اس آیت کے غلط ہونے کا اعتراف یوں موجود ہے "لکھتے ہیں قوله فی باب صفة الصلوٰة لقوله تعالی وارکعوا واسجدوا الخ هذا غلط فان الواو فی وارکعوا لیست فی القرآن والصواب ارکعوا واسجدوا (مقدمہ ھدایہ اولین ص: ۱۳)

مصنف ہدایہ کی امام ابو حنیفہ کے مذہب سے بے خبری

اس بات کے دہرانے کی تو چنداں ضرورت نہیں کہ مصنف حنفی ہیں اور امام صاحب کا مذہب بیان کرنے بیٹھے ہیں، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس منصب کو بھی نبھا نہیں سکے۔ چنانچہ ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص:۶۶۱ باب الغنق فی مرض الموت (۱) میں لکھتے ہیں "فعنده الو ديعة اقوىٰ" یعنی امام صاحب کے نزدیک ودیعت زیادہ قوت والی ہے، مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص مر گیا اور ایک ہزار دینار ترکہ چھوڑا، اس کی موت کے بعد ایک شخص آکر کہتا ہے کہ میت کے ذمہ میرے ایک ہزار دینار قرض ہیں، ایک اور آیا اور اس نے کہا کہ میں نے مرنے والے کے پاس ایک ہزار دینار بطور امانت رکھے تھے، تو صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ ودیعت یعنی امانت زیادہ قوی ہے یعنی وہ کل رقم امانت والے کو دیدی جائے قرض دار کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے، حالانکہ مصنف ہدایہ نے یہ بات بالکل خلاف واقعہ کہی ہے، امام صاحب کا یہ مذہب نہیں، بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ قرض اور امانت دونوں برابر ہیں۔ یعنی ایسی صورت میں نصف رقم قرض دار کو دی جائے اور نصف امانت دار کو دی جائے، فقیہ ابواللیث

---

(۱) هدايه ج ٤ ص: ٦٧٧

سمرقندی نے کتاب "مختلف الروایۃ" میں اور قدوری نے "کتابِ تقریب" میں اور فخر الاسلام نے "شرح جامع صغیر" میں اور صدر شہید نے "شرح جامع صغیر" میں اور امام نجم الدین ابو جعفر عمر نسفی نے "کتاب الحصر" میں اور ان حضرات کے علاوہ فقہ کے ثقہ مصنفین نے اپنی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ "عنده هما سواء" (۱) یعنی ایسی صورت میں امام صاحب کا مذہب یہی ہے کہ ودیعت اور قرض برابر ہیں، مسئلہ کی صحت، عدم صحت سے اس وقت کوئی بحث نہیں، صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ مصنف ہدایہ اپنی ڈیوٹی پوری طرح انجام نہیں دے سکے، وہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بیان کرنے میں بھی غلطی کرنے سے نہیں بچ سکے۔

مصنف ہدایہ کی امام ابو یوسفؒ اور امام محمد کے مذہب سے ناواقفی

آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ حنفی مذہب میں امام ابو حنیفہ کے بعد جو ہستیاں پیش پیش ہیں وہ یہی دو بزرگ ہیں، ان کا اتنا مرتبہ ہے کہ اگر یہ دونوں، امام صاحب کا کسی مسئلہ میں خلاف کریں تو ان کے قول کا وزن کسی

---

(۱) ملاحظه هو مقد مه هد ایه اخیرین ص: ٤- شرح جامع صغیر اورشروح المنظومه میں بھی لکھا ہے "وعنده هما سوا" دیکھئے فتح القدیر ج ۹ ص: ۳۹۵- ۳۹٤باب العتق فی مرض الموت

طرح امام صاحب کے قول کے وزن سے کم نہیں ہوتا۔(۱) ہم دیکھتے ہیں کہ صاحب ہدایہ ان کا مذہب بیان کرتے ہوئے بھی لڑکھڑا جاتے ہیں، چنانچہ ہدایہ فاروقی ج ۴ ص:۶۶۱ باب العتق فی مرض الموت(۲) میں لکھتے ہیں "وعند هما سواء" یعنی ان دونوں کے نزدیک برابر ہے۔ اوپر جو مسئلہ بیان ہوا اسی کا ذکر ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام محمد، امام ابویوسف کا مذہب یہ ہے کہ ودیعت اور قرض دونوں برابر ہیں، حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ صاحبین کا مذہب ہرگز یہ نہیں، بلکہ جن کتابوں کا ہم نے اوپر نام لیا ہے ان سب میں، اور علاوہ ان کے دیگر حنفی مذہب کی معتبر کتابوں میں صاف موجود ہے کہ "عند هما الوديعة اقوى"(۳) یعنی صاحبین کے نزدیک

---

(۱) ردالمحتار ج۱ ص۱۷۱ میں ہے "اذا كان ابوحنيفة فى جانب وصاحباه فى جانب فالمفتى بالخيار." اور اسی کتاب کے ص ۱۷۲ میں ہے "قد جعل العلماء الفتوىٰ على قول الإمام الاعظم فى العبادات مطلقاً ....وقد صرحوا بان الفتوىٰ على قول محمد فى جميع مسائل ذوى الارحام . وفى قضاء الاشباه والنظائر الفتوى علىٰ قول ابى يوسف فيما يتعلق بالقضاء كما فى القنية والبزازية .... وفى شرح البيرى ان الفتوىٰ علىٰ قول ابى يوسف ايضاً فى الشهادات .

(۲) هدايه ج ٤ صـ ٦٧٧ (۳) شرح جامع صغير، شرح المنظومة بحواله فتح القدير ج۹ صـ ۲۹۵ علامہ عبدالحی حنفی لکھتے ہیں" اقول هذا من المسامحات فان الكبار القدماء ذكروا لخلاف على العكس فالفقيه ابوالليث سمرقندى فى كتاب مختلف الرواية والقدورى فى كتاب التقريب وفخرالاسلام فى شرح الجامع الصغير والصدر الشهيد فى شرح الجامع الصغير والامام نجم الدين ابوجعفر عمر النسفى فى كتاب الحصر وغيرهم قالوا ان عند هما الوديعة اقوىٰ . (مقدمه هدايه اخيرين صـ ٤)

امانت زیادہ قوی اور زوردار ہے، یعنی کل رقم صرف امانت دار کو دیدی جائے، قرض دار کو اس میں سے کچھ نہ دیا جائے، حقیقت میں مذہب توان کا یہ ہے، لیکن صاحب ہدایہ نے معاملہ برعکس کرڈالا، امام ابو حنیفہ کے مذہب کو صاحبین کا مذہب کہہ گئے اور صاحبین کے مذہب کو امام صاحب کا مذہب بتلا گئے۔ کیا ایک ایسے شخص کے لئے جسے حنفی مذہب بیان کرنے میں بلکہ اسے ثابت کرنے کا لوگ ٹھیکیدار مانتے ہوں، ایسی فاش غلطی قابل مواخذہ نہیں؟ میرے نزدیک تو یہ ایسی بھاری غلطی ہے جیسے ایک شخص کے بچوں کو دوسرے شخص کی اولاد ثابت کیا جائے اور اس دوسرے کی اولاد کو اس کے سر تھوپا جائے۔

اور مسئلہ سنئے! ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص: ۶۶۱ باب العتق فی مرض الموت فصل (۱) میں لکھتے ہیں "وقول محمد" یعنی امام محمد کا یہی قول ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کسی مرنے والے نے وصیت کی کہ میرے مال میں سے مثلاً حج ادا کرنا اور زکوٰۃ نکالنا۔ اب مال وصیت یعنی ثلث میں دونوں وصیتوں کے پورا کرنے کی گنجائش نہیں، تو صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام محمد کا قول یہ ہے کہ حج کو زکوٰۃ پر مقدم کرے، حالانکہ یہ بھی مصنف کی غلط بیانی ہے امام محمد کا قول اس کے برعکس ہے۔ قدوری نے "شرح مختصر کرخی" میں شمس الائمہ سرخسی نے "شرح کافی" میں شمس الائمہ بیہقی نے "کفایہ" میں،

---

(۱) هدایه ج ٤ صـ ٦٧٧ پوری عبارت اس طرح ہے "وذکر الطحاوی انه یبتدئ بالزکوٰة ویقدمها علی الحج وهو احدی الروایتین عن ابی یوسف وعن روایة عنه انه یقدم الحج وهو قول محمد.

صاحب تحفہ اور شیخ ابو نصر نے ''شرح الاقطع'' میں صاف لکھا ہے کہ امام محمد کا قول اس صورت میں یہ ہے کہ زکوٰۃ کو حج پر مقدم کرے نہ کہ حج کو زکوٰۃ پر، (۱) مگر مصنف ہدایہ نے یہاں بھی امام محمد کا مذہب بیان کرنے میں غلطی کی۔

تیسرا مسئلہ سنئے! ہدایہ فاروقی جلد ۳ ص:۱۰۹ فصل فی الضمان(۲) میں لکھتے ہیں ''وابویوسف فی ما یرویٰ عنہ ألحق الاول بالثانی'' یعنی امام ابویوسف کا مذہب یہ ہے کہ اول ثانی کے ساتھ ملحق ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ

(اول) ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ تیرے مجھ پر سو روپے ہیں ایک مہینہ کی مدت پر، لیکن حقدار کہتا ہے مدت نہیں بلکہ اب، تو مدعی کا قول سچا مانا جائے۔

(دوم) ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کی طرف سے تیرے ایک سو روپئے کا ضامن ہوں ایک ماہ کی مدت پر۔ لیکن حقدار کہتا ہے مدت نہیں بلکہ اب، تو اس صورت میں ضامن کا قول سچا مانا جائے گا۔ یہ تو ہوئی مسئلہ کی صورت۔

---

(۱) ملاحظہ ہو مقدمہ ھدایہ اخیرین صـ ٤
علامہ عبدالحی حنفی لکھتے ہیں " اقول لعل المصنف وجد روایة والا فالقد وری فی شرح مختصر الکرخی وشمس الائمة البیهقی فی الکفایة وصاحب التحفة والشیخ ابونصر فی شرح الاقطع جعلوا قول محمد تقدیم الزکوٰة علی الحج کذا فی غایة البیان . مقدمہ ھدایہ اخیرین صـ ٤

(۲) ھدایہ ج ۳ صـ ۱۲۵

اب مالک ہدایہ کہتے ہیں کہ امام ابویوسف اس مسئلہ کی پہلی صورت کو دوسری صورت سے ملاتے ہیں۔ اس بیان میں بھی مصنف ممدوح نے تحقیق سے کام نہیں لیا اور معاملہ الٹ پلٹ کر ڈالا۔ ان کا یہ قول صحیح نہیں کہ ابویوسف نے اول کو ثانی سے ملایا، بلکہ صحیح یوں ہے کہ ابویوسف نے ثانی کو اول کے ساتھ ملایا اور یہی ثابت ہے۔ (۱)

کیا اب ہم یہ کہنے کے حقدار نہیں؟ کہ صاحب ہدایہ نے یہاں صاحبین کے مذہب سے بھی ناواقفیت کا ثبوت دیا اور ان کا مذہب بیان کرنے میں بھی وہ غلطی سے بچ نہ سکے۔

---

(۱) علامہ عبدالحی حنفی حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں "هكذا وقع في عامة النسخ وهذا ليس بصحيح والصحيح عكسه وهو ان يقال والشافعي الحق الاول بالثاني وابويوسف فيما يروىٰ عنه الحق الثاني بالاول وذلك لان عند الشافعي القول قول المقر في الفصلين جميعا فكان الاقرار بالدين وهو المذكور اولاً في الرواية ملحقاً بالثاني وهو الاقرار بالكفالة وذلك انما يستفاد فيما قلنا ومذهب ابي يوسف فيما يروى عنه علىٰ عكسه وحجة الشافعي ان الدين نوعان حال وموجل فاذا اقرّ بالموجل فقد اقربا حد نوعي الدّين فالقول قوله وحجة ابي يوسف انهما تصادقا على وجوب المال ثم ادعى احد هما الاجل على صاحبه فلايصدق فيه الابحجة الا ترى انه لواقرّ بالكفالة علىٰ انه بالخيار جاز اقراره بالكفالة ودعواه الخيار لماقلنا فكذا دعوى الاجل .

حاشيه هدايه نمبر ۱۶ صـ ۱۲۵ ج۳ فصل في الضمان

مصنفِ ہدایہ کی امام شافعی کے مذہب سے غفلت

صاحب ہدایہ کا یہ طریقہ ہے کہ اپنے مذہب کے احقاق کے ساتھ ہی ساتھ امام شافعیؒ کے مذہب کا ابطال بھی کرتے جاتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ہدایہ شافعی مذہب کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور اس سے لوگوں کو متنفر کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ آپ ہدایہ کو پڑھئے، جگہ بہ جگہ موقع بموقع مناسب اور نامناسب طریقہ سے شافعی مذہب کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں، براہ راست شافعی مذہب پر ان کی زد پڑتی ہے اور جب تک ہر ہر موقعہ پر اپنے ترکش خالی نہ کرلیں آگے نہیں چلتے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس دھن میں مصنف ممدوح بعض مواقع پر امام شافعی کے ذمہ اس مسئلہ کی نسبت کرنے سے بھی نہیں چوکتے جو درا صل ان کا نہیں، چنانچہ ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۱۶۴ باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ (۱) میں لکھتے ہیں "الصلوٰۃ فی الکعبۃ جائزۃ فرضہا ونفلہا خلافا للشافعی فیہما" یعنی کعبہ میں نماز پڑھنی جائز ہے فرض ہو یا نفل، لیکن امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں کعبہ کے اندر ان کے مذہب کے مطابق نہ تو نوافل پڑھ سکتے ہیں نہ فرائض، حالانکہ یہ صریح غلط ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کعبہ کے اندر نماز کو جائز

---

(۱) هدایه ج ۱ ص: ۱۸٤

کہتے ہیں فرض کو بھی اور نفل کو بھی، ان کے مذہب کی کتاب وجیز، خلاصہ، ذخیرہ وغیرہ ملاحظہ ہوں، (۱)

لطف تو یہ ہے کہ خود حنفی مذہب کی کتاب نہایہ میں بھی موجود ہے کہ امام شافعی فرض و نفل دونوں کو کعبہ کے کوٹھے کے اندر پڑھنا جائز جانتے ہیں، عبارت یہ ہے۔ "**فان الشافعی یریٰ جواز الصلوٰۃ فیھا**" (۲) اب آپ خواہ اسے مصنف ممدوح کی غلطی کہئے یا عدم تحقیق کہئے اتنا تو ماننا ہی پڑے گا کہ علامہ نہایت غفلت سے کام لیتے ہیں (۳) جو یقیناً ان کے خوش عقیدہ مریدوں کے علاوہ اوروں کی نظروں میں کچھ نہیں بچ سکتی۔

---

(۱) کتاب الام میں ہے " (قال الشافعی) فیصلی فی الکعبۃ النافلۃ والفریضۃ، وای الکعبۃ استقبل الذی یصلی فی جوفها فہ قبلۃ کما یکون المصلی خارجا عنها اذا استقبل بعضها کان قبلتہ. (کتاب الام للشافعی ج ۱ ص ۸۵)
اور اسی صفحہ کے حاشیہ میں ہے " قال الربیع سالت الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ عن الرجل یصلی فی الکعبۃ المکتوبۃ فقال یصلی فیھا المکتوبۃ والنافلۃ واذا صلی الرجل وحدہ فلاموضع یصلی فیہ افضل من الکعبۃ فقلت افیصلی فوق ظھرھا فقال ان کان بقی من البناء فوق ظھرھا شیء یکون سترۃ علا فوق ظھرھا للمکتوبۃ والنافلۃ وان لم یکن بقی علیہ بناء یستر المصلی لم یصل الیٰ غیر شیء من البیت فقلت للشافعی فما الحجۃ فیما ذکرت فقال اخبر مالك عن نافع عن ابن عمر عن بلال ان النبی ﷺ صلی فی الکعبۃ.
(۲) نهایہ بحوالہ فتح القدیر ج۲ ص ۱۱۰
(۳) حاشیہ فتح القدیر میں ہے " قال صاحب النهایۃ کان هذا اللفظ وقع سهوا من الکاتب فان الشافعی یری جواز الصلوۃ فی الکعبۃ فرضاً ونفلا کذا اوردہ اصحاب الشافعی فی کتبهم (حاشیہ فتح القدیر ج۲ ص ۱۱۰)
حاشیہ هدایہ میں نهایہ کے حوالے سے لکھتے ہیں "فانہ یری جواز الصلوٰۃ فی الکعبۃ فرضها ونفلها کذا اوردہ اصحاب الشافعی فی کتبهم.
(ملاحظہ ہو حاشیہ هدایہ نمبر ۹ ج۱ ص ۱۸٤)

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۴۸ فصل فی البیر (۱) میں امام شافعی کے مذہب کے رد کے جوش میں اس مسئلہ کو ثابت کرتے ہوئے کہ کتے کے جھوٹے برتن کو صرف تین مرتبہ دھونا چاہئے (۲) جو حنفیہ کا مذہب ہے اور سات مرتبہ نہ دھونا چاہئے جو شافعیؒ کا مذہب ہے، بطور الزام لکھتے ہیں کہ امام شافعی کو دیکھو، کتے کے پیشاب کئے ہوئے برتن کو تو تین مرتبہ دھو لینے سے پاک مانتے ہیں، مگر کتے کے چاٹے ہوئے برتن کو تین مرتبہ دھو لینے سے پاک نہیں جانتے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے، امام صاحبؒ کا ہرگز یہ مذہب نہیں کہ جس برتن پر کتا موت جائے وہ تین مرتبہ دھو لینے سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ، ان کا مذہب یہاں بھی سات مرتبہ ہی دھونے کا ہے، مصنف ہدایہ نے امام شافعی کو ان لفظوں میں الزام دیا ہے "ما یصیبہ بـولـه يطهـر بالثـلـث" (۳) خود حنفی مذہب علماء بھی مصنف ممدوح کی اس غلطی پر ناراض ہیں، چنانچہ حاشیہ مولانا ہداد میں ہے "**فيه نظر لان بول الكلب ودمه وسائر ماهو منه لايطهر الا بالغسل سبعا عندالشا فعي**" (۴) یعنی صاحب ہدایہ کا اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا یہ مذہب بیان کرنا صحیح نہیں، امام صاحب کا مذہب تو کتے کے پیشاب، اس کے خون وغیرہ میں سات مرتبہ ہی دھونے کا ہے۔ (۵)

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ٤٥
(۲) وسور الكلب نجس ويغسل الاناء من ولوغه ثلثاً (هدایه ج۱ ص: ٤٥)
(۳) هدایه ج۱ صـ ٤٥ فصل فی البیر
(٤) بحواله حاشيه هدايه صـ ٤٥
(۵) صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں "ذكر في التهذيب ان عند الشافعي رحمه الله بوله ودمه وسائر ما هو نجس منه لايطهر الا بالغسل سبعاً فلايصير به محجوجاً . (فتح القدير ج۱ صـ ۹۵)

اب کہئے۔ کیا علامہ نے یہاں شافعی مذہب کے بیان میں غلطی نہیں کی؟

تیسری مثال: ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۰۰ باب مایوجب القضاء والکفارۃ(۱) میں لکھتے ہیں "وھو حجة علی الشافعی فی قولہ یخیر" یعنی یہ دلیل ہے امام شافعی کے مذہب کے توڑنے کی، جو کہتے ہیں کہ اختیار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ احناف کا مذہب ہے کہ جو شخص روزے کی حالت میں کھا پی لے اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی، (۲) اس مسئلہ کو بیان کر کے علامہ ممدوح اس کے ثبوت میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ ایک اعرابی کو جس نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک غلام آزاد کرو، اس نے اپنی مسکینی ظاہر کی تو آپ نے فرمایا دو مہینے کے پے درپے روزے رکھو اس نے اس سے بھی اپنی ناطاقتی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ (۳)

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۲۲۰

(۲) هدایه ج۱ صـ ۲۱۹ میں ہے باب مایوجب القضاء والکفارة میں ہے " ولواکل اوشرب مایتغذی به اویداویٰ به فعلیه القضاء والکفارة وقال الشافعی لاکفارة علیه .

(۳) حدیث اس طرح نقل کیا ہے " لحدیث الاعرابی فانه قال یارسول الله هلکت واهلکت فقال ماذا صنعت قال واقعت امرأتی فی نهار رمضان متعمداً فقال ﷺ اعتق رقبة فقال لا املك الارقبتی هذه فقال صم شهرین متتابعین فقال هل جاء نی ماجاء نی الامن الصوم فقال اطعم ستین مسکیناً فقال لا اجد فامر رسول الله ﷺ ان یؤتی بفرق من تمر ویروی بعرق فیه تمر خمسة عشر صاعاً وقال فرّقها علی المساکین فقال والله مابین لابتی المدینة احد احوج منی ومن عیالی فقال کل انت وعیالك یجزیك ولایجزی احداً بعدك .

(هدایه ج۱ صـ ۲۱۹)

اول یہ دھینگا مشتی ملاحظہ ہو کہ جماع کے بارے کا فرمان کھانے پینے پر چسپاں کیا جاتا ہے پھر حدیث کو جن لفظوں میں بیان کیا جاتا ہے ان لفظوں میں حدیث کی کسی کتاب میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ (۱) خیر اسے بیان کر کے فخریہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے امام شافعیؒ کا رد بھی ہو گیا اس لئے

---

(۱) یہ حدیث صحیح بخاری ج۱ صـ۲۵۹ كتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم يكن له شئ فتصدق عليه فليكفر ، وكتاب الهبة باب اذا وهب هبة فقبضها الآخر ولم يقل قبلت ضـ ٣٥٤ /بخاری جـ ٢ كتاب الايمان والنذور باب قوله قد فرض الله لكم تحلة ايمانكم الخ......صـ ٩٩٢ /كتاب النفقات باب نفقة المعسر علىٰ اهله صـ ٨٠٨ /كتاب الادب باب التبسم والضحك صـ٨٩٩ وباب ماجاء فی قول الرجل ويلك صـ ٩١٠ ./ مسلم ج۱ كتاب الصوم باب تغليظ تحريم الجماع فی نهار رمضان على الصائم الخ صـ ٣٥٤. /ابو داؤد كتاب الصيام باب كفارة من اتىٰ اهله فی رمضان صـ ٣٢٥ / ترمذی ج۱ كتاب الصوم باب ماجاء فی كفارة الفطر فی رمضان صـ ١٥٤ / مسنداحمد ج٢ صـ ٢٤١ ،ج٦ صـ ٢٧٦ / ابن ماجة ج۱ كتاب الصيام باب ماجاء فی كفارة من افتطر يوماً من رمضان صـ ٥٣٤ / مؤطا امام مالك باب كفارة من افطر فی رمضان صـ ٩٧ / دارقطنی ج٢ صـ ٢٠٨ / دارمی ج٢ صـ ١٩ باب فی الذی يقع علىٰ امرأته فی شهر رمضان نهاراً /مصنف عبد الرزاق ج٤ ص: ١٩٤ /السنن الكبرىٰ للبيهقی ج٤ صـ ٢٢١ باب كفارة من اتی اهله فی نهاررمضان . میں موجود ہے لیکن کسی بھی کتاب میں ان لفظوں کے ساتھ حدیث نہیں جن لفظوں کے ساتھ صاحب ھدایہ نے نقل کیا ہے

اس حدیث کے متعلق صاحب درایة لکھتے ہیں "هذا لحديث مشهور اخرجه الائمة كلهم من حديث ابی هريرة لكن فی هٰهذاالسياق مواضع زائدة ومغائرة لماعندهم اولها قوله واهلكت ...... ثانيها قوله فی نهار رمضان متعمداً ثالثها قوله متعمداً ورابعها قوله ويروى بفرق بالفاء وهو تصحيف لايوجد =

= خامسها قوله فرقها على المساكين ... سادسها قوله يجزيك ولايجزی احدا بعدك ليس فی شیء من طرق الحد يث .(الدراية فی تخريج احاديث الهداية برحاشيه هدايه ج١ صـ ٢١٩ كتاب الصوم)
لفظ اهلکت دار قطنی میں ہے لیکن خطابی کہتے ہیں انه نفرد به معلی بن منصور عن ابن عيينة اور بیہقی کہتے ہیں کہ حاکم نے معلی بن منصور کی کتاب کو دیکھا ہے اس میں یہ لفظ نہیں ہے۔ (ملاحظہ ہو حاشیہ دارقطنی ج٢ صـ ٣١٠ علاوہ ازیں نصب الرایۃ للزيلعی میں اس حدیث کے متعلق یوں تفصیل موجود ہے۔
واخرجه شيخنا ابوعبدالله الحاكم هٰهذا للفظة : واهلكت ، وقال انها ادخلت على محمد بن المسيب الارغيانی فقد رواه ابوعلی الحافظ عن محمد بن المسيب بالاسناد دون هذه اللفظة ، ورواه كافة اصحاب الاوزاعی عن الاوزاعی دونها ولم يذكر احد من اصحاب الزهری عن الزهری وكان شيخنا ابوعبد ا لله يستد ل علىٰ كونها فی تلك الرواية ايضاً خطابانه نظر فی كتاب الصوم تصنيف المعلی بن منصور فوجد فيما هذ ا لحد يث وان هذا اللفظة، وان كافة اصحاب سفيان ردوه دونها ......
اس کے بعد صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں "وقوله فی الكتاب تجزئك ولاتجزی احد ا بعدٰ ك لم اجده فی شیء من طرق الحديث ولارواية الفرق بالفاء . (نصب الرايه ج ٢ صـ ٤٥٣)
بخاری كتاب الصوم میں یہ حدیث اس طرح ہے "ان اباهريرة قال بينما نحن جلوس عندالنبی ﷺ اذا جاء ه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال مالك قال وقعت علىٰ امرأتی واناصائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لاقال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا فهل تجد ا طعام ستين مسكيناً قال لاقال فمكث النبی ﷺ فبينا نحن علىٰ ذ لك اتی النبی ﷺ =
= بعرق فيها تمر والعرق المكتل قال ابن السائل فقال انا قال خذ هٰذا فتصدق به فقال الرجل اعلىٰ افقر منی يارسول الله فوالله مابين لاتيها يريد الحرتين اهل بيت افقر من اهل بيتی فضحك رسول الله ﷺ حتی بد ت انيابه ثم قال اطعمه اهلك . (كتاب الصيام ج١ ص: ٢٦٠)

حدیث کے الفاظ ترتیب کے مقتضی ہیں، یعنی اگر غلام کے آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو روزے اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مسکینوں کو کھلانا اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ ان باتوں میں اختیار ہے جو چاہے کر لے۔ حالانکہ یہ بھی امام صاحب کے ذمہ علامہ ممدوح کا بہتان ہے، ان کا یہ مذہب نہیں بلکہ ان کا مذہب بھی ترتیب کا ہے یعنی ایک کے نہ ملنے پر ایک۔ چنانچہ شافعی مذہب کی کتاب "وجیز" اور "خلاصہ" ملاحظہ ہو۔ بلکہ خود حنفیوں نے بھی امام شافعیؒ کا یہی مذہب بیان کیا ہے ملاحظہ ہو شیخ الاسلام کی مبسوط اور فخر الاسلام کی مبسوط وغیرہ (ا) مگر صاحب ہدایہ نے خدا جانے کیوں امام شافعیؒ پر ایک ایسا بے باکانہ غلط حملہ کر دیا، کیا اس کھلی مثال کے بعد بھی ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہیں؟ کہ علامہ ممدوح امام شافعی کے مذہب سے غافل تھے۔

اور مسئلہ لیجئے! ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۲۲۸ باب الاحرام (۲) میں

---

(۱) حاشیہ ہدایہ میں محشی لکھتے ہیں" هذا سهو والشافعي لايقول بالتخيير بل يقول بالترتيب كما هو قولنا وهو منصوص في كتبهم الوجيز والخلاصة المنسوبتان الى الغزالي وكذلك في كتبنا مبسوطي شيخ الاسلام وفخر الاسلام .

(هدايه ج۱ ص: ۲۲۰)

فتح القدیر میں ہے "قال في النهاية مامعناه ان نسبة التخيير الى الشافعي ونفي التتابع الى مالك سهو بل الشافعي يقول بالترتيب كمانقول ...... على ذلك كتبهم وكتب اصحابنا والقائل بعدم التتابع هو ابن ابي ليلى القائل بالتخيير (حاشيه فتح القدير ج ۲ ص: ۲۶۵)

(۲) هدايه ج۱ صـ ۲٤۸

لکھتے ہیں ''قال الشا فعی انه رکن'' امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ رکن ہے یعنی عرفات سے لوٹتے ہوئے مشعر الحرام میں ٹھہرنے کو امام شافعیؒ رکن حج بتلاتے ہیں۔ یہ بھی مصنف صاحب کی جودت طبع کا نتیجہ ہے ورنہ در حقیقت امام صاحب کا یہ مسلک نہیں، چنانچہ خود حنفی مذہب علامہ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں۔ ''انه سهو فان کتبهم ناطقة بخلا فه''(۱) یعنی مصنف ہدایہ کی یہ غلطی ہے، امام شافعی کا مذہب اس کے خلاف ہے، شافعی مذہب کی کتابیں صاف ناطق ہیں کہ امام شافعی کا یہ مذہب ہرگز نہیں۔

کیا اب بھی کسی کو شک رہ گیا کہ علامہ موصوف امام شافعی کے مذہب سے کم از کم بے خبر ہیں۔

ہدایہ فاروقی جلد ۳ ص:۱۲۵ فصـــل فی الضمـــان(۲) میں لکھتے ہیں'' والشافعی ألحق الثا نی بالاول ''یعنی امام شافعیؒ نے ثانی کو اول کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ مسئلہ وہی ہے جو ص:۴۷ میں گذرا۔ امام شافعیؒ کا مذہب، امام ابو یوسفؒ کے بالکل برخلاف ہے یعنی امام صاحب اول کو ثانی کے ساتھ ملحق کرتے ہیں، یعنی کفالۃ کے اقرار کے ساتھ قرض کے اقرار کو ملاتے ہیں، لیکن صاحب ہدایہ نے معاملہ برعکس کر دیا۔ اس غلطی کے بھی

---

(۱) فتح القدیر میں یہ عبارت اس طرح ہے ''هذا سهو فان کتبهم ناطقة بانه سنة اور مبسوط میں امام شافعی کی جگہ لیث بن سعد کا ذکر ہے (ملاحظہ فتح القدیر ج ۲ ص ۳۸۰)
اور یہ عبارت هدایہ بین السطور میں ہے (ملاحظه هد ایه ج ۱ صـ ۲۴۸)

(۲) هد ایه ج ۳ ص: ۱۲۵

خود حنفیہ اقراری ہیں چنانچہ نہایہ میں ہے "هذا ليس بصحيح بل الصحيح عكسه" (۱) یعنی یہ کہنا صحیح نہیں بلکہ صحیح اس کا عکس ہے۔
اے حنفی بھائیو! اب تو کہدو کہ مصنف ہدایہ امام شافعی کے مذہب سے بے خبر ہیں یا کم از کم اس کے بیان میں غلطی کرتے ہیں، یہ پانچ مثالیں بیان کر کے اب اس مضمون کو ختم کر کے آگے چلتا ہوں۔

مصنف ہدایہ کی امام مالکؒ کا مذہب بیان کرنے میں غلط بیانی

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۲۰۰ باب مایوجب القضاء والکفارة (۲) میں لکھتے ہیں "وعلى مالك في نفي التتابع" یہ امام مالکؒ پر بھی حجت ہے جن کا مذہب تتابع کی نفی ہے، مراد یہ ہے کہ امام مالک دو مہینوں کے روزوں میں اسی صورت میں جو ص: ۴۲ میں بیان ہوئی لگاتار ہونے کے قائل نہیں، بلکہ اگر ایسا شخص دو مہینے کے روزے کچھ اب، کچھ پھر، اسی طرح مختلف طور پر رکھے تو بھی جائز بتلاتے ہیں، حالانکہ یہ بھی مصنف مرحوم کی

---

(۱) بحوالہ مقدمہ ہدایہ ج۳ ص: ۳ آگے لکھتے ہیں "وفي العناية فمن الشارحين من حمل على الروايتين عن كل واحد منهما ومنهم من حمل على الغلط من الناسخ في فتح القدير ان هذا سهو من الكاتب.

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اسی کتاب کا صفحہ ۳۸ حاشیہ نمبر ۱

(۲) ہدایہ ج۱ ص: ۲۲۰

غلطی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہرگز یہ مذہب نہیں۔(۱) حنفی مذہب کی کتاب " بنـاية" میں مذکور ہے کہ "نسبته الیٰ مالك سهو "(۲) یعنی اس کی نسبت امام مالکؒ کی طرف کرنی ہدایہ والوں کی غلطی ہے۔ ہدایہ میں امام مالک کے مذہب کا بیان بہت کم ہے لیکن تاہم مصنف صاحب ان پر بھی غلط الزام لگانے سے بچ نہیں سکے اور ان کے مذہب سے بھی اپنی ناواقفیت کا ثبوت وہ دے چکے۔

ناظرین! واللہ مجھے تو رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ اتنا بڑا مشہور عالم شخص اتنی موٹی غلطی کیوں کرتا ہے؟ ہدایہ میں باوجود امام مالکؒ کا مذہب بہت کم بیان کرنے کے بھی صاحب ہدایہ نے ایک جگہ تو ایک زبردست جرأت کی ہے یعنی حضرت امام مالک کی نسبت لکھا ہے کہ آپ متعہ کے بھی قائل تھے۔ چنانچہ ہدایہ مجتبائی جلد ۲ ص: ۲۹۲ (۳) میں لکھتے ہیں "وقال مالك هو جـائـز" یعنی امام مالک متعہ کو جائز کہتے ہیں۔ حالانکہ محض جھوٹ ہے، امام مالکؒ نکاح متعہ کو بالکل حرام کہتے ہیں۔ (۴) متعہ کے حرام ہونے کی

---

(۱) حاشیہ هدایه ج ۱ ص: ۲۲۰ میں ہے "نسبته الى مالك سهو فان القائل بنفي التتابع هو ابن ابی لیلیٰ.

(۲) بحواله فتح القدير ج۲ ص۔ ۲٦٥ (۳) هدایه ج۲ ص: ۳۱۲ کتاب النکاح

(٤) امام مالک سے پوچھا جاتا ہے "أريت ان قال اتزوجك شهرا يبطل النكاح ام يجعل النكاح صحيحاً ويبطل الشرط (قال) قال مالك النكاح باطل يفسخ وهذه المتعة وقد ثبت عن رسول اللهﷺ تحريمها"

(المدونة الكبرىٰ ج۱ ص: ۱٦۰ النكاح الى اجل.)

حدیث انھوں نے اپنی کتاب موَطا میں صحت کے ساتھ بیان کی ہے (۱) مالکی مذہب کی کتابوں میں کوئی ایسا قول مذکور نہیں جس سے امام صاحبؒ کا یہ مذہب معلوم ہوتا ہو۔ بلکہ حنفی المذہب علماء نے بھی مصنف ہدایہ کی اس غلط بیانی کا صاف اقرار کیا ہے (۲) فتح القدیر میں ہے (۳) "نسبته الیٰ مالك غلط ولاخلاف فيه بين الائمة وعلماء الامصار الا طائفة من الشيعة" یعنی امام مالک امام دارالهجرة کی طرف اس کی نسبت کرنا بالکل غلط ہے تمام ائمہ اور کل علماء، متعہ کی حرمت پر متفق ہیں، صرف شیعہ کی ایک جماعت اس کی مخالف ہے (۴) باوجود اس قدر صاف مسئلہ ہونے کے بھی مالکی مذہب کی تردید کی دھن میں مصنف صاحب نے لکھ دیا کہ امام مالک اسے جائز بتلاتے ہیں، کیا اب بالوضاحت یہ ثابت نہ ہو گیا کہ مصنف ہدایہ امام مالک کے مذہب بیان کرنے میں بھی غلط بیانی سے محفوظ نہیں رہ سکے۔

---

(۱) موطا کی حدیث یہ ہے " عن علی بن ابی طالب ان رسول الله ﷺ نهیٰ عن متعة النساء يوم خيبر وعن اكل لحوم الحمر الاهلية ."

(موطا ص: ۱۹۶ نكاح المتعة)

(۲) محشی هدایہ حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں" لم يذكر فى كتاب من كتب المالكية انها تجوز مع ان مالكا روى فى موطا حديث على ان رسول الله نهى عن متعة النساء يوم خيبر وعادته ان لايروى حديثاً فى الموطا الا وهو يذهب اليه ويعمل به

(حاشيه هدايه ج۲ ص: ۳۱۲)

(۳) یہ عبارت فتح القدیر میں ایک ساتھ نہیں ہے ، بلکہ مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح لملاعلی قاری اور هدایہ کے حاشیہ میں ہے ملاحظہ ہو ، مرقاة المفاتيح ج ۳ ص:...... هدايه ج۲ كتاب النكاح ص: ۳۱۲ حاشيه ۲۸.
مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ فتح القدير ج ۳ ص: ۱۵۰-۱۵۱ ،بداية المجتهد ج۲ ص ۵۸ فقه السنة ج۲ ص ۴۲.۴۴.

(۴) صرف امامیہ متعہ کے قائل ہیں فقه السنة ج۲ ص ۴۴

مصنف ہدایہ کی لغت دانی

کون نہیں جانتا کہ دار و مدار شرع کا عربی لغت کے جاننے پر ہے، کوئی شخص ماہر شریعت کہلانے کا اس وقت تک حقدار نہیں بن سکتا جب تک لغت دانی اس میں کامل نہ ہو، مصنف ہدایہ کی شہرت اور ان کی مقبولیت تو ہر دل پر سکہ جماتی ہے کہ علامہ ممدوح اعلیٰ پایہ کے عالم ہیں لیکن ان کی سب سے اعلیٰ اور مایہ صد تاز کتاب ھدایہ افسوس کہ اس کی کافی شہادت پیش نہیں کر سکتی، ملاحظہ ہو، ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص:۴۲۱ کتاب الذبائح میں لکھتے ہیں (۱) "والمری مجری النفس" یعنی مری سانس کے آنے جانے کی جگہ کا نام ہے، علامہ ممدوح نے یہاں پر لغت کی کتابوں کا خلاف کیا ہے، ایضاح و مغرب وغیرہ کتابوں میں تشریح موجود ہے کہ "المری مجری العلف والماء" یعنی مری چارہ پانی گذرنے کی جگہ کا نام ہے نہ کہ سانس کے آنے جانے کی، (۲) لیکن مصنف صاحب نے بیان لغت میں بھی اجتہادی شان نہیں چھوڑی۔

دوسری مثال اسی صفحہ میں تحریر فرماتے ہیں "فانه (ای الحلقوم) مجری العلف والمآء" یعنی حلقوم کہتے ہیں چارہ پانی کے اترنے کی جگہ کو،

---

(۱) هدایه ج ٤ ص: ٤٣٧

(۲) المنجد ص: ٧٥٤ میں ہے" المری مجری الطعام من الحلقوم الی المعدة"

یہاں بھی علامہ ممدوح نے اپنی لغت دانی کا کامل ثبوت پیش کیا ہے، عربی زبان میں تو حلقوم کہتے ہیں، سانس کی آمدورفت کی جگہ کو، لیکن مجتہدانہ شان نے اہل لغت کی پیروی سے شاید روک دیا۔(۱)

ہدایہ فاروقی جلد ۴ کتاب الذبائح ص: ۴۲۲(۲) میں لکھتے ہیں "والنخاع عرق ابیض فی عظم الرقبة" یعنی گردن کی ہڈی میں ایک سفید رنگ کی رگ ہوتی ہے اسے عربی میں نخاع کہتے ہیں، مصنف صاحب نے یہاں بھی غلطی کی ہے۔ خود حنفی مذہب کی کتاب نہایہ میں مذکور ہے، "هو خیط ابیض فی جوف عظم الرقبة یمتد الیٰ الصلب" یعنی نخاع کہتے ہیں اس سفید دھاگے جیسے کو جو گردن کی ہڈی کے درمیان ہوتا ہے اور پیٹھ تک پہونچتا ہے، قاموس ربع ثلث ص:۲۸ میں بھی یہی معنیٰ لکھے ہیں۔ "والنخاع مثلثة الخیط الابیض........."(۳) علامہ ممدوح کی اس لغت دانی کے نمونہ کے بعد اب ان کی صرف و نحو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

---

(۱) لسان العـــرب ج۱ ص: ۷۰۲ میں ہے "الحلقوم مجری النفس والسعال من الجــوف" - مقدمہ ہدایہ میں اس غلطی کا اعتراف یوں موجود ہے "ماقال فی کتاب الذبائح فانه ای الحلقوم مجری العلف والماء والمری مجری النفس هذا لیس بجید والحق عکسه فان الحلقوم مجری النفس والمری مجری العلف والماء". (مقد مه هدایه اخیرین ص: ۳)

(۲) هدایه ج٤ ص:٤٣٨.

(۳) مقدمہ ہدایہ میں لکھتے ہیں" ماقال فی کتاب الذبائح والنخاع عرق ابیض فی عظم الرقبة نسبه صاحب النهایة الی السهو وقال هو خیط ابیض فی جوف عظم الرقبة یمتد الی الصلب". (مقد مه هدایه اخیرین ص: ٤)

مصنف ہدایہ کی نحو دانی اور عربی شناسی

ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص:۵۷۸ کتاب الدیات(۱) میں لکھتے ہیں "قالا وزفر" یعنی ان دونوں نے کہا اور زفر نے۔ یہاں مضمر مستتر پر مظہر کا عطف ڈالا گیا ہے جو عربی صرف و نحو کے قاعدے کے خلاف ہے، عربیت کا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں مضمر متصل پر عطف اسم ظاہر کا ہو وہاں ضمیر منفصل لائی جائے اور پھر عطف ڈالا جائے، (۲) صحیح عبارت عربیت کے قاعدے کے مطابق یوں ہونی چاہئے وقالا ھما وزفر .

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۶۲۰ کتاب الوقف(۳) میں لکھتے ہیں "وطلحة حبس دروعه فی سبیل الله ویروی و اکراعه" یعنی طلحہؓ کی آہنی زرہیں اور گھوڑے وقف ہیں، اولاً تو یہ روایت ہی حدیث کی کسی کتاب میں نہیں، (۴) حضرت طلحہؓ کا نام مصنف صاحب کی

---

(۱) هدایه ٤ کتاب الدیات ص: ٥٩٤

(۲) کافیہ میں ہے "واذا عطف علی المرفوع المتصل اکد بمنفصل مثل ضربت انا وزید الا ان یقع فصل فیجوز ترکه مثل ضربت الیوم وزید " (کافیه لابن حاجب ص: ٥٩ بحث عطف)

(۳) هدایه ج۱ ٦٤٠

(٤) صحیحین میں ایک روایت اس طرح ہے "واما خالد فانکم تظلمون خالدا قداحتبس ادراعه واعتده فی سبیل الله (بخاری ج۱ ص: ١٩٨ باب قول الله تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین الآیة/ ٤٠٨ باب ماقیل فی درع النبی ﷺ والقمیص فی الحرب .) عن ابی هریرة قال بعث رسول الله ﷺ عمر علی الصدقة فقیل منع ابن جمیل وخالد بن الولید والعباس عم رسول الله ﷺ فقال رسول الله ماینقم ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه الله واما خالد فانکم تظلمون خالدا قداحتبس ادراعه واعتاده فی سبیل الله واما العباس فهی علی ومثلها معها (مسلم ج۱ ص: ٣١٦ کتاب الزکوٰة)

ایجاد ہے دوسرے اس میں عربیت دانی کا ماتم ہے۔ اس لئے کہ **کراع** کی جمع **اکراع** عربیت کے خلاف ہے **فعال** کی جمع **افعال** کے وزن پر عرب میں آتی ہی نہیں، عربیت کے قاعدے ہی سے یہ لفظ غلط ہے۔(۱)

مصنف ہدایہ کی تاریخ دانی

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۱۶۲ فصل فی الدفن (۲) میں لکھتے ہیں "کذا قاله رسول الله ﷺ حین وضع أبادجانة فی القبر" یعنی رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اتارتے وقت یہی دعا پڑھی تھی، دراصل یہ علامہ ممدوح کا تاریخی غلط اجتہاد ہے، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال رسول خدا ﷺ کے وصال کے دو سال بعد ہوا۔ ۱۲ھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے

---

(۱) حاشیہ هدایه میں لکھتے ہیں "وماذکره المصنف من رواية حبس طلحة فتغريب لااصل له ورواية الاكراع غير صحيحة بوجهين احدهما انه لم ينقل عن احد من الرواة واما الاخر من جهة اللفظ وهو ان كراع علىٰ وزن فعال ولم يسمع جمعه على وزن افعال .(هدايه ج۱ ۶۴۰)

نصب الراية میں ہے "قوله وطلحة رضى الله عنه حبس دروعه فى سبيل الله ويروىٰ اكراعه قلت غريب .(نصب الراية ج۳ ص: ۴۷۹) .

فتح القدیر میں ہے "واما ماذكر المصنف من ان طلحة حبس دروعه وفى رواية ادراعه واعتده فلم يعرف وكذا لم يعرف جمعه علىٰ اكراع لان فعالا لايجمع على افعال بل على افعل كعقاب واعقب وانما ذكرله فى الصحاح صيغتى جمع قال فالجمع اكراع ثم اكارع . (فتح القدير ج ۵ ص: ۴۳۰)

(۲) هدايه ج۱ صـ ۱۸۲ كتاب الجنائز

زمانہ میں جنگ یمامہ میں وہ شہید ہوئے۔(۱) معجم طبرانی کتاب الردۃ وغیرہ ملاحظہ ہو۔ پھر جو بزرگ حضور ﷺ کے وصال کے دوسال بعد انتقال فرمائیں انہیں حضور ﷺ قبر میں کیسے اتارتے؟اسی لئے علامہ عینی حنفی جیسے شخص کو بھی مصنف ہدایہ کی یہ غلطی بھاری پڑی ہے اور وہ لکھتے ہیں "ھذا وھم فاحش" (۲)یعنی یہ بڑی فاش غلطی ہے، دراصل وہ صحابی جنہیں

(۱) خود ہدایہ ہی میں بین السطور مرقوم ہے" غلط فان ابادجانة توفی بعده فی وقعة الیمامة " اور مقدمہ ہدایہ میں ابودجانہ کے ذکر میں لکھتے ہیں" ابودجانة بضم الدال اسمه سماك بن خرشة وقیل ابن اوس بن خرشنه الخزرجی الانصاری شهد بدرا وکان من الشجعان ودافع عن رسول الله ﷺ یوم احد وشهد الیمامة وشارك فی قتل مسیلمة الکذاب وتوفی فی خلافة ابی بکر.(مقدمه هدایه ج ۱ ص: ٤) اورصفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں"هذا غلط فان اباد جانة توفی بعد رسول الله ﷺ فی وقعة الیمامة سنة اثنتی عشرة فی خلافة ابی بکر کمارواه الواقدی فی کتاب الردة کذا قال الزیلعی وقال العینی هذا وهم فاحش فان ابادجانة قتل یوم الیمامة کمااسنده الطبرانی فی معجمه عن محمد بن اسحاق الاستیعاب میں ہے " استشهد ابودجانة یوم الیمامة وهو ممن اشترك فی قتل مسیلمة یومئذ مع عبدالله بن زید بن عاصم ووحشی بن حرب .

(الاستیعاب مع اصابة فی تمیز الصحابة ج ٤ صـ ٥٩)

البدایة والنهایة میں یہ بات اور وضاحت کے ساتھ ہے " وقد قتل مسیلمة مع وحشی بن حرب رماه وحشی بالحربة وعلاه ابودجانة بالسیف قال وحشی فربك اعلم ایناقتله ....شهد الیمامة ویقال انه ممن اقتحم علیٰ بنی حنیفة یومئذ الحدیقة فانکسرت رجله فلم یزل یقاتل حتی قتل یومئذ .

(البدایة والنهایة ج ٦ صـ ٣٣٧)

(مزید تفصیل کے لئے نصب الرایة ج۲ صـ ۳۰۰ / فتح القدیر ج۲ صـ ۹۹)

(۲) ملاحظہ ہو مقدمہ ہدایہ ج۱ صـ ۱۳

حضور کے دفنانے اور آپ کی دعا کی برکت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ وہ حضرت عبداللہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کا لقب ذوالبجادین تھا، اور جو غزوہ تبوک میں انتقال فرماگئے تھے (۱) لیکن علامہ ممدوح تاریخی واقعات کے نقل کرنے میں بھی غلطی سے نہیں بچ سکے۔

آپ کی تاریخ دانی کی ایک اور مثال لیجئے۔ ہدایہ فاروقی جلد ۴ کتاب الوصایا باب الوصیة للاقارب ص: ۶۶۳ (۲) میں لکھتے ہیں۔ "ان النبی علیه السلام لماتزوج صفیة اعتق کل من ملك من ذی رحم محرم منها" یعنی نبی ﷺ نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے کل ذی محرم رشتہ داروں کو آزاد کردیا مصنف ممدوح نے یہاں

---

(۱) هدایه ج۱ ص: ۱۸۲ بین السطور میں ہے "الصحیح انه وضع ذاالبجادین اسمه عبدالله . اور مقدمہ هدایہ میں لکھتے ہیں "والذی وضعه رسول الله فی قبره هو ذوالبجادین واسمه عبدالله وکان اولا اسمه عبدالعزی فغیره رسول الله ﷺ الیه مات فی غزوة تبوك . (مقدمه هدایه ج۱ ص: ۱۳)

البدایة والنهایة میں ہے عبدالله بن مسعود بیان کرتے ہیں

قمت من جوف اللیل وانا مع رسول الله فی غزوة تبوك فرایت شعلة من نار فی ناحیة العسکر فاتبعتها ونظرت الیها قال فاذا رسول الله وابوبکر وعمر واذا عبدالله ذوالبجادین قد مات واذا هم قد حفروا له ورسول الله فی حفرته وابوبکر وعمر یدلیانه واذا هو یقول ادنیا الی اخاکما فدلیاه الیه فلما هیاه لشقه قال اللهم انی قد امسیت راضیاً عنه فارض عنه قال یقول ابن مسعود یا لیتنی کنت صاحب الحفرة . (البدایة والنهایة ج ۵ صـ ۱۸)

السیرة النبویة لابن کثیر ج ٤ صـ ۳۳ اور سیرة النبی لابن هشام ج۲ صـ ۳۳۹ میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔

(۲) هدایه ج ٤ صـ ٦٧٩

بھی زبردست ٹھوکر کھائی ہے،(۱) جن بیوی صاحب کی وجہ سے ان کی قوم کے لونڈی غلام آزاد ہوئے تھے وہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں نہ کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، غزوہ بنی المصطلق میں یہ قید ہو کر آئی تھیں۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئیں وہاں سے حضور ﷺ کی خدمت میں امداد کے لئے حاضر ہوئیں، آپ نے ان سے نکاح کر لیا،اس خبر کو سن کر حضرت جویریہ کی قوم کے جتنے آدمی اور صحابیوں کے پاس قید تھے اور اوروں کے غلام بنے ہوئے تھے ان سب کو ان کے مالکوں نے بہ سبب حضرت جویریہؓ کے ام المومنین میں داخل ہونے اور ان لوگوں کے زوجۃ الرسول کی قوم میں ہونے کے آزاد کر دیا۔ غرض اولاً تو حضرت صفیہ کا یہ واقعہ نہیں بلکہ حضرت جویریہؓ کا ہے اور اس میں بھی مصنف صاحب کا یہ کہنا کہ ذی محرم رشتہ دار آزاد ہوئے، غلط ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان کی قوم کے کل قیدی غلام آزاد اور رہا کر دیئے گئے، اسی بنا پر حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں۔ ہم نے نہیں دیکھا کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ کسی عورت نے اپنی قوم کو نفع پہونچایا ہو، ان کی وجہ سے ان کی قوم بنی المصطلق کے ایک سو گھرانوں کو آزادی حاصل ہوئی (ابوداؤد)(۲)

---

(۱) اس چوک کا اعتراف خود احناف کو بھی ہے حاشیہ هدایه میں لکھتے ہیں "هذا من مسامحات صاحب الهداية والصواب جويرية وكان اسمها برة فسماه عليه السلام جويرية. (ملاحظه هو هدایه ج ٤ صـ ٦٧٩ حاشيه ١١)

نصب الرایہ میں ہے "قلت هكذا فى الكتاب صفية وهو وهم وصوابه جويرية" (نصب الراية ج ٤ صـ ٤١٤)

(۲) ابوداؤد میں ان کا واقعہ مفصل موجود ہے اور اس سے صاحب ھدایہ کی ایک نہیں بلکہ دو غلطی واضح ہوتی ہے۔ (۱) ایک یہ کہ آپ ﷺ نے جن کو آزاد کر کے شادی کی تھی وہ صفیہ نہیں ہیں بلکہ حضرت جویریہ ہیں (۲) ان کی قوم کے تمام قیدی غلام آزاد کر دیئے گئے تھے نہ کہ صرف ذی محرم رشتہ دار آزاد ہوئے تھے۔ (ملاحظہ ہو ابوداؤد کتاب العتاق ص ۵۴۸) علاوہ ازیں ان کا واقعہ احمد ابن راھویہ بزار اور ابن حبان میں بھی موجود ہے

ہدایہ مجتبائی جلد ۲ ص:۵۵۹(۱)فصل فی التنفیل میں لکھتے ہیں "قال علیه السلام لحبیب بن ابی سلمة لیس لك من سلب قتیلك الا ماطابت به نفس امامك "یعنی نبی ﷺ نے حبیب بن ابو سلمہ سے فرمایا کہ تو نے جس کافر کو قتل کیا ہے اس کے مال میں تجھے صرف وہی مل سکتا ہے جو تیرا امام بخوشی خاطر دے۔ علامہ ممدوح نے یہاں ایک نہیں کئی ایک غلطیاں کی ہیں۔ پہلی غلطی تو یہ کہ کہتے ہیں حبیب بن ابوسلمۃ کو حضور ﷺ نے فرمایا۔ حالانکہ صحابیوں میں حبیب بن ابو سلمہ کوئی نہیں ہے۔

اصل میں یہ واقعہ ہے حبیب بن مسلمہؓ کا، جو کہ قرشی النسل ہیں جن کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے اور لقب حبیب الروم ہے۔ جو آذربائیجان، ارمینیہ وغیرہ کے حضرت فاروقؓ کے زمانہ میں گورنر تھے جن کا انتقال ۴۲ھ میں ہوا ہے۔ (۲) علاوہ ازیں اس حدیث کے جو کہ نہایت ضعیف ہے۔ (۳) راوی نہ تو حبیب بن ابو سلمہ ہیں نہ حبیب بن مسلمہ بلکہ اس کے راوی

---

(۱) هدایه ج۲ صـ ۵۸۰

(۲) تقریب التهذیب صـ ۱۵۱ میں ان کا ذکر اس طرح ہے "حبیب بن مسلمة بن مالك بن وهب القرشی الفهری المکی نزیل الشام و کان یسمی حبیب الروم لکثرة دخوله علیهم مجاهدا مختلف فی صحبته والراجح ثبوتها لکنه کان صغیرا وله ذکر فی الصحیح فی حدیث ابن عمر مع معاویة مات بارمینیة امیرا علیها لمعاویة سنة اثنتین واربعین .

(۳) اس حدیث کو طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند میں عمرو بن واقد ہیں وہ متروک ہیں ۔ (ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۵ صـ ۳۳۱) اسی طرح بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور اس کی سند حجت کے لائق نہیں ہے ۔ (ملاحظہ ہو نصب الرایه۳ صـ ۴۳۱ /الدرایه برحاشیه هدایه ج۲ صـ ۵۷۹)

توحضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اس کے ماسوا جس جنگ کا یہ واقعہ ہے اس جنگ میں تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے ہی نہیں۔ پھر آپ کسی کو بھی اس وقت کچھ بھی کہاں سے فرماتے؟ یہ فرمان دراصل حضرت معاذؓ کا ہے۔ (۱) جنھوں نے حضرت حبیب کو سمجھایا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ دابق میں مسلمانوں کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر لشکر تھے۔ حبیب بن مسلمہ فہری کو معلوم ہوتا ہے کہ نبیہ قرظی (۲) مال تجارت لے کر بحرین سے ارمینیہ جارہا ہے یہ وہاں پہونچتے ہیں، لڑائی ہوتی ہے وہ کافر قتل کیا جاتا ہے یہ اس کے مال کو جو ریشم، یاقوت، زمرد وغیرہ تھا پانچ خچروں پر لاد کر واپس آتے ہیں، امیر لشکر سے عرض کرتے ہیں کہ اس کافر کو میں نے مارا ہے۔ اس کے کل مال کا حقدار میں ہوں۔ مجھے یہ سارا مال دیدیا جائے، لیکن حضرت ابوعبیدہؓ فرماتے ہیں میں امیر لشکر ہوں مسلمانوں کی مصلحتوں اور جنگی اتار چڑھاؤ کے لحاظ سے اس کی تقسیم کا اختیار مجھے ہے۔ خواہ سب دوں خواہ تھوڑا۔ اس وقت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ٹھیک ہے، امام کی مرضی پر اس مال کی تقسیم ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں یونہی ہے، یہ فرما کر وہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت حبیب بن مسلمہؓ کو اس میں سے امیر لشکر پانچواں

---

(۱) حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں "ان هذا الحديث ليس لحبيب فانه ماسمعه من رسول الله وانما هو لمعاذ بن جبل سمعه من النبی علیه الصلوٰة والسلام ورد به علی حبيب حين اراد ان ياخذ السلب الذی اخذه. (هدایه ج۲ صـ ۵۷۹)

(۲) نصب الرایہ میں صاحب قبرص مجمع الزوائد میں ابن صاحب قبرص اور الدرایہ میں نبیہ القرظی ہے جبکہ صحیح قبرصی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حصہ دیتے ہیں اور وہ بھی ایک ہزار دینار کی قیمت کا ہوتا ہے۔(۱) کیا اب بھی ہمارا منہ بند کیا جائے گا؟ اور ہماری زبان روکی ہی جائے گی؟ اگر ہم یہ کہدیں کہ مصنف ہدایہ تارِیخ میں بھی ماہر نہ تھے یا کم از کم اس کے بیان کرنے میں محتاط نہ تھے۔

مصنف ھدایہ کی ایک اور تاریخی غلطی

مصنف کی اس سے بھی بڑھ کر تاریخی غلطی ملاحظہ فرمائیے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۱۶۴ (۲) باب الشہید میں لکھتے ہیں

"شهدآء احد ماتوا عطاشاً والكاس تدار عليهم فلم يقبلوا خوفاً من نقصان الشهادة" یعنی احد میں جو لوگ زخموں کے مارے شہادت کے قریب پہنچ چکے تھے ان پر پانی کا برتن لے کر لوگ گھومتے رہے مگر کسی نے پانی نہ پیا اور پیاسے ہی شہید ہوگئے، کیونکہ انہیں پانی پی لینے میں اپنے اجر کی کمی کا خوف تھا۔

صاحب ہدایہ نے اس واقعہ کے بیان میں بھی دلیری اور مسامحت سے کام لیا ہے کسی حدیث کی یا تاریخ کی کتاب میں شہدائے احد کے بارے میں کوئی ایسا واقعہ مذکور نہیں۔ البتہ دراصل یہ واقعہ جنگ یرموک کا ہے۔ جسے علامہ ممدوح اپنی مجتہدانہ شان میں احد کا بتلا رہے ہیں۔ زاں بعد پھر ایک اور غلطی کی ہے کہ پانی نہ پینے کی وجہ شہادت کے اجر کے کم ہو جانے کا خوف

---

(۱) الكبير الاوسط للطبراني بحواله نصب الراية للزيلعي ج۳ صـ ۴۳

(۲) هدايه ج۱ صـ ۱۸۴ باب الشهيد

تھا حالانکہ شہداء یرموک کے اس واقعہ کی بھی غرض یہ نہ تھی بلکہ ایک کا دوسرے کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم کر کے یہ کہنا ہے کہ مجھے نہیں بلکہ فلاں کا پلاؤ، پھر اس دوسرے کا بھی یہی جواب دینا ہے یہاں تک کہ پانی گھومتا ہی رہا اور ان بزرگوں نے راہ خدا میں تشنہ کام جان دیدی۔ رضی اللہ عنھم (۱)

---

(۱) شارح هدایه علامه ابن الهمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ جنگ یرموک کا ہے نہ کہ جنگ احد کا، اور شہداء نے ایثار کے طور پر پانی نہیں پیا تھا نہ کہ اس خوف سے کہ شہادت کا اجر کم ہو جائے گا۔ عبارت ملاحظہ ہو

" كون هذا وقع لشهداء احد الله اعلم به وروى البيهقى فى شعب الايمان بسنده عن ابى جهم بن حذيفة العدوى قال انطلقت يوم اليرموك اطلب ابن عمى ومعه شنة ماء فقلت ان كان به رمق سقيته ومسحت به وجهه فاذا به ينشع فقلت اسقيك فاشار ان نعم فاذا رجل يقول آه فاشار ابن عمى ان انطلق به اليه فاذا هو هشام بن العاص اخوعمر وبن العاص فاتيته فقلت اسقيك فسمع آخر يقول اه فاشار هشام ان انطلق اليه فجئته فاذا هوقد مات فرجعت الىٰ هشام فاذا هو قد مات فرجعت الىٰ ابن عمى فاذا هو قد مات .

(فتح القدير ج۲ صـ ۱۰۸ باب الشهيد)

نصب الرايه میں بھی ہے کہ یہ واقعہ جنگ یرموک کا ہے اور شہداء نے اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہوئے پانی نہیں پیا تھا۔

(ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۱۸)

البدايه والنهايه میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے "وقد ذكر الواقدى وغيره انهالماصرعوا من الجراح استسقوا ماءً فجيء اليهم بشربة ماء فلما قربت الىٰ احد هم نظر اليه الاخر فقال ادفعها اليه فتدا فعوها كلهم من واحد الىٰ واحد حتى ماتوا جميعا ولم يشربها احد منهم، رضى الله عنهم اجمعين.

(البداية والنهاية ج۷ ص: ۱۲)

شرمناک جسارت

ان واقعات کے بعد اب ایک تاریخی غلطی ہی نہیں بلکہ مصنف ہدایہ کی ایک شرمناک جسارت ملاحظہ ہو۔

ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص: ۶۲۳(۱) باب القسامۃ میں لکھتے ہیں "واما اهل خيبر فالنبي عليه السلام اقرهم على املاكهم" یعنی نبی ﷺ نے خیبر والوں کو ان کی ملکیت پر برقرار رکھا۔

نہ جانیں علامہ مصنف کو تاریخی واقعات کے الٹ پلٹ کرنے کا چسکا کیوں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ خیبر لڑائی میں مسلمانوں نے فتح کیا۔ پھر جو چیز لڑائی میں غالب آنے کے بعد بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگے اسے قبضۂ کفار میں کیسے چھوڑ دی جائے گی؟ پھر کتب حدیث و سیر میں صاف صاف موجود ہے کہ خیبر کی زمین فاتحین پر تقسیم کر دی گئی۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے "قسم رسول الله ﷺ خيبر" (۲) یعنی حضور ﷺ نے خیبر کو مسلمانوں

---

(۱) هداية ج ٤ ص ٦٣٩

(۲) عن سهل بن ابی حثمة قال قسم رسول الله ﷺ خيبر نصفين نصفاً لنوائبه وحاجته ونصفاً بين المسلمين قسمها بينهم علىٰ ثمانية عشر سهما.

(ابوداؤد كتاب الخراج والفيء والامارة باب فی حكم ارض خيبر ص ٤٢٥)

(ملاحظه) ابوداؤد کے اسی باب کی دوسری روایت میں اور بخاری ج ۲ ص ۶۰۷ اور زاد المعاد ج ۳ ص ۲۹۳ میں اس تقسیم کی تفصیل بھی موجود ہے۔

صاحب نصب الرایہ علامہ زیلعی حنفی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اہل خیبر اپنی ملکیت پر قائم نہ تھے۔ دیکھئے نصب الرایہ ج ۴ ص: ۳۹۷

صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ بات کہیں نہیں ملی کہ اہل خیبر اپنی ملکیت پر قائم تھے۔ (دیکھئے ہدایہ مع الدرایہ ج ۴ ص: ۶۳۹)

پر تقسیم کر دیا۔ لیکن علامہ مرحوم اس کے برعکس کہہ رہے ہیں کہ وہ زمین کفار کے قبضہ میں دیدی گئی، میں نے اس واقعہ کی نسبت اوپر لکھا ہے کہ اس میں شرمناک جسارت سے کام لیا گیا ہے، اب اسے ملاحظہ فرمائیے۔

یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ مصنف مرحوم اس جگہ اس زمین کو کفار کے قبضہ میں دے دی، لکھتے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے اسی کتاب ہدایہ جلد دوم ص:۵۴٦ باب الغنائم (۱) میں وہ لکھ آئے ہیں "ان شاء قسمها بين المسلمين كمافعل رسول الله عليه السلام بخيبر" یعنی حضور ﷺ نے خیبر کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا، جس چیز کی تقسیم کو خود نقل کرتے ہیں، مانتے ہیں، خبر رکھتے ہیں، صحیح جانتے ہیں، اسی کی تقسیم سے تھوڑی دیر کے بعد انکار کرتے ہیں، نہیں مانتے ہیں، بے خبر ہو جاتے ہیں گویا غلط جانتے ہیں، شاید کسی دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ کتاب اس کی جو وجہ پیش کر رہی ہے میں اسے بھی بتا دوں، دراصل بات یہ ہے کہ مصنف مرحوم کو جلد دوم میں حنفی مذہب کا یہ مسئلہ ثابت کرنا ہے کہ جب کسی شہر کو مسلمان امام فتح کرے تو وہ اسے مسلمانوں میں تقسیم کر سکتا ہے، اس کے ثبوت کے لئے یہ ضرورت تھی کہ خیبر کو تقسیم شدہ مانا جائے تو وہاں لکھ دیا کہ خیبر کو حضور ﷺ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ (۲) لیکن جلد چہارم میں حنفی مذہب کے اس مسئلہ کے

---

(۱) هدایه ج۲ ص ۵٦٦

(۲) واذا فتح الامام بلدة عنوة ای قهرا فهو بالخيار ان شاء قسمها بين المسلمين كمافعل رسول الله عليه السلام بخيبر (هدايه ج۲ باب الغنائم

ثابت کرنے کی ضرورت پڑی کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ قتل کیا ہوا ملے، قاتل کا علم نہ ہو تو اس جگہ کے پچاس آدمی اس قتل کی بابت قسم کھلائے جائیں گے۔ ان میں صاحب جائداد، مالک ملکیت لوگوں پر قسم ہے، (۱) لیکن اس مسئلہ کے خلاف یہ واقعہ تھا کہ خیبر والوں سے قسمیں لی گئیں وہ ملکیت والے نہ تھے جیسا کہ پہلے ہدایہ میں گذر چکا ہے، اس اعتراض کو دفع کرنے کے لئے یہاں لکھ دیا کہ وہ مالک املاک تھے، رسول خدا ﷺ نے انہیں ان کی ملکیت پر برقرار رکھا تھا، غرض ایک مسئلہ حنفی مذہب کا یہ کہہ کر ثابت کیا کہ حضور ﷺ نے خیبر مسلمانوں کی ملکیت میں کر دیا تھا۔ ایک مسئلہ اپنے مذہب کا یہ کہہ کر ثابت کیا کہ خیبر کو حضور نے خیبر والوں کی ملکیت میں برقرار رکھا تھا۔ فلاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مصنف ہدایہ کی واقعات شناسی

اس تجر تاریخی کے بعد مصنف ممدوح کی واقعات شناسی بھی قابل داد ہے، واقعات کو نئے نئے قالب پہنانا بھی گویا تجر اجتہادی کے لئے طرۂ امتیاز ہے۔ ملاحظہ ہو ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۱۰۱ باب الامامۃ (۲) میں لکھتے ہیں لقوله علیه السلام "لابنی ابی ملیکة" یعنی آنحضرت ﷺ نے ابوملیکہ کے دونوں لڑکوں سے فرمایا خدا جانے مصنف صاحب یہ حدیث کہاں سے

---

(۱) واذا وجد القتیل فی محلة ولایعلم من قتله استحلف خمسون رجلا منهم یتخیر هم الولی بالله ماقتلناه ولاعلمنا له قاتلاً .... وهو علی اهل الخطة دون المشترین . (هدایه ج ٤ صـ ٦٣٤ - ٦٣٩ باب القسامة)

(۲) هدایه ج ۱ صـ ۱۲۲

لائے ؟ حدیث کی کسی کتاب میں حضور ﷺ کا ابوملیکہ کے لڑکوں سے یہ فرمانا منقول نہیں (۱) ہاں حضور ﷺ کا یہ فرمان صحاح ستہ میں مروی ہے، وہاں مالک بن حویرث اوران کے ساتھی کانام ہے۔(۲) ساتھی کانام بعض روایت میں ابن عمرؓ آیاہے (۳) بعض میں ان کے چچازاد بھائی کاذکر ہے (۴) لیکن مصنف جو نام لیتے ہیں وہ کہیں بھی مذکور نہیں، مزہ تو یہ ہے کہ خود مصنف نے بھی اور جگہ صاف لکھا ہے کہ یہ دو شخص مالک بن حویرثؓ اورابن عمرؓ تھے چنانچہ زیلعی اورابن ہمام وغیرہ لکھتے ہیں کہ مصنف ہدایہ نے

---

(۱) صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں "وقول المصنف فيه لابنى ابى مليكة غلط وصوابه مالك بن الحويرث وصاحب له اوابن عم له اوابن عمر على الروايات الثلاث (نصب الرايه ج۱ صـ ۲۹۰)

(۲) ملاحظہ ہو بخارى ج۱ صـ ۸۸ باب الاذان للمسافر وصـ ۹۰ باب اثنان فمافوقها جماعة وصـ ۳۹۹ باب سفر الاثنين / مسلم ج۱ باب من احق بالامامة صـ ۲۳۶ / ابوداؤد ج۱ باب من احق بالامامة صـ ۸۷ / ابن ماجه ج۱ باب من احق بالامامة صـ ۳۱۳ . نسائى ج۱ باب من احق بالامامة صـ ۹۰ وباب اذان المنفردين فى السفر صـ ۷٤ / ترمذى ج۱ باب ماجاء فى الاذان في السفر صـ ۵۰ / مسنداحمد ج۵ صـ ۹۳ وج ۳ صـ ٤۳٦
حدیث کے الفاظ یہ ہیں "عن مالك بن الحويرث قال انصرفت من عندالنبى ﷺ فقال لنا انا وصاحب لى اذنا واقيما ثم ليومكما اكبركما."

(۳) صاحب نصب الرایہ کے بیان کے مطابق نسائی میں ساتھی کانام ابن عمر آیاہے لیکن نسائی کی کسی روایت میں مجھے یہ نام نہیں مل سکا۔حافظ ابن حجر رحمه الله فتح الباری میں لکھتے ہیں "لم ار فى شىء من طرقه تسمية صاحبه ." (فتح البارى ج۲ صـ ۱٤۳ مطبوعه مكتبة اشرفيه ديوبند و مكتبة الفهيم مئو)

(٤) چچازاد بھائی کاذکر ترمذی اور نسائی میں ہے ملاحظہ ہو ترمذى ج۱ صـ ۵۰ باب ماجاء فى الاذان فى السفر . / نسائى ج۱ صـ ۹۰ باب من احق بالامامة

کتاب الصرف میں اسی حدیث کو اس طرح لکھا ہے "وقال علیه السلام لمالك بن الحویرث وابن عمر "(۱) لیکن جو نسخہ ہدایہ کا میرے ہاتھوں میں ہے "مطبوعہ فاروقی" اس میں کتاب الصرف میں یہ عبارت نہیں (۲) اگر در اصل نہ ہو تو ہمارا خیال بالکل صحیح ہے کہ مصنف صاحب واقعات کے بیان میں لا پرواہی سے کام لیتے ہیں اور اگر کتاب الصرف میں یہ عبارت ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہیں حق و باطل میں چنداں تمیز کرنے کی اہلیت نہیں۔ کبھی کچھ لکھ دیا کبھی اس کے خلاف اور کچھ لکھ دیا۔

ہدایہ مجتبائی جلد ۲ ص: ۳۹۴ فصل فی الکفارۃ (۳) میں لکھتے ہیں " لقوله علیه السلام فی حدیث اوس ابن الصامت وسهل بن صخر " یعنی آنحضرت علیہ السلام نے اوس بن صامت اور سہل بن صخر کی حدیث میں فرمایا ہے۔ یہ بھی مصنف صاحب کی لاابالی کا ظہور ہے۔ سہل بن صخر سے کفارۂ ظہار کے بارے میں کچھ بھی مروی نہیں ہاں سلمہ بن صخر بن سلیمان بن حارثہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ظہار کا قصہ مروی ہے (۴) بعض

---

(۱) نصب الرایه ج۱ ص ۲۹۰ . فتح القدیر ج۱ ص ۱۷۸

(۲) هدایة مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند اور مکتبہ اشرفیہ دیوبند میں بھی نہیں ہے۔

(۳) هدایه فصل فی الکفارة باب الظهار ص ٤١٤

(٤) حاشیه هدایه میں لکھتے ہیں "لم یرو شیء اصلا عن سهل بن صخر ممایتعلق بالظهار وذکر فی المبسوط سلمة بن صخر هو سلمة بن صخر بن سلیمان بن حارثة الانصاری ثم البیاضی مد نی وهو الذی ظاهر من امرته ثم وقع علیها فامره رسول اللهﷺ ان یکفر . (ملاحظہ ہو هدایہ ج ۲ ص ۴۱۴ حاشیہ نمبر ۸)

هدایہ ج ۲ ص ۴۱۰ کتاب الطلاق میں ظہار کرنے والے کا نام بین السطور میں سلمہ بن صخر لکھا ہے۔ فتح القدیر میں ہے "صوابه سلمة بن صخر والحدیث غریب (فتح القدیر ج ٤ ص ١٠٤ فصل فی الکفارة)

روایات میں سلیمان بن صخر بھی آیا ہے (تهذیب التهذیب)(۱) لیکن سہل بن صخر سے اس واقعہ کو کسی محقق نے بیان نہیں کیا(۲) صاحب ہدایہ کی یہ ٹھوکر ہے۔ اسی واسطے مولانا عبدالحلیم حنفی بھی حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں "هذا من زلة قلم صاحب الهدايه"(۳) یہاں مصنف ہدایہ کا قلم لغزش کھا گیا ہے۔

---

(۱) ملاحظه هو ترمذی ج۱ صـ ۲۲۷ باب ماجاء فی کفارة الظهار /مستدرك حاكم ج۲ صـ ۲۰٤ / قال الحافظ في الاصابة في ترجمة سلمان بن صخر هو سلمة بن صخر / بحواله خاشيه مصنف عبد الرزاق ج٦ صـ ٤٣١

(۲) اسلام میں ظہار کا پہلا واقعہ اوس بن صامت انصاری کا ہے جن کی بیوی خولہ کی فریاد پر سورۂ مجادلہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئی ہیں ان کا واقعہ ابو داؤد صـ ۳۰۲ باب فی الظهار / مسند احمد ج٦ صـ ٤١٠ / مستدرك حاكم ج۲ صـ ٤٨١ / السنن الكبرى للبيهقى ج۷ صـ ۳۸۲ میں ہے

ظہار کا دوسرا واقعہ سلمہ بن صخر بیاضی کا ہے جن کا واقعہ مسند احمد ج٥ صـ ٤٣٦ / ابو داؤد صـ ۳۰۱ باب فی الظهار / ترمذی ج۱ صـ ۲۲۷ باب ماجاء فی كفارة الظهار / حاكم ج ۲ صـ ۲۰۳ /ابن ماجه ج۱ صـ ٦٦٦ / بیهقی ج۷ صـ ۳۸٥ .مصنف عبدالرزاق ج٦ صـ ٤٣١ میں ہے

تیسرا واقعہ نام کی صراحت کے بغیر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے ہی اس سے مباشرت کرلی۔ یہ واقعہ ابو داؤد صـ ۳۰۲ باب في الظهار / ترمذی ج۱ صـ ۲۳۷ / نسائی ج۲ صـ ۵۰ / ابن ماجه ج۱ صـ ٦٦٧ / حاكم ج۲ صـ ۲۰٤ / مصنف عبدالرزاق ج٦ صـ ٤٣٠ / السنن الكبرى للبيهقى ج۷ صـ ۳۸٦ میں ہے۔

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سنا کہ اپنی بیوی کو بہن کہہ کر پکار رہا ہے اس پر آپ نے غصہ سے فرمایا یہ تیری بہن نہیں مگر آپ نے اسے ظہار قرار نہیں دیا۔ یہ واقعہ ابو داؤد صـ ۳۰۱ باب فی الرجل يقول لامرأته يااختى میں ہے ؛

(۳) هدايه ج۲ صـ ٤١٤

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب الاحرام ص:۲۲۰(۱) میں لکھتے ہیں" وکان ابن عمر یقول اذا لقی البیت بسم الله والله اکبر " یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کی ملاقات کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھتے تھے، چونکہ حنفی مذہب کا یہ مسئلہ ہے کہ بیت اللہ کو دیکھ کر بسم الله والله اکبر پڑھنا چاہئے(۲) اس کی دلیل کے لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک اس وظیفہ کو جو وہ حجر اسود کو چومتے وقت پڑھتے تھے الٹ پلٹ کر کے اس کا کعبہ کو دیکھ کر پڑھنا لکھ دیا اور اپنی واقعات شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے مذہب کو بھی ثابت کر دیا۔ چنانچہ حنفی مذہب کی کتاب بنایہ میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں۔"غریب والذی رواہ البیھقی انه کان یقوله عند استلام الحجر الاسود "(۳) یعنی مصنف کا یہ قول غریب وعجیب ہے بیہقی کی روایت میں ان الفاظ کا حجر اسود کے استلام کے وقت پڑھنا ہے۔(۴) مصنف مرحوم کی واقعات شناسی کی داد کے لئے یہ واقعہ بھی کچھ کم نہیں جو آپ نے جزو اول کتاب الصوم ص:۱۹۲ مجتبائی میں

---

(۱) ھدایه ج۱ صـ ۲٤۰

(۲) "واذا عاین البیت کبر وھلل (ھدایه ج۱ کتاب الحج صـ ۲٤۰/ شرح وقایه ج۱ کتاب الحج صـ ۲٦۰)

(۳) یہ عبارت موجودہ ہدایہ کے بین السطور میں بھی ہے

(۴) بیہقی میں ہے " عن نافع قال کان ابن عمر فذکر الحدیث قال ثم ید خل مکة ضحی فیاتی البیت فیستلم الحجر ویقول باسم الله والله اکبر .(السنن الکبری للبیھقی ج۵ صـ۷۹) کتاب ابن المفلس میں ہے کہ حضرت عمر جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے "اللھم انت السلام ومنك السلام حینا ربنا بالسلام " (بحوالہ نصب الرایه ج۳ صـ ۳٦)

وارد کیا ہے لکھتے ہیں "ولنا قوله ﷺ بعد ماشهد الاعرابی "(۱) یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس جب اعرابی نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو آپ نے فرمایا جس نے کھالیا ہے وہ اب مغرب تک نہ کھائے اور جس نے نہیں کھایا وہ روزہ رکھے۔ یہ روایت ہماری دلیل ہے کہ رمضان کے روزے کی رات کو نیت کرنی ضروری نہیں بلکہ دن کو بھی کر سکتا ہے، حالانکہ اس واقعہ میں حدیث کی کسی کتاب میں حضور کے یہ الفاظ نہیں (۲) ایک تو رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ دوسرے واقعہ کے خلاف بیان۔

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے "ولنا قوله ﷺ بعد ماشهد الاعرابی برؤية الهلال الامن اكل فلا ياكلن بقية يومه ومن لم ياكل فليصم .

(هدايه ج۱ صـ ۲۱۲ كتاب الصوم)

(۲) صاحب نصب الرایہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "حديث غريب وذكره ابن الجوزی فی التحقيق وقال ان هذا حديث لايعرف وانما المعروف انه شهد عنده برؤية الهلال فامران ينادی فی الناس ان يصوموا غداً

(نصب الرايه ج۲ صـ ۴۳۵)

صاحب درایہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں لم اجده (صـ ۲۱۲).

فتح القدیر میں ہے "اما النص فماذكره هو مستغرب والله اعلم به بل المعروف انه شهد عنده برؤية الهلال فامران ينادی فی الناس ان يصوموا غدا

(فتح القدير ج۲ ص: ۲۳۷)

درحقیقت یہ حدیث ابن عباس سے اس طرح مروی ہے " جاء اعرابی فقال انی رأيت الهلال فقال اتشهد ان لااله الا الله وان محمدا رسول الله قال نعم قال يابلال اذن فی الناس فليصوموا . (ابوداؤد ج۱ صـ ۳۲۰ باب فی شهادة الواحد على روية هلال رمضان / ترمذی ج۱ صـ ۱۴۸ باب ماجاء فی الصوم بالشهادة /نسائی ج۱ صـ ۲۳۱ / دارمی ج۲ صـ ۹ / ابن ماجة ج۱ صـ ۵۲۸)

ہدایہ فاروقی جلد ۳ کتاب الشہادۃ ص: ۱۳۸ میں لکھتے ہیں "لقولہ علیہ السلام "للذی شھد عندہ "(۱) یعنی نبی علیہ ﷺ نے اپنے سامنے شہادت دینے والے کو فرمایا۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے جس شخص سے حضور نے یہ فرمایا تھا اس نے آپ کے سامنے کوئی شہادت نہ دی تھی۔(۲) قصہ یہ ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی زناکاری کا اقرار کیا تھا جس بنا پر انہیں رجم کیا گیا (۳) حضور علیہ ﷺ کے پاس انہیں بھیجنے والے حضرت ہزال تھے آپ نے حضرت ہزال کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ اگر تم ان کی ستر پوشی کرتے تو اچھا تھا (۴) لیکن حضرت علامہ نے اپنی واقعہ شناسی کا ایک نمونہ قائم کرنے کے لئے اصل واقعہ کو الٹ پلٹ کر ڈالا۔ ان واقعات شناسی کی قدردانی ناظرین پر چھوڑ کر اب ہم ایک اور باب منعقد کرتے ہیں۔

---

(۱) لقولہ علیہ السلام للذی شھد عندہ لو سترتہ بثوبك لكان خیرا لك (ھدایہ ج۳ صـ ۱۵٤).

(۲) صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں " الذی قال لہ النبی ﷺ ھذا القول لم یشھد عنہ بشیء ولکنہ حمل ماعزا علیٰ ان اعترف عند النبی ﷺ بالزنا کمارواہ ابوداؤد والنسائی (نصب الرایہ ج ٤ صـ ۷٤)

فتح القدیر میں ہے کذا ذکرہ المصنف والمعروف فی الحدیث ان ھذا قالہ ﷺ لھزال (فتح القدیر ج٦ صـ ٤٤۹)

(۳) بخاری ج۲ صـ ۱۰۰۸ کتاب المحاربین مسلم ج۲ صـ ٦۸ باب حد الزنا

(٤) مصنف عبد الرزاق ج۷ صـ ۳۲۳ باب الرجم والاحسان / مسند احمد ج۵ صـ ۲۱٦ / مستدرك ج٤ صـ ۳٦۳

مصنف ہدایہ کی حدیثوں میں زیادتی

ناظرین واقف ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ پر وہ کہنا جو آپ نے نہ کہا ہو ایک بدترین جرم ہے۔ یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے۔ "من قال علی مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار "(۱) یعنی جو شخص مجھ پر وہ کہے جو میں نے نہیں کہا وہ اپنی جگہ جہنم میں مقرر کرلے۔ مصنف ہدایہ کو بعض مرتبہ اپنے مذہب کے مزید ثبوت میں کوئی حدیث بھی وارد کرنی پڑتی ہے، کہیں دوسرے مذہب کی تردید کرتے ہوئے ان کی دلیل میں کام آنے والی حدیث کا جوڑ توڑ بھی کرنا پڑتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ علامہ موصوف کی اس بارے میں بھی کوئی قابل ستائش روش نہیں، کتاب **هدایه** میں حدیث بیان کرتے ہوئے وہ جملے بھی حدیث میں شامل کردیئے گئے ہیں جو دراصل حدیث میں نہیں، اس جرم کی جو کچھ سزا ہے وہ مخفی نہیں، ابھی آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، تاہم ہم تو یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصنف مرحوم سے درگذر فرمائے، اگر اس نے پکڑ لیا تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ اپنے جواب میں کون سا طریق استدلال کام میں لائیں گے۔

---

(۱) بخاری ج۱ صـ ۲۱ "باب اثم من کذب علی النبی ﷺ" یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ یہاں موجود ہے۔ (من یقل علی مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار— من تعمد علی کذباً فلیتبوأ مقعده من النار— من کذب علی فلیتبوأ مقعده من النار— من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار— لاتکذبوا علی فانه من کذب علی فلیلج النار) دارمی ج۱ صـ ۸۹ / مسند احمد ج۲صـ ۱۷۱ / ج٤ صـ ۲۰۱.

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب الحج عن الغیر ص:۲۷۷(۱) میں لکھتے ہیں "کحدیث الخثعمیة فانه علیه السلام قال فیه حجی عن ابیك واعتمری" یعنی خثعمیہ کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ ادا کر۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود ہے (۲) لیکن کسی کتاب میں بھی "واعتمری" یعنی عمرہ کرنے کا لفظ نہیں۔ (۳) کوئی ہے جو حنفیت کی لاج رکھ لے اور خثعمیہ والی روایت

(۱) هدایه ج۱ ص ۲۹۷

(۲) حدیث خثعمیہ یہ ہے " عن عبدالله بن عباس قال کان الفضل ردیف رسول الله ﷺ فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ینظر الیها وتنظر الیه وجعل النبی ﷺ یصرف وجه الفضل الی الشق الآخر فقالت یارسول الله ان فریضة الله علیٰ عباده فی الحج ادرکت ابی شیخا کبیرا لایثبت علی الراحلة افاحج عنه قال نعم وذلك فی حجة الوداع

(بخاری ج۱ کتاب المناسك باب وجوب الحج وفضله ص ۲۰۵ وص ۲۵۰ باب الحج عمن لایستطیع الثبوت علیٰ راحلته وباب حج المرأة عن الرجل، ج۲ ص ۶۳۹ باب حجة الوداع وص ۹۲۰ کتاب الاستیذان.

مسلم ج۱ باب الحج عن العاجز لزمانة / ابو داؤد باب الرجل یحج عن غیره / ترمذی باب ماجاء فی الحج عن الشیخ الکبیر والمیت /نسائی کتاب آداب القضاة / دارمی باب فی الحج عن الحی / موطا کتاب الحج، الحج عمن یحج عنه / ابن ماجه کتاب المناسك باب الحج عن الحی اذا لم یستطع / الفتح الربانی باب وجوب الحج عن الشیخ الکبیر والزمن.)

(۳) حاشیه هدایه ج۱ ص ۲۹۷ میں اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں" وفی روایة المصنف وهم فان فی حدیث الخثعمیة لیس ذکر الاعتمار . صاحب درایه لکھتے ہیں "لم ار فی شیء من طرق الخثعمیة الامر بالاعتمار فالظاهر انه انتقال من المصنف .(هدایه مع الدرایه ج۱ص ۲۹۹) نصب الرایه میں ہے "هذا وهم من المصنف فان حدیث الخثعمیة لیس فیه ذکر الاعتمار • (نصب الرایه ج۳ ص ۱۵۶)"

میں یہ لفظ کسی کتاب میں نکال کر دکھاوے ورنہ یہی کہہ دے کہ صاحب ہدایہ اللہ کے رسول کے الفاظ میں اپنے الفاظ ملالینا بھی اپنی شان کے خلاف نہ جانتے تھے یا کم از کم وہ اس میں احتیاط نہ کرتے تھے، علامہ عینی حنفی بھی اس زیادتی کے حدیث میں نہ ہونے کے قائل ہیں وہ لکھتے ہیں "فی روایة المصنف وهم"(۱) یعنی مصنف کی اس روایت میں غلطی ہے۔

ہدایہ فاروقی جلد ۳ کتاب البیوع مسائل منثورہ ص: ۸٦ (۲) میں لکھتے ہیں "لقوله عليه السلام في ذالك الحديث فاعلمهم ان لهم ماللمسلمين وعليهم ماعلى المسلمين" یعنی حضور علیہ السلام نے اس حدیث میں فرمایا ہے پھر انہیں سمجھادو کہ جو مسلمانوں کے لئے ہے، وہ ان کے لئے بھی ہے اور جو مسلمانوں پر ہے وہ ان پر بھی ہے۔ علامہ ممدوح کی یہ زیادتی بھی ناقابل درگذر ہے جس حدیث کی طرف علامہ کا اشارہ ہے وہ حدیث ہدایہ میں دو جگہ مذکور ہے۔ کتاب الزکوٰۃ میں حضرت معاذؓ کی روایت سے اور کتاب السیر میں حضرت بریدہؓ کی روایت سے اور دونوں جگہ یہ الفاظ نہیں (۳) یہ بھی مصنف صاحب کی اپنی طرف سے حدیث میں زیادتی ہے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول کتاب الحج ص: ۲۲۲ میں ہے "لقوله عليه

---

(۱) ملاحظہ ہو حاشیہ هدایه ج ۱ صـ ۲۹۷

(۲) هدایه ج۳ صـ ۱۰۲

(۳) ملاحظہ ہو هدایہ کتاب الزکوٰۃ ج۱ ص ۲۰۵ هدایه کتاب السیر ج۱ ۵٦۰ حاشیہ هدایہ میں لکھتے ہیں "لم اعرف الحديث الذى اشار اليه المصنف ولم يتقدم فى هذا المعنىٰ الاحديث معاذ وهو فى كتاب الزكوٰة وحديث بريدة وهو فى كتاب السير وليس فيهما كذالك .(ج۳ صـ ۱۰۲) اور صاحب درا یہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں" لم اجده هكذا"(هدايه مع الدرايه ج۱ صـ ۱۰۲)

السلام ....ایما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعلیه حجة الاسلام "(۱) یعنی جس بچہ نے دس حج بھی کر لئے ہوں اس پر بھی بلوغت کے بعد حج اسلام ہے، یہ حدیث مستدرک میں ہے (۲) لیکن گنتی کا لفظ اس میں نہیں، خدا جانے مصنف صاحب کو حدیث میں زیادتی کرنے میں کون سا ثواب ملتا ہے؟

ہدایہ جلد اول کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارة مطبوعہ مجتبائی ص: ۲۰۰ میں (۳) کفارہ کی حدیث وارد کرتے ہیں جس کا آخری جملہ یہ ہے "ولایجزی احداً بعدك" یعنی تیرے بعد کسی کو یہ جائز نہیں، یہ ایک مشہور حدیث ہے جو غالباً حدیث کی ہر ہر کتاب میں آئی ہے

---

(۱) لقوله علیه السلام ایما عبد حج عشر حجج ثم اعتق فعلیه حجة الاسلام وایما صبی حج عشر حجج ثم بلغ فعلیه حجة الاسلام .(هدایه ج۱ صـ ۲۳۲)

(۲) مستدرک کے الفاظ یہ ہیں "عن ابن عباس قال قال رسول اللهﷺ اذا حج الصبی فهی له حجة حتی یعقل واذا عقل فعلیه حجة اخری واذا حج الاعرابی فهو له حجة فاذا هاجر فعلیه حجة اخری .اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد حاکم نے لکھا ہے "هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه . (مستدرك حاکم ج۱ صـ ٤٨١) علاوہ ازیں یہ حدیث مراسیل ابوداؤد صـ ۹/ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۵ صـ ۱۷۹ /مجمع الزوائد ج۳ صـ ۲۰٦./ مسند ابی داؤد الطیالسی ج۷ صـ ۲٤۳ میں بھی ہے لیکن کسی میں بھی عشر (دس) کا لفظ نہیں ہے۔ صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده بذکر عشر حجج فی الصبی" (هدایه مع الدرایه ج۱ صـ ۲۳۲)

(۳) هدایه ج۱ صـ ۲۲۰ کتاب الصوم

لیکن مصنف کا یہ گھریلو جملہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ،(۱) چنانچہ صاحب بنایہ بھی لکھتے ہیں "ھذا لم یرو فی کتاب من کتب الحدیث "(۲) یعنی حدیث کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں یہ جملہ مروی نہیں۔ الغرض مصنف کی یہ بھی حدیث رسول میں زیادتی ہے۔

ہدایہ جلد ۲ باب الظھار مطبوعہ مجتبائی ص: ۳۹۰ میں ہے (۳) لقوله علیه السلام" للذی وا قع فی ظھاره قبل الکفارة استغفر الله" یعنی

---

(۱) یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں موجود ہے لیکن یہ جملہ کہیں نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو بخاری ج۱ صـ ۲۵۹ کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن له شیٔ فتصدق فلیکفر . ج ۲ صـ ۳٥٤ کتاب الایمان والنذور باب قوله قد فرض الله لکم تحلة ایمانکم الخ صـ ۹۹۲ ، کتاب النفقات باب نفقة المعسر علیٰ اهله صـ ۸۰۸ ، کتاب الادب باب التسلیم والضحك صـ ۸۸۹ / مسلم ج۱ کتاب الصوم باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار من اتی اهله فی رمضان صـ ۳۲۵ / ترمذی ج۱ کتاب الصوم باب ماجاء فی کفارة الفطر فی رمضان صـ ۱٥٤ / مسند احمد ج۲ صـ ٤۲۱ / ج٦ صـ ۲۷٦ / ابن ماجه ج۱ صـ ٥۳٤ باب ماجاء فی کفارة من افطر یوما من رمضان / موطا امام مالك باب کفارة من افطر فی رمضان صـ ۹۷ / دارقطنی ج۲ صـ ۲۰۸ / دارمی ج۲ صـ ۱۹ باب فی الذی یقع علیٰ امرأته فی شهر رمضان نهارا / مصنف عبدالرزاق ج٤ صـ ۱۹٤ / سنن بیهقی ج٤ صـ ۲۲۱ باب کفارة من اتی اهله فی رمضان .

صاحب درایہ وصاحب نصب الرایہ اس جملہ کے بارے میں لکھتے ہیں "قوله یجزیك ولایجزی احدا بعدك لیس فی شیء من طرق الحدیث (هدایه مع الدرایه ج۱ صـ ۲۱۹) (نصب الرایه ج۲ صـ ٤٥۳)

فتح القدیر ج۲ صـ ۲٦٥ میں ہے "واما رفع المصنف قوله یجزیك ولایجزی احدا بعدك فلم یرفی شیء من طرقه "

(۲) صاحب بنایہ کا یہ قول ھدایہ ج۱ ص۲۲۰ بین السطور میں بھی ہے

(۳) هدایه ج۲ صـ ٤۱۰

حضور علیہ السلام نے اس شخص کو جس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھااور کفارہ ادا کرنے سے پہلے مجامعت کر بیٹھا تھا فرمایا تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر۔ یہ حدیث سنن وغیرہ میں مروی ہے(۱) لیکن کسی کتاب میں کسی حدیث میں حکم استغفار کا ذکر نہیں،(۲) خدا جانے مصنف صاحب نے کیوں اس جملہ کو حدیث رسول ﷺ میں بڑھادیا؟

ہدایہ مجتبائی جلد ۲ کتاب الایمان ص: ۴۵۹ (۳) میں مصنف ہدایہ نے ایک بہت بڑی دلیری کی ہے، اپنے مذہب کا یہ مسئلہ ثابت کرنے کے لئے کہ بغیر قصد کے بھی اگر کوئی شخص قسم کھائے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، حدیث رسول میں لفظ قسم کی زیادتی کردی اور لکھ دیا لقوله عليه السلام "ثلث جد هن جد وهزلهن جد النكاح والطلاق واليمين" یعنی تین

---

(۱) ملاحظه هو ترمذی ج۱ ۲۲۷ باب ماجاء فی كفارة الظهار
ابو داؤد ج۱ صـ ۳۰۱ باب فی الظهار / ابن ماجه ج۱ صـ ٦٦٦
نسائی ج۲ صـ ۹۰ باب الظهار / حاکم ج۲ صـ ۲۰۳ مسئلة الظهار / مصنف عبد الرزاق ج٦ صـ ٤٣٢ باب المواقعة للتكفير

(۲) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجد فی شیء من طرقه ذکر الاستغفار" (هدايه مع الدرايه ج۲ صـ ٤١٠)صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں " ولم اجد ذکر الاستغفار فی شیء من طرق الحديث " (نصب الرايه ج۳ صـ ٢٤٧ / فتح القدیر میں ہے "واما ذکر الاستغفار فی الحديث فالله اعلم به (فتح القدير ج ٤ صـ ٨٨) /ہاں موطا امام مالک میں امام مالک کا ایک قول اس طرح ملتا ہے "قال مالك من تظاهر من امرأته ثم مسها قبل ان يكفر انه ليس عليه الا كفارة واحدة وكيف عنها حتى يكفر ويستغفر الله (موطا امام مالك باب ظهار الحر صـ ۲۰۳)اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں شعبی و یونس کا یہ قول ملتا ہے" كفارة واحدة ويستغفر ربه "(مصنف عبدالرزاق ج٦ صـ ٤٣٢ باب المواقعة للتكفير)

چیزوں میں قصد اور تمسخر یکساں حکم رکھتے ہیں، نکاح طلاق اور قسم۔

حنفیو! حدیث کی تمام کتابیں چھان مارو! اگر کسی کتاب میں بھی قسم کا عربی لفظ یمین نکل آئے تو مجھے جھوٹا اور دشمن صاحب ہدایہ جان لو۔ ورنہ مصنف ہدایہ کی لاپرواہی کی تصدیق کرو۔ کسی حدیث میں یمین کا لفظ نہیں مگر خدا بھلا کرے ہدایہ والے کا کہ ان کے طفیل حنفی مذہب کے اس مسئلہ کی مضبوطی ہو گئی اور برادران احناف کے لئے سہولت سی ہو گئی۔ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ میں یہ حدیث مروی ہے ان میں بجائے لفظ یمین کے لفظ رجعت ہے،(۱) یعنی طلاق کے بعد خاوند کا اپنی عورت سے رجوع کرنا۔ علامہ ممدوح نے خدا کے رسول ﷺ کے اس لفظ کو ہٹا کر اپنا لفظ رکھ دیا۔ فنعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔

اس سے بھی بڑھ کر ستم ظریفی دیکھئے، حنفی مذہب کا مسئلہ کہ کتے کی خرید و فروخت جائز ہے(۲) اس جواز کو ثابت کرنے کے لئے

---

(۱) ملاحظہ ہو ابوداؤد ج۱ ص۔ ۲۹۸ کتاب الطلاق باب فی الطلاق علی الھزل
ترمذی ج۱ ص۔ ۲۲۵ باب ماجاء فی الجد والھزل فی الطلاق
ابن ماجہ ج۱ ص۔ ۶۵۸ باب من طلق اونکح اوراجع لاعبا
مستدرك ج۲ ص۔ ۱۹۸ / دارقطنی ج۴ ص۔ ۱۹ کتاب الطلاق
عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ثلث جد ھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعۃ۔
تنبیہ : بعض فقہاء مثلا صاحب الخلاصہ اور غزالی نے یمین کے بجائے عتاق لکھا ہے لیکن یہ دونوں الفاظ غریب ہیں (ملاحظہ ھو نصب الرایہ ج۳ ص۔ ۲۹۳)
(۲) "ویجوز بیع الکلب والفھد والسباع المعلم وغیر المعلم فی ذلك سواء"
(ھدایہ ج۳ ص۔ ۱۰۱ کتاب البیوع مسائل منثورہ)

ٹھیکدار مذہب حنفی، مصنف ہدایہ بڑا زور لگاتے ہیں اور ایک ضعیف حدیث وارد کرتے ہیں کہ وہ بھی باوجود ضعف کے مقید ہے اور حنفی مذہب جو کہ ہر کتے کی بیع کو جائز قرار دیتا ہے اس کی کافی دلیل نہیں بن سکتی، تاہم مصنف صاحب نے اس حدیث میں بھی اپنی طرف سے زیادتی کی ہے، ہدایہ فاروقی جلد ۳ کتاب البیوع مسائل منشورہ ص:۸۵(۱) میں لکھتے ہیں۔ **انه عليه السلام نهى عن بيع الكلب الا كلب صيد او ماشية** "یعنی حضور علیہ السلام نے کتے کی خرید و فروخت سے منع کیا ہے مگر شکاری کتے کی اور جانوروں کی رکھوالی کرنے والے کتے کی، یہ روایت ترمذی وغیرہ میں موجود ہے گو وہ بھی سنداً ضعیف ہے مگر کسی روایت میں "او ما شية" یعنی ریوڑ کا کتا" یہ لفظ منقول نہیں۔(۲) ان الفاظ سے زبان رسول ﷺ تو قطعاً معصوم ہے۔ہاں صاحب ہدایہ اپنے ان الفاظ کو اپنے مذہب کی پچ میں خدا کے پیغمبر کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ جسے گو برادران احناف برداشت کرلیں۔ لیکن محبان رسول اس تہمت کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے۔

---

(۱) هدايه ج۳ صـ ۱۰۱

(۲) ترمذی میں یہ روایت اس طرح ہے "عن ابی هريرة قال نهیٰ عن ثمن الكلب الا كلب الصيد. ترمذی ج۱ صـ ۲٤۱ باب ماجاء فی كراهية ...... امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں "هذا حديث لايصح من هذا الوجه وابو المهزم اسمه يزيد بن سفيان وتكلم فيه شعبة بن الحجاج. امام ترمذی نے اسی باب میں اسی کے مثل ایک حدیث حضرت جابر سے بیان کیا ہے لیکن اس کی سند بھی صحیح نہیں ہے۔

کتاب میں مذکور حدیث کے بارے میں صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں "غريب بهذا اللفظ "(نصب الرايه ج٤ صـ ۵۳) اور صاحب درایہ لکھتے ہیں "حديث ان النبی ﷺ نهی عن بيع الكلب الا كلب صيد او ماشية لم اجده بهذ اللفظ " (هدايه مع الدرايه ج۳ صـ ۱۰۱)

ایک کرشمہ یہ بھی سنئے۔ ہدایہ فاروقی جلد ۳ ص: ۱۱۹ کتاب ا دب القاضی (۱) میں ایک حدیث بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں "انما بنیت المساجد لذکر الله تعالیٰ والحکم" یعنی نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے اور فیصلہ کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اولاً توان الفاظ سے یہ حدیث کسی حدیث کی کتاب میں ہے ہی نہیں۔ (۲) صحیح مسلم وغیرہ میں حدیث تو ہے مگر الفاظ اس کے یہ نہیں (۳) اور اگر الفاظ سے قطع نظر کرلی جائے تو بھی والحکم کا لفظ یا اس کا ہم معنیٰ اور مترادف لفظ کوئی بھی اس حدیث میں وارد نہیں۔ دراصل یہاں صاحب ہدایہ کو دو کام کرنے تھے ایک تو شافعی مذہب کی تردید، کہ مسجد میں فیصلہ کے لئے قاضی کو بیٹھنا مکروہ ہے (۴) دوسرے اپنے مذہب کا ثبوت کہ قاضی فیصلوں کے

---

(۱) هدایه ج۳ صـ ۱۳۵

(۲) نصب الرایہ میں اس حدیث کے متعلق ہے "غریب بهذا للفظ " نصب الرایه ج ٤ صـ ۷۰ / حاشیه هدایه میں ہے "الحدیث الذی ذکره المصنف انما بنیت المساجد لذکر الله والحکم فلم یعرف . (حاشیه هدایه ج۳ صـ ۱۳۵)

اوردرایہ میں ہے "حدیث انما بنیت المساجد لذکر الله تعالیٰ وللحکم لم اجده هکذا " (الدرایه مع الهدایه ج۳ صـ ۱۳۵)

فتح القدیر میں ہے "اما الحدیث الذی ذکره المصنف انما بنیت المساجد لذکر الله والحکم فلم یعرف " (فتح القدیر ج٦ صـ ۳۷۰)

(۳) صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں " ان هذه المساجد لا تصلح لشیء من هذا البول ولاالقذر وانماهی لذکر الله والصلاة و قرأة القران "(صحیح مسلم ج۱ کتاب الطهارة باب وجوب غسل البول وغیره من النجاسات صـ ۱۳۸)

(٤) امام شافعی کے نزدیک مسجد میں قضا کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے . هدایه میں لکھتے ہیں "قال الشافعی یکره الجلوس فی المسجد للقضاء ......(هدایه ج۳ صـ ۱۳۵ کتاب ادب القاضی)

لئے مسجد میں ظاہر کھلم کھلا بیٹھے ،(۱) علامہ موصوف نے ایک حدیث میں ایک لفظ ایسا بڑھادیا کہ دونوں مطلب نکل آئے۔ شافعی مذہب اڑ گیا، حنفی مذہب جم گیا۔ اور فتح مندی کا سہرا سر پر بندھ گیا۔ گو نبی ﷺ پر جھوٹ بولنا ہولناک جرم ہے،(۲) لیکن مذہب کی پاسداری بھی عجیب چیز ہے جو انسان کے دل میں سوائے اس کی وقعت کے، جس کا مذہب مانتا ہے کسی اور کو باوقعت رہنے ہی نہیں دیتی۔

مصنف ہدایہ کی تحقیق احادیث اس قدر کم ہے کہ وہ ہر گز اس میدان کے مرد کہلانے کا استحقاق نہیں رکھتے۔ وہ ایک ایک حدیث کے بیان کرنے میں نہ صرف یہی کہ غلطی سے نہ بچ سکتے ہوں بلکہ کسی کمی زیادتی سے بھی محفوظ نہیں رہ سکتے بلکہ ایک ایک حدیث کے بیان کرنے میں وہ کئی کئی زیادتیاں کردیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو ہدایہ جلد ۳ کتاب الاکراہ مطبوعہ فاروقی ص: ۳۴۳ (۳) میں لکھتے ہیں "سماه رسول الله عليه السلام سيد الشهداء وقال في مثله هو رفيقي في الجنة" یعنی حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا نام رسول اللہ علیہ السلام نے سید الشہداء رکھا اور فرمایا یہ میرا رفیق ہے جنت میں۔ حیرت ہے کہ صاحب ہدایہ کیوں نڈر ہو کر احادیث میں زیادتی کرلیا کرتے ہیں، صحیح بخاری شریف وغیرہ میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ صحیح سند کے ساتھ مختلف مقامات پر مذکور ہے (۴)

---

(۱) هدایه میں ہے "ويجلس للحكم جلوسا ظاهرا في المسجد" (هدايه ج۳ صـ ۱۳۵ كتاب ادب القاضي)

(۲) "من كذب على فليتبوأ مقعده من النار" (بخاری ج۱ صـ ۲۱)

(۳) هدایه ج۳ صـ ۳٤۹

(٤) ملاحظہ ہو بخاری ج۱ صـ ٤٢٧ كتاب الجهاد. و ج ۲ صـ ٥٦٨-٥٨٥ كتاب المغازی و كتاب الرد على الجهمية صـ ۱۱۰۰

آپ کو بنولحیان اسیر کرتے ہیں اور مکہ میں لے جاکر بنوالحارث کے ہاتھ بیچ ڈالتے ہیں، وہ لوگ انہیں قید رکھتے ہیں اور سخت مصیبتیں ان پر توڑتے ہیں، بالآخر حرم سے باہر لے جاکر قتل کرڈالتے ہیں۔ کسی روایت میں یہ نہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کا نام سید الشہداء رکھا، نہ کسی حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے انہیں اپنا رفیق جنت بتلایا،(۱) مگر صاحب ہدایہ نے نہایت بے باکی سے لکھ دیا کہ انہیں حضور علیہ السلام نے یہ دونوں لقب عطا فرمائے بلکہ اس کے برخلاف یہ ثابت اور مشہور ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید الشہداء فرمایا ہے،(۲) غرض ایک حدیث بیان کرنے میں ایک نہیں بلکہ دو تین زیادتیاں کیں، تیسری زیادتی وہ ہے جو محشی نے اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھی ہے کہ مصنف نے لکھا ہے حضرت خبیب کو سولی دی گئی حالانکہ سولی نہیں دی گئی، پس بقول محشی یہ بھی زیادتی ہے۔(۳)

---

(۱) نصب الرایہ میں ہے "غریب، وقتل خبیب فی صحیح البخاری فی مواضع ولیس فیه انه صلب ولاانه اکره ولاان النبی علیہ السلام سماه سیدالشهداء ولاقال فیه هورفیقی فی الجنة" (نصب الرایه ج٤ صـ ١٥٩)

درا یہ میں ہے " واصل قصة خبیب فی الصحیح مطولة فی البخاری لیس فیها انه صلب ولاانه اکره واما قوله وسماه علیہ السلام سیدالشهداء فلم اجده وکذا قوله علیہ السلام هو رفیقی فی الجنة لم اجده ایضاً (الدرایة مع الهدایة ج٣ صـ ٢٤٩)

(۲) ملاحظہ ہو مستدرك ج٣ صـ ١٩٥ وصـ ١٩٩

(۳) حضرت خبیب کو سولی دینے کی بات حاشیہ میں نہیں ہے بلکہ اصل کتاب ہی میں ہے "لان خبیبا صبر علی ذلك حتی صلب" حالانکہ بخاری شریف میں جہاں جہاں ان کا واقعہ مذکور ہے صاف طور پر موجود ہے کہ ان کو عقبہ بن حارث نے قتل کیا ہے اس لئے کہ انھوں نے غزوۂ بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔

حنفی مذہب کا مسئلہ تو یہ ہے کہ مکہ شریف کے گھروں کو بیچنا جائز ہے اور زمین کو بیچنا مکروہ ہے لیکن امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک زمین کو بیچنا بھی جائز ہے اور امام ابو حنیفہ سے بھی یہ مروی ہے(۱) لیکن حنفیوں کی تقلید یہاں عجیب روپ میں ہے کہ تینوں بزرگوں کا مذہب چھوڑ دیا گیا ہے، اب حنفی مذہب کو مدلل بنانے کے لئے علامہ مذکور نے اپنی معتبر تصنیف ہدایہ شریف کی جلد ۴ کتاب الکراھیة مطبوعہ فاروقی ص: ۴۵۷ (۲) میں ایک حدیث وارد کی ہے۔" الاان مکة حرام لاتباع رباعها ولا تورث" یعنی مکہ حرم ہے نہ اس کے گھر بیچے جائیں نہ ورثے میں دیئے جائیں اولاً تو یہ خیال فرمایئے کہ یہ حدیث حنفیوں کی موافقت کرتی ہے یا مخالفت؟ کیونکہ حدیث میں رباع کا لفظ ہے اور رباع کہتے ہیں گھر کو نہ کہ زمین کو ملاحظہ ہو، قاموس وغیرہ لغت کی کتابیں، (۳) تو حدیث میں گھر کو بیچنا ممنوع ہے اور صاحب ہدایہ اسے غیر ممنوع فرما کر اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں، جو یقیناً تعجب خیز امر ہے، دوسرے یہ حدیث جیسی کچھ سند کے اعتبار سے ہے وہ بھی ظاہر ہے(۴) لیکن تاہم اس حدیث میں لاتورث کا لفظ مصنف صاحب کا

---

(۱) "لاباس ببیع بناء بیوت مکة ویکره بیع ارضها وهذا عند ابی حنیفة وقالا لاباس ببیع ارضها ایضاً وهذا روایة عن ابی حنیفة . (هدایه ج ٤ صـ ٤٧٣)

(۲) هدایه ج ٤ صـ ٤٧٣

(۳) قاموس میں ہے " رباع جمع ربع وهو الدار بعینها حیث کانت ......

(٤) اس حدیث کو حاکم نے مستدرک ج ۲ صـ ۵۳ دار قطنی نے صـ ۳۱۲ میں نقل کیا ہے حاکم نے اس کو صحیح الاسناد کہا ہے لیکن دار قطنی نے اس کے ایک راوی اسماعیل بن مهاجر کو ضعیف کہا ہے اسی طرح ابن معین نے بھی ان کی تضعیف کی ہے اور امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔

خانہ ساز لفظ ہے یہ لفظ حدیث میں نہیں ،(۱) ایک ایک مقام پر اس قدر غفلت پر غفلت اور لاابالی پر لاابالی یقیناً ایسی چیز ہے کہ جس کا جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے لیکن خدا جانے وہ دل کیسے ہیں ؟ جو اب تک ان کتابوں کی عظمت سے پر ہیں۔

مصنف مرحوم کی ایک اور ایجاد ملاحظہ فرمایئے۔ حنفی مذہب کے اس مسئلہ کے ثبوت میں کہ مکہ کے گھر کرایہ پر دینے مکروہ ہیں ایک حدیث لائے ہیں، "من آجر ارض مكة فكا نما اكل الربوا" (۲) یعنی جو شخص مکہ کی زمین کو کرایہ پر دے اس نے گویا سود کھایا۔ مصنف صاحب نے یہ حدیث تو ساری کی ساری اپنے دل سے ہی جوڑلی ہے، یوں کہئے کہ اپنے قول کو قول پیغمبر کہا ہے۔ ان لفظوں میں تو اس حدیث کا کہیں اتا پتا ہی نہیں اب جو بعض روایتیں اس کے ہم معنی ہیں ان میں بھی کسی میں "فكانما اكل الربو" یعنی گویا اس نے سود کھایا نہیں یہ عبارت خاص جناب علامہ مصنف کی گھریلو عبارت ہے۔(۳) فالله خير حافظا ۔

---

(۱) مستدرک کے الفاظ یہ ہیں " مكة مناخ لاتباع رباعها ولاتواجر بيوتها
دار قطنی کے الفاظ یہ ہیں " ان الله حرم مكة فحرام بيع رباعها واكل ثمنها .
صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجد فی شیء من طرقه ولاتورث .(هدايه مع الدرايه ج ٤ ص ٤٧٣)

(۲) هدايه ج ٤ ص ٤٧٣

(۳) صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں " غريب بهذ اللفظ " ج ٤ ص ٢٦٦
صاحب درایہ لکھتے ہیں "كانه تصحيف عن قوله فانما ياكل نارا " ص ٤٧٣

ہدایہ فاروقی جلد ۴ کتاب الرھن ص:۵۰۱(۱) میں ہے "لقوله عليه السلام لايغلق الرهن قالها ثلثاً" یعنی نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا کہ رہن کی چیز نہ روکی جائے۔ یہ تین مرتبہ فرمانا کسی حدیث میں نہیں مصنف نے صرف اپنا نداق پورا کرنے کے لئے یہ عبارت بڑھادی ہے یہاں تک کہ جن حضرات نے ہدایہ کی حدیثوں پر جھنڈے گاڑنے کا تہیہ کیا ہے انھوں نے بھی اس حدیث پر کوئی جھنڈا نہیں گاڑا بلکہ نصب الرایہ میں صاف لکھ دیا۔ " لم اجده في شيء من طرق الحديث" (۲) یعنی اس زیادتی کو میں نے تو اس حدیث کے کسی طریق میں نہیں پایا۔

ہدایہ جلد ۴ کتاب الوصایا فاروقی ص: ۶۳۸ (۳) میں لکھتے ہیں "ان الله تعالىٰ تصدق عليكم بثلث اموالكم في آخر اعماركم زيادة لكم في اعمالكم تضعونها حيث شئتم اوقال حيث احببتم" اس حدیث میں بھی جناب مصنف نے "حيث شئتم" سے آخر تک کی زیادتی اپنی طرف سے کی ہے حدیث میں نہیں،(۴) ایک نہیں دو جملے اور وہ

---

(۱) هدایه ج ٤ صـ ٥١٧

(۲) نصب الرایة ج ٤ صـ ۳۲۲/ صاحب درایہ لکھتے ہیں " قالها ثلاثاً لم اجده (درایه مع هدایه ج ٤ صـ ٥١٨)

(نوٹ) یہ حدیث مصنف عبدالرزاق میں ہے لیکن "قالها ثلاثاً" کے الفاظ کہیں نہیں هیں (ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق ج۸ صـ ۲۳۷ باب الرهن لايغلق)

(۳) هدایه ج ٤ صـ ٦٥٤

(٤) یہ حدیث ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۹۴ سنن دار قطنی ج ۴ ص ۱۵۰ / مسند احمد ج ٦ ص ۴۴۱ میں موجود ہے لیکن کسی بھی روایت میں تضعونها حيث شئتم سے لے کر آخر تک کا جملہ نہیں ہے صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجد في شيء من طرقه قوله تضعونها الىٰ آخره "(هدایه مع الدرایه ج ٤ صـ ٦٥٤)

بھی لفظ" او "کی تردید کے ساتھ، اس طرح بڑھائے ہیں کہ کسی کوان کی مقبولیت میں تامل تک نہ، لیکن بھلا سونے میں لوہا مل سکتا ہے؟

چھ سوانتالیسویں صفحہ (۱) پر ایک حدیث وارد کی ہے "الحیف فی الوصیة من اکبر الکبائر" اس حدیث کی زیادتی "من اکبر الکبائر" بھی مصنف مرحوم کی خوش مذاقی اور وسعت علم اور وقعت حدیث کی اعلیٰ دلیل ہے جس پر ناز کرنا احناف کو بالکل بجا ہے، دراصل سوائے ہدایہ شریف کے کسی اور حدیث کی کتاب میں تو یہ الفاظ نہیں ہیں،(۲) ہاں اگر مصنف ہدایہ ہی کو نبی مان لیا جائے پھر تو سارا ہدایہ ہی حدیث ہے، وصیت میں ظلم کرنا تو اکبر الکبائر ہونا ابھی آپ ثابت کر ہی رہے ہیں لیکن حدیث میں زیادتی کرنا تو ثابت شدہ اکبر الکبائر ہے۔ اللھم عموا

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۸۲ (۳) باب شروط الصلوٰۃ میں ہے "واستحسنه النبی علیه السلام" یعنی نبی علیہ السلام نے اسے اچھا جانا، یہ روایت بخاری مسلم وغیرہ میں موجود ہے(۴) کہ مسجد قبا والے شام کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے جو پہلا قبلہ تھا کہ ایک آنے والے نے

---

(۱) هدایه ج٤ صـ ٦٥٥

(۲) یه حدیث دارقطنی وصایا صـ ٤٨٨ / السنن الکبریٰ للبیهقی ج٦ صـ ۲۷۱ میں موجود ہے لیکن " اکبر الکبائر " کے الفاظ نہیں ہیں صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اقف فی شیء من طرقه علی اکبر الکبائر اور صاحب نصب الرایہ اس لفظ کو غریب لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو درایہ مع ال هدایه ج ۴ ص ۶۵۵ / نصب ج ۴ ص ۴۰۱)

(۳) هدایه ج۱ صـ ۹۸

(٤) ملاحظہ ہو بخاری ج۲ صـ ٦٤٥ کتاب التفسیر / مسلم ج۱ صـ ۲۰۰ باب تحویل القبلة

ان سے کہا کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور قبلہ بدل دیا گیا کعبہ قبلہ مقرر ہوا، تو وہ لوگ، نماز ہی میں گھوم گئے اور بقیہ نماز انھوں نے قبلہ کی طرف گذاری۔ لیکن کسی روایت میں یہ نہیں کہ نبی ﷺ نے اس کی تحسین کی، یہ مصنف علامہ کا اپنا فقرہ ہے۔(۱)

ایک خاص مطلب کو ذہن میں رکھ کر علامہ ممدوح نے اسی کتاب کی اسی جلد کے اس صفحہ سے چار صفحہ اور آگے بڑھ کر ص:۸۲(۲) میں ایک خوفناک جرأت کی ہے یعنی امام ابو یوسف کے مذہب کو جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں باطل کرنے کے لئے حدیث میں جملہ "ولم یزد علیٰ هذا" بڑھا لیا۔ امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ نمازی تکبیر اولیٰ کے بعد "سبحانك اللهم" پڑھ کر پھر "انی وجهت" بھی پڑھ لے(۳)، مصنف کو چونکہ یہ مذہب پسند نہیں اس لئے ایک حدیث بیان کی کہ آں حضرت ﷺ نماز میں تکبیر اولیٰ کے بعد سبحانك اللهم پڑھتے تھے اور اس پر کچھ زیادتی نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ دراصل حدیث میں یہ جملہ "ولم یزد علیٰ هذا" یعنی اس پر کچھ زیادتی نہیں کرتے تھے، نہیں ہے۔ یہ مصنف کی خود تصنیف ہے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب مایفسد الصلوٰۃ ص:۱۱۸(۴) میں لکھتے ہیں "لقوله عليه السلام اذا صلى احدكم فى الصحرآء فليجعل بين يديه سترة" عجب پر لطف لطیفہ ہے چونکہ مصنف صاحب کو اپنا یہ

---

(۱) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجد فيه الاستحسان (درایه ج۱ ص۹۸)

(۲) هدایه ج۱ ص ۱۰۲

(۳) وعن ابی یوسف انه یضم الیه قوله انی وجهت وجهی الیٰ اخره (هدایه ج۱ ص ۱۰۲ باب صفة الصلوة)

(٤) هدایه ج۱ ص ۱۳۸

مذہب ثابت کرنا تھا کہ جب کوئی شخص جنگل میں نماز پڑھے تو وہ اپنے سامنے سترہ کھڑا کرلے۔(۱) اور حدیث میں جنگل میں نماز پڑھنے کا ذکر تھا نہیں تو اپنی طرف سے فی الصحراء کا لفظ بڑھا کر دلیل کو دعوی کے مطابق کرلیا،(۲) یہ ہے جوان مردی اور یہ ہے زور علم۔

اسی صفحہ میں اور آگے چل کر حنفی مذہب کے اس مسئلہ کی کہ امام کا سترہ مقتدیوں کو کافی ہے مقتدیوں کے آگے سترہ نہ ہونا چاہئے(۳) دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے(۴) جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے بطحاء مکہ میں نماز پڑھی اور آپ کے سامنے ایک برچھے کا سترہ تھا لیکن حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ مقتدیوں کے سامنے بھی سترہ تھا یا نہ تھا(۵) قابل مصنف نے

---

(۱) " وينبغى لمن يصلى فى الصحراء ان يتخذ ا مامه سترة "(هدايه ج۱ صـ۱۳۸ باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها)

(۲) اس مضمون کی حدیث سنن ابو داؤد ج۱ صـ ۱۰۰ /ابن ماجه ج۱صـ ۳۰۳ / نسائی ج۱ صـ ۸٦ / مستدرك حاكم ج۱ صـ ۲۵۲ میں ہے لیکن لفظ " فی الصحراء " کسی میں نہیں ہے / صاحب الدرایہ لکھتے ہیں "لم اره بقيد الصحراء "(هداية مع الد راية ج۱ صـ ۱۳۹) صاحب فتح القدير اورصاحب نصب الرایہ نے اسے "غريب بهذ ا اللفظ" لکھا ہے (فتح القدير ج۱ صـ ۳۵٤/ نصب الرايه ج ۲ صـ ۸۰

(۳) سترة الامام سترة للقوم (هدايه ج۱ صـ ۱۳۹)

(٤) صاحب ہدایہ کی وارد کردہ حدیث یہ ہے " انه عليه السلام صلى ببطحاء مكة الى عنزة ولم يكن للقوم سترة "

(۵) اس روایت کو بخاری ج ۱ص۷۱ مسلم ج۱ص۱۹۵ / ابوداؤد ج ۱ص۱۰۰ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے

یہ جملہ اپنی طرف سے حدیث میں بڑھادیا کہ "ولم یکن للقوم سترة" یعنی مقتدیوں کے لئے کوئی سترہ نہیں تھا(۱) لا اله الا الله

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب مایفسد الصلوة ص:۱۲۰میں اپنے مذہب کے اس مسئلہ کو کہ نمازی گوشۂ چشم سے اگر دائیں بائیں کی سیر کرتا جائے تو جائز ہے(۲) بادلیل کرنے کے لئے ایک حدیث میں "بموق عینیه" کے الفاظ بڑھادیئے ۔ فالی الله المشتکی ۔ حدیث بیان کرنے میں یہ بے احتیاطیاں خدا جانے ان بزرگوں سے کیوں ہوتی ہیں۔(۳)

ص:۱۲۵(۴)میں شافعی مذہب پر ایک نہایت ناکامیاب حملہ کیا ہے،ان کے مذہب میں ہے۔ کہ صرف رمضان شریف کے نصف آخر میں وتر نماز میں قنوت پڑھ سکتا ہے، حنفی مذہب میں ہے کہ رمضان غیر رمضان

---

(۱) صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں "قوله ولم یکن للقوم سترة لیس فی الحدیث فیحتمل ان یکون من کلام المصنف وهو الا ظهر" (نصب الرایه ج۲ صـ ۸٤)
درایہ میں ہے "حدیث ان النبی ﷺ صلی ببطحاء مکة الی عنزة ولم یکن للقوم سترة فهی مدرجة (درایه ج۱ صـ ۱۳۹)
فتح القدیر میں ہے" وقول المصنف ولم یکن للقوم سترة من کلامه لامن الحدیث (فتح القدیر ج۱ صـ ۳۵۵)

(۲) "ولو نظر بموخر عینیه یمنة ویسرة من غیر ان یلوی عنقه لایکره " (هدایه ج۱ صـ ۱٤۰ باب مایفسد الصلوة)

(۳) صاحب درایہ اس زیادتی کے بارے میں "لم اجده بلفظ موق العین" /اور صاحب نصب الرایه "غریب بهذا للفظ" لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو درایه ج۱ صـ ۱٤۰ / نصب الرایه ج۲ صـ ۸۹)

(٤) هدایه ج۱ صـ ۱٤۵ ۔

سب میں پڑھ سکتا ہے(۱) تو ضرورت تھی کہ شافعی مذہب کی جڑیں کھودی جاویں اس لئے ایک حدیث میں یہ جملہ بڑھادیا کہ "اجعل هذا في وترك" یعنی حضرت حسن بن علیؓ کو نبی علیہ السلام نے ایک دعا سکھائی اور فرمایا اسے وتر میں پڑھا کرو۔ چونکہ حضرت نے کوئی تفصیل رمضان غیر رمضان کی نہیں کی اس لئے یہ حکم عام رہے گا۔ حالانکہ کسی حدیث میں یہ جملہ ہے ہی نہیں، (۲) عام خاص کی بحث تو بعد کی چیز ہے وہاں تو حدیث میں یہ لفظ ہی نہیں پائے جاتے، لیکن حنفی خوش ہیں کہ شافعی کی تردید ہو گئی اور مصنف خوش ہیں کہ میں نے دلیل بیان کر دی حالانکہ نہ دلیل نہ تردید، سنن میں یہ حدیث موجود ہے لیکن یہ الفاظ اس میں نہیں۔ (۳)

اسی طرح کا ایک سنسنی خیز قول مصنف مرحوم کا ص: ۱۳۴ باب قضاء الفوائت جلد اول ہدایہ مجتبائی (۴) میں ہے۔ وہاں نہایت جواں مردی سے اپنے مذہب کے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو کوئی ایک

---

(۱) ہدایہ میں ہے " ويقنت في جميع السنة خلافا للشافعي في غير النصف الاخير من رمضان" هدايه ج۱ صـ ۱٤٥

(۲) ہدایہ بین السطور میں ہے " لم اجد هذا اللفظ " /اور درایہ میں صاحب درایہ لکھتے ہیں " قوله اجعل هذا في وترك لم يقع في الحديث المذكور ولايتم مرادالمصنف الا بثبوته لانه استدل به على القنوت في جميع السنة (درايه ج۱ ص: ۱٤۸)

(۳) ملاحظه هو ابوداؤد ج۱ صـ ۲۰۱ باب القنوت في الوتر / ترمذی ج۱ صـ ۱۰٦ / ابن ماجه ج۱ صـ ۷۲ / نسائی ج۱ صـ ۹٥ / مستدرك حاكم ج۳ صـ ۱۷۲ / دارمی ج۱ صـ ٤٥۲ / سنن بيهقي ج۳ صـ ۳۹

(٤) هدايه ج۱ صـ ۱٥٤

نمازیں قضا کرنی ہوں تو ترتیب ضروری ہے(۱) اس لئے کہ نبی ﷺ نے جنگ خندق میں چار فوت شدہ نمازیں بالترتیب پڑھیں، " ثم قال صلوا کما رایتمونی اصلی" (۲) پھر فرمایا تم بھی اسی طرح نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

حنفی بھائیو! کیا کچھ جرأت تم بھی کر سکتے ہو دنیا کی کسی حدیث میں یہ جملہ اس واقعہ کے ساتھ دکھا سکتے ہو؟ کہ حضور ﷺ نے جنگ خندق والے دن قضا نماز کے بعد یہ ارشاد فرمایا ہو کیا اب بھی مجھے صرف اتنا کہنے میں سچا جان کر معذور نہ سمجھو گے کہ صاحب ہدایہ حدیثوں میں زیادتی کیا کرتے تھے، کس قدر شرمناک حرکت ہے کہ اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ بول دیا، کس قدر شرمناک حرکت ہے کہ اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے اللہ کے نبی ﷺ پر جھوٹ بول دیا ہے جس روایت میں جنگ خندق کی فوت شدہ نمازوں کو قضا کا ذکر ہے اس میں حضور کا یہ فرمان کہیں نہیں۔(۳)

---

(۱) هدایہ میں ہے "ولو فاتته صلوات رتبها فی القضاء کما وجبت فی الاصل
(هدایه ج ۱ صـ ۱۵٤ باب قضاء الفوائت)

(۲) لان النبی علیه السلام شغل عن اربع صلوات یوم الخندق فقضا هن مرتبا ثم قال صلوا کما رأیتمونی اصلي (هدایہ ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵ باب قضاء الفوائت)

(۳) غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ کی فوت شدہ نمازوں کی قضا کا ذکر ترمذی ج ۱ صـ ٤٣ باب ماجاء فی الرجل تفوته الصلوة ...... / نسائی ج ۱ باب المواقیت صـ ٧٢ وباب الاذان صـ ٧٧ / مسند احمد ج ۱ صـ ٣٧٥ میں موجود ہے لیکن وہاں صلوا کما رأیتمونی اصلی" موجود نہیں ہے بلکہ یہ دوسری حدیث کا جز ہے جسے مصنف ھدایہ اور صاحب بدائع الصنائع نے غزوۂ خندق میں فوت شدہ نمازوں والی حدیث میں جوڑ دیا ہے اللہ ہی بہتر سمجھتا ہے کہ یہ ان سے چوک ہے یا ان لوگوں نے عمداً اپنے مسلک کی تائید میں ایسا کیا ہے =

مصنف صاحب کی ایک اور کرامت

حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ مسجد میں جنازے کی نماز ممنوع ہے اسے ثابت کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھ دیا چنانچہ جلد اول فصل فی الصلوٰۃ علی المیت میں لکھتے ہیں "من صلیٰ علیٰ جنازۃ فی المسجد فلااجر لہ" ملاحظہ ہو ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۱۶۱(۱) یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسجد میں جنازے کی نماز پڑھے اس کے لئے کوئی اجر نہیں، ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مصنف صاحب نے یہ لفظ "فلا اجر لہ" کہاں سے گھڑ لئے۔ حدیث میں تو یہ الفاظ نہیں۔(۲) بنایہ والے نے مصنف کی

= صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں "قولہ ثم قال صلوا کمارایتمونی اصلی لیس من تمام مااتصل بہ بل ھو حدیث آخر" (فتح القدیر ج۱ ص ۴۶۲)

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "لیس ھو فی ھذا الحدیث ......ھو فی حدیث مالک بن الحویرث اخرجہ البخاری فی الاذان (نصب الرایہ ج۲ ص: ۱۶۴)

"صلوا کمارأیتمونی اصلی" کس حدیث کا جزء ہے یہ جاننے کے لئے ملاحظہ ہو بخاری ج۱ ص ۸۸/ کتاب الاذان / بخاری ج۲ص ۸۸۸ کتاب الادب باب رحمۃ الناس والبھائم / وص ۱۰۷۶ کتاب اخبار الآحاد.

(۱) ھدایہ ج۱ ص۱۸۱ باب الجنائز (ولایصلی علی میت فی مسجد جماعۃ لقول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلااجر لہ)

(۲) یہ حدیث ابوداؤد ج۲ ص ۴۵۴ باب الصلوٰۃ علی الجنازۃ فی المسجد / ابن ماجہ ج۱ ص ۴۸۶ / مصنف ابن ابی شیبہ ج۳ ص: ۳۶۴ / مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص: ۵۲۷ / مسنداحمد ج۲ ص: ۴۴۴ وص ۴۵۵ / بیھقی ج ۴ ص: ۴۵۲ میں موجود ہے لیکن کسی بھی صحیح روایت میں "فلا اجر لہ" نہیں ہے ابوداؤد والی روایت میں "فلاشیء لہ" کے الفاظ ہیں لیکن یہ روایت ضعیف ہے اس روایت میں صالح مولیٰ التوأمۃ ہیں ان کو اہل علم مثلاً احمد بن حنبل ابن المنذر خطابی بیہقی ابن عبدالبر ضعیف کہتے ہیں، ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں اس حدیث کو ذکر کرکے لکھا ہے "انہ باطل وکیف یقول رسول اللہ ﷺ وقد صلی علی سھیل بن بیضاء فی المسجد" =

اس غلط بیانی پر نوٹس لیا ہے وہ لکھتے ہیں "خطأ فاحش" مصنف نے یہاں فحش خطا کی ہے (۱) مگر مصنف صاحب جانتے ہیں کہ میری یہ کتاب مقلد پڑھیں گے جنہیں قرآن وحدیث ٹٹولنا کہاں نصیب ہوگا، جو ہم کہیں گے وہ پتھر کی لکیر ہوگی، بس! اس ہمت پر جو چاہتے ہیں لکھ دیتے ہیں اور جس کا چاہتے ہیں، نام لے لیتے ہیں۔

ان تمام باتوں سے بڑھ کر ایک اور بات ہے اور میں اسی پر اس باب کو ختم کرتا ہوں، یہاں تو مصنف نے وہ کمال کیا ہے جس سے ایماندار کا کلیجہ چھلنی ہو جائے، حنفی مذہب میں ہے کہ جس عورت کو اس کا خاوند تین طلاقیں بائنہ دیدے تو تیسری طلاق کے بعد بھی عدت تک اس کا نان نفقہ اور رہنے کا مکان خاوند کے ذمہ ہے، شافعیہ کا مذہب اسکے برخلاف ہے۔(۲) صاحب ہدایہ امام شافعیؒ کی دلیل کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو جب طلاق بائن دی تو رسول اللہ ﷺ نے نہ تو انہیں

= امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں "مسجد میں جنازہ کے قائلین نے حدیث ابوداؤد کا کئی جواب دیا ہے (۱) حدیث ضعیف ہے (۲) ابوداؤد کے مشہور و محقق نسخہ میں "فلاشیء علیه" کے الفاظ ہیں (۳) لاشیء کی تاویل فلاشیء علیه سے کرنے میں دو متعارض حدیثوں میں مطابقت ہو جاتی ہے (۴) لاشیء له کا معنیٰ یہ ہے کہ جو مسجد ہی سے نماز جنازہ پڑھ کر لوٹ آئے اور جنازہ کے ساتھ نہ جائے تو اس کے مقابلہ میں اسے کم اجر ملے گا جو قبرستان جائے اور دفن کے وقت حاضر رہے (مسلم مع النووی ج۱ صـ ۳۱۲) / ملا علی قاری لکھتے ہیں " من صلی علی جنازة فلااجر له " قال عبدالبر خطا فاحش والصواب روایة فلاشیء له قلت وهو محمول علی روایة فلاشیء علیه (موضوعات کبیر صـ ۱۲۱)

(۱) ملاحظه هو حاشیه هدایه ج۱ صـ ۱۸۱

(۲) اذا طلق الرجل امرأته فلها النفقة و[illegible] عدتها رجعیا كان او بائنا وقال الشافعی لانفقة للمبتوتة الا اذا كانت حاملا (هدایه ج۱ صـ ۴۴۳)

نان نفقہ دلوایا نہ مکان، پھر اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسے حضرت عمرؓ نے رد کر دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ایک عورت کے قول سے نہیں چھوڑ سکتے، نہیں معلوم وہ سچی ہے یا جھوٹی؟ اور اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی؟ "سمعت رسول الله علیه السلام یقول للمطلقة الثلث النفقة و السکنیٰ مادامت فی العدة" (۱) یعنی میں کیسے مان لوں جبکہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ بائن طلاق والی کو بھی عدت کی مدت تک نفقہ اور سکنیٰ ملے گا، حالانکہ دراصل اس روایت میں یہ حدیث سرے سے ہے ہی نہیں، (۲) لیکن علامہ موصوف نے اپنا مذہب ثابت کرنے اور شافعی مذہب باطل کرنے کے لئے پوری لمبی حدیث کی حدیث گھڑ لی اور اگلے صحیح قصہ کے ساتھ اس اپنے ایجاد کئے ہوئے جملہ کو اس طرح مربوط کر دیا کہ اچھے بھلے تنقیدی نظر ڈالنے والے کی آنکھ میں بھی خاک پڑ جائے، اس خوبصورتی سے حضرت کے صحیح قول کے ساتھ ہماری لکھی ہوئی عبارت کا اضافہ کر دیا کہ نظر پھسل جائے اور ہرگز اس راز کو نہ پاسکے، دراصل یہ ایک کھلی غلط بیانی ہے جو حضرت عمرؓ پر اولاً، اور ثانیاً اس واسطہ سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کی گئی ہے، سمعت سے لے کر آخر تک حدیث کی کسی کتاب میں مروی نہیں، اگلے جملے تو خیر۔ مگر یہ تو صریح

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۴۴۳ باب النفقة

(۲) یہ روایت صحیح مسلم ج۱ صـ ۴۸۵ باب المطلقة البائن لانفقة لها ترمذی ج۱ صـ ۲۲۳ / دارقطنی ج۴ صـ ۲۵ / ابوداؤد ج۱ صـ ۳۱۳ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "قال عمر لاندع کتاب الله وسنة نبینا ﷺ لقول امرأة لاندری لعلها حفظت اونسیت لها اسکنی والنفقة قال الله عزوجل لاتخرجوهن من بیوتهن ولایخرجن الا ان یاتین بفاحشة مبینة (مسلم)

واسطہ سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر کی گئی ہے، سمعت سے لے کر آخر تک حدیث کی کسی کتاب میں مروی نہیں، اگلے جملے تو خیر۔ مگر یہ تو صریح تہمت ہے، جناب فاروقؓ نے اگر قیامت والے دن گریبان میں ہاتھ ڈالا تو خدا جانے کیا حشر ہو؟ ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علامہ برہان الدین صاحب کے ان دلیرانہ حوصلوں کو معاف فرمائے، لیکن اگر گرفت ہوئی تو سخت مشکل پڑے گی۔ سید المرسلین ﷺ پر اس خوفناک پوشیدہ طور سے جھوٹ باندھ لینا، کوئی ہلکا جرم نہیں۔(۱) عینی جیسے علامہ کو بھی، جو حنفی مذہب کے بڑے حامی ہیں اور ہدایہ کے شارح ہیں، اس جگہ ہتھیار ڈال دینے پڑے ہیں اور صاف لکھ دیا ہے "لیس فیه نقل عمر رضی الله عنه سمعت الخ "یعنی اس روایت میں حضرت عمرؓ کا قول کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یوں یوں سنا منقول نہیں ہے(۲) یہ ہے نمونہ صاحب ہدایہ کی حدیث دانی، حدیثوں میں زیادتی اور مذہب کی پیچ کا، خواہ کیسا ہی گناہ کرنا پڑے

---

(۱) حدیث میں ہے "من كذب علی متعمدا فليتبوأ مقعده من النار"
(بخاری ج۱ ص۲۱ وص۱۷۲، ج۲ ص۴۹۱ / مسلم ج۱ ص۷ / ج۲ ص۴۱۴ / ترمذی ج۲ ص۹۴، ص۱۲۳ / ابوداؤد ج۲ ص۵۱۴ / ابن ماجة ج۱ ص۱۳ / دارمی ج۱ ص۸۸ وص۱۴۶ / مسند احمد ج۱۵۹۲، ۱۷۱، ۲۰۲، ۲۱۴، ۴۱۳، ۴۶۹، ۵۱۹/ج۳ ص۱۳، ۴۴، ۴۶، ۵۶، ۹۸، ۱۱۳، ۱۱۶، ۶۶. ۱۶۷. ۱۷۶، ۲۰۳ ج۴ ص۴۷. ۱۰۰، ۱۵۶، ۳۶۷، ج۵ ص۲۹۲، ۴۱۲.)

(۲) ملاحظه هو حاشيه هدايه ج۱ ص۴۴۳
(نوٹ) صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ یہ زیادتی دار قطنی و طحاوی میں ہے لیکن تلاش بسیار کے بعد بھی دار قطنی میں یہ الفاظ مجھے نہیں مل سکے ہیں (محشی)

، لیکن حنفیت کی لاج رہ جائے ، میں نے نہایت دیانتداری سے اللہ کے رسول ﷺ پر سے یہ کذب اٹھایا ہے ، میری تمنا ہے کہ خدا مجھے اس میں اجر دے ، میں نے اپنے دل کو غیر اللہ کے خوف اور ناحق کی حمایت سے خالی کر کے ، محض خوشنودی خدا اور ابتغاء مرضات اللہ کی خاطر ، اور اس لئے بھی کہ بندگان خدا حقیقت سے آگاہ ہو جائیں ، ان تلخ بحثوں کو اپنی اس کتاب میں جگہ دی ہے ، ممکن ہے کہ سو میں نناوے آدمی مجھے برا کہیں ، گالیاں دیں ، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ سو میں ایک آدمی راہ راست پر آجائے اور اس دلدل سے نکل کر قرآن وحدیث کا سچا تابع بن جائے اور دین کے اصل سر چشمہ کو یعنی قرآن وحدیث کو پہچان لے اور ان فقہاء کے در کی دریوزہ گری بند کر کے حنفیت ، شافعیت وغیرہ کی قیود سے آزاد ہو کر سچا محمدی اور پکا مسلم بنجائے۔

مصنف ہدایہ نے گو اور بھی بہت سے مقامات پر احادیث نبوی میں اسی طرح زیادتی کی ہے لیکن میں اس باب کو سر دست یہیں ختم کرتا ہوں۔

مصنف ہدایہ کی احادیث میں کمی بلکہ بے خبری اور انکار

حنفی مذہب میں ہے کہ رات کے نوافل ایک سلام سے آٹھ رکعت تک پڑھ سکتا ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ، گو امام محمد اور ابو یوسف امام صاحب کے اس مسئلہ کو بھی نہیں مانتے ، وہ کہتے ہیں رات کے وقت بھی

دو سے زیادہ ایک سلام سے نہیں پڑھ سکتا،(۱) مصنف ہدایہ جنہیں حنفی مذہب کے دلائل کا ٹھیکیدار کہنا کچھ بیجا نہ ہو گا،اس مسئلہ کے ثبوت میں اپنی معصوم اور مثل قرآن کتاب ہدایہ شریف کی جلد اول باب النوافل میں لکھتے ہیں "ودلیل الکراھة انه علیه السلام لم یزد علیٰ ذلك "ملاحظہ ہو ص:۱۴۷ مجتبائی (۲) یعنی مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک سلام سے آٹھ رکعت سے زیادہ کبھی نہیں پڑھی،

اے حنفی مذہب کے وہ عالمو! جو حدیثیں پڑھتے پڑھاتے ہو اگرچہ دورہ کے طور پر ہی سہی، کیا تم ہدایہ کے مصنف کے اس قول کی سچائی پیش کر سکتے ہو؟ میرا تو دعویٰ ہے کہ علامہ برہان الدین صاحب نے یہاں پر بڑی تنگ نظری سے کام لیا ہے اور اپنے مذہب کے اثبات کے لئے فرمان رسول ﷺ کا اس عمدہ طور سے انکار کیا ہے کہ نہ تو ان پر کوئی حرف آئے، نہ انہیں کوئی بحث کرنا پڑے، بلکہ ان کا انکار ان کے مقلدین کے لئے بھی ثبوت بن جائے، اگر علامہ موصوف وسعت نظر سے کام لیتے تو ایسا غلط دعویٰ کبھی نہ کرتے، صحیح مسلم شریف جلد اول باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ ص:۲۵۶ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے "یصلی تسع رکعات لایجلس فیھا الا فی الثامنة فیذکر الله

---

(۱) ھدایہ میں لکھتے ہیں "ونوافل النھار ان شاء صلی بتسلیمة رکعتین وان شاء اربعا وتکرہ الزیادة علی ذلك فاما نافلة اللیل قال ابوحنیفة ان صلی ثمان رکعات بتسلیمة جاز وتکرہ الزیادة علی ذلك وقالا لایزید باللیل علی رکعتین بتسلیمة . (ھدایه ج۱ صـ ۱۴۷ باب النوافل)

(۲) ایضاً

ویحمده ویدعوه ثم ینهض ولایسلم ثم یقوم فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکرالله ویحمده ویدعوه ثم یسلم تسلیماً یسمعنا" یعنی رسول اللہ ﷺ نو رکعتیں پڑھتے، آٹھ رکعت تک التحیات میں نہ بیٹھتے، آٹھویں میں صرف بیٹھتے اورذکراللہ حمدودعا کرکے بغیر سلام پھیرے اٹھ کھڑے ہوتے اورنویں رکعت پوری کرکے پھر بیٹھتے اورذکراللہ حمدودعا کرکے سلام پھیرتے، اس زور سے کہ ہمیں بھی سنائی دے، اس حدیث میں صراحت کے ساتھ حضور ﷺ کا نو رکعت ایک سلام سے پڑھنا ثابت ہے، مگر ہدایہ والے اپنا مذہب بنانے کے لئے نو کی آٹھ بناکر حدیث میں کمی کرتے ہیں، یااپنی بے خبری کا ثبوت پیش کرتے ہیں، اور صاف طور پر حدیث کاانکار کرتے ہیں، صاحب نصب الرایہ نے بھی مصنف کی اس غفلت پر صاد(اعتراف) کیا ہے اور لکھا ہے "وفی صحیح مسلم خلافه "(۱) یعنی صحیح مسلم شریف میں اس کے خلاف موجود ہے یعنی آٹھ رکعت سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا ثابت ہے۔

ع:۱۵۶ہدایہ مجتبائی جلد اول باب صلوۃ الکسوف(۲) میں لکھتے ہیں "ولیس فی الکسوف خطبة " یعنی سورج گہن، چاند گہن کی نماز میں خطبہ نہ پڑھے، "لانه لم ینقل" اس لئے کہ آنحضرت ﷺ سے منقول نہیں، یہاں بھی علامہ موصوف نے مغالطہ کھایا ہے اپنے مذہب کو مزین اور مدلل کرنے کے لئے لکھ مارا کہ صلوٰۃ کسوف میں خطبہ پڑھنا مروی ہی نہیں، حالانکہ حدیث کی قریب قریب سب کتابوں میں موجود ہے۔

---

(۱) ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج۲ صـ ۱۴۳

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۱۷۶

صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، "فانصرف رسول اللهﷺ وقد تجلت الشمس فخطب رسول اللهﷺ الناس" یعنی رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃ کسوف سے فارغ ہو کر سورج کے کھل جانے کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا، (ملاحظہ ہو مسلم شریف جلد اول ص:۲۹۸)

اسی طرح متفق علیہ حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور مسند احمد اور مستدرک حاکم میں سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن حبان میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بھی اس نماز میں آنحضرت ﷺ کا خطبہ پڑھنا مروی ہے(۱)، اور مسند احمد، سنن نسائی اور ابن حبان میں تو یہ تصریح موجود ہے "انه صعد المنبر" یعنی حضور ﷺ نے منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا(۲) اس قدر مشہور معروف حدیث کا کتمان بلکہ انکار کرتے ہوئے بھی مصنف صاحب کو خیال نہ آیا اور ایسی مشہور حدیث کی کمی کرنے میں بھی انہیں کچھ تامل نہ ہوا۔ میرے خیال سے تو اس واقعہ نے مصنف کی احادیث سے بے خبری کھی اور انکار پر مہر لگادی۔

اسی صفحہ میں باب الاستسقاء میں لکھتے ہیں "ولم ترو عنه الصلوٰة"(۳) یعنی پانی مانگنے کے لئے نماز پڑھنا آنحضرت ﷺ سے

---

(۱) صحیح بخاری ج۱ ص۱٤۲ باب خطبة الإمام في الكسوف
صحيح مسلم ج۱ ص۲۹۷ / مسند احمد ج۵ ص۱٦ / مستدرك حاكم ج۱ ص۳۳۰ / نسائی ج۱ ص۱٦٤
(۲) مسنداحمد ج٦ ص۳۵٤ /نسائی ج۱ ص۱٦۹
(۳) هدايه ج۱ ص۱۷٦

روایت نہیں کیا گیا، ہدایہ والے کی جرأت کو دیکھ دیکھ کر ہمارا تو رواں رواں کھڑا ہو جاتا ہے، خون کھولنے لگتا ہے کہ خدایا کیسے دلیر لوگ ہیں نہ تو فرمان پیغمبر میں اپنا قول ملا کر اپنا مسئلہ ثابت کرنے میں شرم، نہ فرمان رسول کا قطعی انکار اور نفی کر کے اپنا مذہب بنانے میں عار، خاص امام صاحب کا مذہب ہے کہ استسقاء کے لئے باجماعت نماز پڑھنا مسنون نہیں،(۱) ہدایہ والے نے جھٹ سے ایک دلیل پیش کر دی کہ ہاں حضور سچ ہے، بجا ارشاد ہوا، آنحضرت ﷺ سے بھی استسقاء میں نماز پڑھنی مروی نہیں، صرف دعا استغفار ہونا چاہئے، حالانکہ یہ حدیث بھی حدیث کی قریب قریب چھوٹی بڑی تمام کتابوں میں بہ سند صحیح موجود ہے۔(۲)

صحیح مسلم شریف جلد اول ص: ۲۹۳ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے "خرج النبی ﷺ الی المصلیٰ

(۱) ھدایہ میں ہے "قال ابوحنیفة رضی الله عنه لیس فی الاستسقاء صلوٰة مسنونة فی جماعة فان صلی الناس وحدانا جاز وانما الاستسقاء والدعاء والاستغفار" (هدایة ج۱ صـ ۱۷٦)

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج۱ صـ ۱٤۰ باب صلوٰة الاستسقاء رکعتین مسلم ج۱ صـ ۲۹۳ / ابوداؤد ج۱ صـ ۱٦٤ / ترمذی ج۱ صـ ۱۲٤ / نسائی ج۱ صـ ۱۷۰ / ابن ماجة ج۱ صـ ٤۰۳ / الفتح الربانی لترتیب مسندالامام احمد بن حنبل الشیبانی ج٦صـ ۲۳۳ باب صفة صلوٰة الاستسقاء والخطبة والجهر بالقرأة فيها / ابن ابی شیبة ج۲ صـ ٤۷۳ /السنن الکبریٰ للبیهقی ج۳ صـ ۳۵۰ / دارقطنی ج۲ صـ ٦٦ / موطا امام مالك صـ ۷۲ / مستدرك حاکم ج۱ صـ ۳۲٦ / نیل الاوطار ج۳ صـ ۲۳۰ / صحیح ابن خزیمة ج۲ صـ ۳۳۱ / مسند الحمیدی ج۱ صـ ۲۰۱ حدیث نمبر ٤۱۵/ مجمع الزوائد ج۲ صـ ۲۱۲ باب الاستسقاء

فاستسقیٰ واستقبل القبلة وقلب رداء ہ وصلی رکعتین" یعنی نبی ﷺ استقاء کے لئے عید گاہ کی طرف گئے، قبلہ کی طرف منہ کر کے چادر الٹی، دعائیں کیں اور دو رکعت نماز ادا کی، صحیح بخاری شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ عجب اندھیر ہے کہ حدیث میں جو نہ ہو اسے بڑھادیا جائے جیسا کہ اس سے اگلے باب میں آپ پڑھ آئے ہیں، اور جو حدیث میں ہو اور وہ بھی بخاری مسلم وغیرہ کی مشہور حدیث میں، اسے گھٹا دیا جائے بلکہ انکار کر دیا جائے، جیسا کہ اس باب میں آپ پڑھ رہے ہیں(۱) یہاں ایک لطیفہ میں اور بھی ناظرین کے گوش گذار کردوں۔ یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ علامہ برہان الدین صاحب نے بڑے شد و مد کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ثابت کرنے کے لئے صاف انکار کر دیا کہ کوئی حدیث صلوٰۃ استقاء کے بارے میں مروی ہی نہیں، لیکن پھر اسی صفحہ میں بلکہ اس سطر کے بعد ہی آپ نے صاحبین کا یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کا مذہب بیان کیا ہے کہ وہ امام صاحبؒ کے اس مسئلہ کو نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں دو رکعت استقاء میں پڑھ لینی چاہئے،(۲) صاحب ہدایہ ان کی بھی جنبہ داری کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، صاحبین کا مذہب حدیث کے مطابق ہے لکھتے ہیں "لما روی النبی ﷺ صلی فیه رکعتین کصلوٰۃ العید "(۳) یعنی

---

(۱) نصب الرایہ میں ہے " امااستسقاء ہ علیه السلام فصحیح ثابت واما انه لم یروعنه الصلوٰۃ فهذا غیر صحیح بل صح انه صلی فیه (نصب الرایه ج۲ صـ ۲۳۸) درایہ میں ہے "الاستسقاء ثابت" (درایه ج۱ صـ ۱۷۷)

(۲) وقالا یصلی الامام رکعتین (هدایه ج۱ صـ ۱۷۶)

(۳)ایضاً (ابن ماجه ج۱ صـ ۴۰۳ باب ماجاء فی صلوٰۃ الاستسقاء)

آنحضرت ﷺ سے بھی مروی ہے کہ آپ نے دو رکعتیں صلوۃ استسقاء کی پڑھیں جیسے نماز عید کی، اللہ اکبر پہلی سطر میں انکار دوسری میں اقرار، انکار کرکے امام ابو حنیفہ کے مذہب کا ثبوت، اقرار کرکے ان کے دو شاگردوں کے مذہب کا ثبوت، اب ہم اتنے بڑے علامہ کی شان میں کیا لب کشائی کریں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے دین ایمان کی ثابت قدمی طلب کریں۔ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هد يتنا

حنفی مذہب میں ہے کہ جانور کے ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پورا پڑھنا شرط نہیں، چونکہ تمام مسلمان اس کو پڑھا کرتے ہیں تو علامہ مصنف ہدایہ نے اس کی وقعت گھٹانے کے لئے لکھ دیا کہ "وما تداولته الالسن عند الذبح وهو قوله بسم الله والله اكبر منقول عن ابن عباس رضي الله عنهما"۔ملاحظہ ہو ہدایہ جلد ۴ کتاب الذبائح مطبوعہ فاروقی ص:۴۲۱(۱) یعنی یہ جو عوام الناس ذبح کے وقت بسم اللہ واللہ اکبر پڑھا کرتے ہیں یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مطلب مصنف مرحوم کا یہ ہے کہ اس کا پڑھنا ضروری نہیں، نہ آنحضرت ﷺ سے اس کا ثبوت ہے، علامہ مرحوم کی یہ جرأت تو یقیناً حنفیوں کے نزدیک قابل داد ہے، گو محمدیوں کے نزدیک یہ غفلت قابل نفرت ہو، میں یہاں پر اپنی طرف سے تو کچھ نہیں کہتا البتہ نصب الرایہ کی عبارت نقل کردیتا ہوں، یہاں وہ بھی کوئی پردہ پوشی نہیں کرسکے، صاف لکھتے ہیں "ولقد

---

(۱) هدايه ج ٤ صـ ٤٣٧.

حجر المصنف علیٰ نفسه ففیه حدیث مرفوع اخرجه الائمة الستة فی کتبهم فی الضحایا عن قتادة عن انس ان النبی ﷺ کان یضحی بکبشین املحین اقرنین یذبحهما بیده ویسمی ویکبر ویضع رجله علیٰ صفاحهما "(۱) یعنی مصنف نے یہاں بڑے بخل اور تنگ دلی سے کام لیا ہے، ان کلمات کا کہنا تو مرفوع حدیث سے ثابت ہے، صحاح ستہ میں یہ مرفوع حدیث موجود ہے کہ نبی ﷺ نے دو بھیڑ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام بھی لیا اور تکبیر بھی پڑھی،

ناظرین! اس حدیث میں تو صرف اللہ کا نام لینا اور تکبیر پڑھنا مروی ہے لیکن صحیح مسلم شریف جلد ۲ ص: ۱۵۶ مجتبائی میں تو یہ لفظ ہیں "یقول بسم الله والله اکبر" یعنی نبی ﷺ ذبح کے وقت "بسم الله والله اکبر "پڑھا کرتے، (۲) مصنف ہدایہ نے یہاں بھی حدیث میں کمی کی، بلکہ انکار کیا اور اپنی بے خبری کا کامل ثبوت دیا۔

---

(۱) نصب الرایه ج۲ ص ۱۵۶

(۲) ملاحظه هو بخاری ج۲ ص ۸۳۵ کتاب الاضاحی باب التکبیر عند الذبح / مسلم ج۲ ص ۱۵۶ / ابوداؤد ج۲ ص ۳۸۶ / ترمذی ج۱ ص ۲۷۵ نسائی ج۲ ص ۱۸۰ ابن ماجة ج۲ ص ۱۰۴۳ / سنن کبری للبیهقی ج۵ ص ۲۳۸ / ابویعلیٰ بحواله مجمع الزوائد ج۴ ص ۲۲

(نوٹ) یہ اپنی جگہ صحیح ہے کہ عبداللہ بن عباس ذبح کے وقت بسم الله والله اکبر پڑھا کرتے تھے جیسا کہ مستدرك حاکم ج۴ کتاب الذبائح ص ۲۳۳ و ج ۲ ص ۳۸۹ تفسیر سورة الحج باب التشدید فی امر الاضحیة میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس بات کا انکار کہ آنحضور ﷺ سے ثابت نہیں ہے رسول کے بارے میں بڑی جسارت ہے

دلیری اور جرأت کا بے نظیر سین

علامہ کی دلیری اور جرأت کا ایک بے نظیر سین دیکھئے لیکن کلیجہ تھامے ہوئے۔

ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص:۵۷۰ کتاب الدیات (۱) میں لکھتے ہیں

"ماروا ه الشافعی لم یعرف راویه ولم یذکر فی کتب الحدیث"

یعنی امام شافعی نے جو روایت لی ہے نہ تو اس کے راوی پہچانے جاتے ہیں اور نہ حدیث کی کتابوں میں وہ مذکور ہے، (۲) یعنی روایت بھی لاپتہ اور رواۃ بھی اس کے مجہول، غیر معروف۔ العجب !! ثم العجب !! کیا حضرت سعید بن میسب تابعی نہیں پہچانے جاتے؟ کیا حضرت عمرو بن شعیب غیر معروف ہیں؟ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ مجہول ہیں؟ کیا ذوالنورین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے مسلمان ناآشنا ہیں؟ یہ سب بزرگ اس حدیث کے راوی ہیں اور ان سب بزرگوں سے مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔ کیا مصنف عبدالرزاق حدیث کی کتاب نہیں؟ کیا مسند شافعی کو بھی ہم حدیث کی کتاب نہیں مانتے؟ کیا ابن ابی شیبہ کو بھی حدیث کی کتابوں سے خارج کردیا؟ یہ روایت ان سب کتابوں میں موجود ہے، پھر یہ تسامح کس قدر خوفناک ہے کہ ان جلیل القدر ہستیوں کو غیر معروف لکھ دیا، حدیث میں اپنی

---

(۱) هدایه ج ٤ صـ ٥٨٦

(۲) امام شافعی کہتے ہیں یہودی و نصرانی کی دیت چار ہزار درہم ہے اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ انھوں نے اپنے قول کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہے "ان النبی علیه السلام جعل دیة النصرانی والیهودی اربعة آلاف درهم ودیة المجوسی ثمانمائة درهم" یہاں اسی روایت کی جانب اشارہ ہے۔

مہارت تامہ وسعت نظر اور تبحر علمی کا ثبوت یہ کہہ کر دیا کہ حدیث کی کتابوں میں یہ روایت ہی نہیں۔(۱) ملاحظہ فرمائیے "روی الشافعی وعبدالرزاق من روایة سعید این المسیب عن عمر انه قضٰی فی الیهودی والنصرانی اربعة آلاف وفی المجوسی ثمانی مائة" یعنی شافعی اور عبدالرزاق روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہود اور نصرانی کی دیت چار ہزار مقرر کی ہے اور مجوسی کی دیت آٹھ سو مقرر کی ہے، اس کے راوی سعید بن مسیّب ہیں، مصنف عبدالرزاق میں یہ روایت آنحضرت ﷺ کے فرمان سے بھی یعنی مرفوعا بھی مروی ہے اس میں مجوسی کا ذکر نہیں اہل کتاب کا لفظ ہے۔(۲)

ناظرین! آپ شاید اب تک اس خیال میں ہوں گے کہ آخر مصنف صاحب نے اس خطرناک رویہ کو کیوں اختیار کیا؟ اور موجود کو معدوم اور معروف کو مجہول کیوں بنایا؟ سنئے جناب! اس کی وجہ بھی ٹھیکیداری کا فرض ہے، حنفی مذہب میں ہے کہ مسلمان اور ذمی کافر اگر خطا سے قتل کیا جائے تو دونوں کی دیت یعنی جرمانہ برابر ہے(۳) اور شافعی مذہب اس کے برخلاف ہے، اس میں ہے کہ مسلمان کی دیت بارہ ہزار درہم ہے اور یہود و نصرانی کی چار ہزار درہم اور مجوسی کی آٹھ سو درہم، امام شافعی کے قول پر یہ حدیث دلیل تھی اسے صاحب ہدایہ نے وارد کی اور پھر رد کی

---

(۱) یہ روایت دارقطنی ج۳ صـ ۱۳۰ کتاب الحدود والدیات/ السنن الکبریٰ للبیهقی ج۸ صـ ۱۰۰ / مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ صـ ۹۳/ ترمذی ج ۱ صـ ۲۶۱ / مسند شافعی اور ابن ابی شیبہ میں موجود ہے۔

(۲) ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق ج ۱۰ صـ ۹۲ باب دیة اهل الکتاب

(۳) هدایه ج ٤ صـ ٥٨٥

اور فرمادیا کہ نہ تو یہ کسی حدیث کی کتاب میں ہے نہ اس کا راوی معروف ہے، یہ دو باتیں کہہ کر اپنے مذہب کا بول بالا کیا اور شافعی مذہب کی تردید کی، اب دیکھیں کہ اس طرح کھلم کھلا حق کے واضح ہو جانے کے بعد موجودہ برادران احناف کیا کرتے ہیں؟ آیا اس پر بیچ کی کوئی قلعی پھیرتے ہیں، ملمع سازی کرتے ہیں یا حق کی طرف داری کر کے صاف لکھ دیتے ہیں کہ یہ واقعہ مصنف ممدوح کی احادیث سے بے خبری، احادیث میں کمی اور احادیث سے انکار کا ایک بین ثبوت ہے۔ (۱) گو ابھی اس قسم کے اور مقامات بھی ہدایہ شریف میں بکثرت موجود ہیں، لیکن سردست ہم انہیں چھوڑتے ہیں اور ناظرین کو صاحب ہدایہ کے اور یادگار روزگار کارناموں کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

مصنف ہدایہ کی حدیث کی کتابوں سے بے خبری

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب الماء ص: ۱۸ (۲) میں لکھتے ہیں "وماروا ه الشافعي ضعفه ابو دائود ۔ یعنی شافعی نے جو قلتین والی حدیث روایت کی ہے اسے امام ابوداؤد نے ضعیف کہا ہے (۳) مذہب کی پابندی

(۱) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "قوله في الكتاب ان هذا لحديث لم يعرف راويه ولم يوجد في كتب الحديث فيه نظر" (نصب الرايه ج ٤ صـ ٣٦٥)

(۲) هدايه ج۱ صـ ۳۵

(۳) حدیث قلتین یہ ہے " اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث " (ابو داؤد ج۱ باب ماينجس الماء)

اور صاحب مذہب کی محبت نے انہیں یہاں بھی امام شافعی کے مذہب کو باطل کرنے کے لئے باطل بات کہنے پر جری کر دیا، اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ پانی جب دو قلے ہو تو نجاست کی وجہ سے (رنگ بو مزہ نہ بدلنے تک) وہ ناپاک نہیں ہوتا اور اس کی یہ حدیث دلیل تھی اس لئے صاحب ہدایہ پر ضروری تھا کہ اس حدیث کو رد کر دیں، انہوں نے نہایت جرأت سے امام ابوداؤد کی طرف منسوب کر کے حدیث کو ضعیف بتلادیا، حالانکہ امام ابوداؤد نے اس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور ضعیف نہیں کہا اور کس طرح ضعیف کہتے جتنے راوی اس حدیث کے ہیں سب ثقہ ہیں پھر امام صاحب اسے خواہ مخواہ ضعیف کیوں کہتے ؟ اور ان کا تو چپ رہنا یعنی کسی حدیث پر کلام نہ کرنا بھی ان کے نزدیک اس حدیث کا صحیح ہوتا ہے، اس حدیث کو کئی طریق سے ابوداؤد نے وارد کیا ہے اور کسی طریق کی بھی تضعیف نہیں کی، لیکن مصنف ہدایہ نے نہ صرف یہی کہ اسے ضعیف کہا بلکہ امام ابوداؤد کا نام بھی لے لیا(۱) اور اس طرح دنیا کو یہ موقعہ دیا کہ وہ کہہ سکے کہ علامہ موصوف فی الحقیقت کتب حدیث سے بے خبر ہیں۔

---

(۱) حاشیہ ہدایہ میں اسے صاف طور پر غلط کہا گیا ہے لکھتے ہیں "هذا غير صحيح فان ابا داؤد روى حديث القلتين وسكت عنه فهو صحيح عنده على عادة صـ ۳۵ صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم نجد هذا عند ابى داؤد بل اخرج حديث القلتين وسكت عليه فى جميع الطرق منه ولم يقع منه فيه طعن (درايه صـ ۳۵) ابوداؤد کے محشی لکھتے ہیں " صححه الجم الغفير من المحدثين

(ف) یہ حدیث ترمذی ج۱ صـ ۲۱ باب ان الماء لاينجس شىء / نسائى ج۱ صـ ۹ باب التوقيت فى الماء / ابن ماجه ج۱ صـ۱۷۲ باب مقدار الماء الذى لاينجس / مستدرك حاكم ج۱ صـ ۱۳۲ میں بھی موجود ہے

مصنف ہدایہ کی حساب دانی

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۲۵۷ کتاب الحج فصل فی الصید(۱)
میں لکھتے ہیں "واستثنیٰ رسول الله ﷺ الخمس الفواسق وهی الکلب العقور والذئب والحدأة والغراب والحیة والعقرب" یعنی نبی ﷺ نے پانچ جانوروں کا استثنا فرمایا ہے کاٹ کھانے والا کتا، بھیڑیا، چیل، کوا، سانپ، اور بچھو، مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں کو احرام کی حالت میں محرم قتل کر سکتا ہے، اس حساب فہمی کو ملاحظہ فرمایئے اور اس حساب دانی کی دل کھول کر داد دیجئے کہ پانچ کہتے ہیں اور چھ گنواتے ہیں، کتا ایک، بھیڑیا دو، چیل تین، کوا چار، سانپ پانچ اور بچھو چھ، خدا جانے کس منطق سے چھ کے پانچ ہو گئے یا واللہ اعلم حساب کی کس مد سے پانچ کے چھ ہو گئے۔
مصنف صاحب کی پانچ چھ کی گنتی اور پانچ میں چھ کا ادغام اور چھ کا پانچ میں تداخل بھی ایک معمہ یا چیستان یا لطیفہ ہے ہم تو اسے نہیں سمجھ سکتے، ہماری سمجھ سے بالا تر مقام ہے، ہاں حنفیوں میں اگر کوئی مصنف صاحب جیسی حساب دانی اور علم و کمال کا مالک شخص ہو تو وہی اسے بخوبی جان سکتا ہے۔

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۲۷۷

(۲) بخاری شریف میں ہے حضرت حفصہ کہتی ہیں "قال رسول الله ﷺ خمس من الدواب لاحرج علی من قتلهن الغراب والحدأة والفارة والعقرب والکلب العقور. دوسری حدیث میں ہے" ان رسول الله ﷺ قال خمس من الدواب کلهن فاسق یقتلن فی الحرم الغراب والحدأة والعقرب والفارة والکلب العقور (بخاری ج۱ صـ ۲۴۶ باب مایقتل المحرم من الدواب)

مصنف ہدایہ کی راویوں کے نام میں غلطی

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۹۰ باب صفة الصلوة میں لکھتے ہیں " لان وائل بن حجر وصف .... "(۱) یعنی حضرت وائل بن حجر نے آنحضرت ﷺ کے سجدے کی کیفیت بیان کی، مصنف سے یہاں بھی سہو ہو گیا ہے یہ روایت دراصل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے نہ کہ حضرت وائل سے۔(۲)

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب الاحرام ص: ۲۱۶ میں لکھتے ہیں " لماروی جابر ...... " (۳) یعنی حضرت جابرؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کی۔ یہ بھی صاحب ہدایہ کی غلطی ہے، خود حنفی مذہب کی کتاب بنایہ میں ہے " نسبته الیٰ جابر

---

(۱) " لان وائل بن حجر وصف رسول اللہ ﷺ فسجد وادعم علی راحتیه ورفع عجیزته (هدایه ج۱ ص۱۰۸)

(۲) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده عن وائل بن حجر وانما اخرجه ابوداؤد والنسائی من حدیث البراء (درایه مع هدایه ج۱ ص ۱۰۹)

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں " قلت غریب من حدیث وائل ورواه ابویعلی الموسلی فی مسنده من حدیث البراء بن عازب (نصب الرایه ج۱ ص ۳۸۰)

(ف) براء بن عازب سے مروی یہ حدیث ابوداؤد ج۱ ص ۱۳۰ / نسائی ج۱ ص ۱۲۴ / السنن الکبری للبیهقی ج۲ ص ۱۱۵ میں موجود ہے

(۳) "لماروی جابر ان النبی علیه السلام صلی بذی الحلیفة رکعتین عند احرامه (هدایه ج۱ ص ۲۳۶)

لم تصح" (۱) یعنی اس کی نسبت حضرت جابرؓ کی طرف صحیح نہیں، ہاں ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۲۸ باب الاحرام وا رکان الحج" میں لکھتے ہیں "حتی روی فی حدیث ابن عباس" (۲) یعنی ابن عباسؓ کی روایت میں یہاں تک مروی ہے کہ مشعر الحرام میں آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ یہ بھی علامہ کا وہم ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مروی نہیں، بلکہ اس کے راوی کنانہ بن عباس بن مرداس تابعیؒ ہیں، کنانہ بن عباس تابعی ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں، یہ نہ کہا جائے کہ ابن عباس سے مراد کنانہ بن عباس ہیں نہ کہ عبداللہ بن عباسؓ، اس لئے کہ یہ ظاہر بات ہے اور خود مصنف صاحب کا طرز اوران کا تعامل بھی اس پر شاہد ہے کہ ابن عباسؓ صرف جب کہا جائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ صحابی، رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی ہی مراد ہوتے ہیں، تو صاف کہنا پڑے گا کہ جناب مصنف کا وہم ہے، علامہ عینی نے بھی اس وہم کو محسوس کیا ہے اور کھلے

(۱) بحوالہ حاشیہ ھدایہ ج۱ ص۔ ۳۶ صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجدہ من حدیث جابر بذکر الرکعتین درایة ج۱ ص۔ ۲۳۶ علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غریب عن جابر" (نصب الرایہ ج۳ ص۔ ۲۱)

(ف) یہ روایت حضرت جابر سے مروی نہیں ہے بلکہ مسلم ج۱ ص۔ ۳۷۶ باب التلبیة میں ابن عمر سے اورابو داؤد ج۱ ص۔ ۲۴۶ باب وقت الاحرام /مستدرك حاكم ج۱ ص۔۴۴۷ باب کان لاینزل منزلاً الا ودعه برکعتین میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

(۲) حتی روی فی حدیث ابن عباس فاستجیب له دعاءه لامته حتی الدماء والمظالم (هدایه ج۱ ص۔ ۲۴۸)

لفظوں میں لکھا ہے "هذا وهم من المصنف" یعنی یہ مصنف کا وہم ہے، فانه ليس حديث ابن عباس الذى هو عبدالله"(۱) یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب الاحرام وارکان الحج ص:۲۳۱ میں لکھتے ہیں۔" هكذا روىٰ جابر...... " (۲) یعنی حضرت جابرؓ کی مطول حدیث میں حضور ﷺ کا تینوں جمروں پر کنکریاں مارنا، دو پر ٹھہرنا تیسرے پر نہ ٹھہرنا وغیرہ مروی ہے حالانکہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں اس کا پتہ نشان نہیں، ہاں ابو داؤد وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے لیکن مصنف صاحب کی تحقیق کی کوئی مساعدت نہیں کر سکتا، یہاں تک کہ بنایہ والے بھی لکھ گئے "الذى نسبه الىٰ جابر غريب" (۳) یعنی حضرت جابر کی طرف اس روایت کی نسبت غریب ہے۔ مصنف صاحب کی

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے " هذا وهم من المصنف فانه ليس حديث ابن عباس الذى هو عبدالله وقوله هذا لم ينبه عليه احد من الشراح واعتذر بعضهم بان مراده كنانة بن عباس بن مرداس وهوخطأ من وجهين احد هما ان ابن عباس اذا اطلق لايراد به الا عبدالله بن عباس فلو اراد كنانة لقيده وثانيهما ان المصنف ليس من عادته ان يذكر التابعى دون الصحابى (ملاحظه هو حاشيه هدايه ج۱ صـ ۲٤۸)

(ف) یہ حدیث ابن ماجه ج۲ صـ ۱۰۰۲ باب الدعاء بعرفة اور مسند احمد ج٤ صـ ١٤ میں موجود ہے۔

(۲) هكذا روى جابر فيما نقل من نسك رسول الله عليه السلام مفصلاً (هدايه ج۱ صـ ۲٥۱)

(۳) بنايه بحواله حاشيه هدايه ج۱ صـ ۲٥۱ صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده عن جابر " (ايضاً)

اس غربت کو اور حدیث کے راویوں کے ناموں کی اس غلطی بلکہ خلط ملط اور عدم احتیاط کو زیر نظر رکھ کر اور آگے ملاحظہ فرمایئے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول فصل فی مایتعلق بالطواف ص: ۲۵۶ میں لکھتے ہیں "حدیث ابن مسعود............"(۱) یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ امور حج میں تقدیم تاخیر کرنے سے قربانی دینی پڑے گی، حالانکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے نہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ملاحظہ ہو طحاوی اور مصنف ابن ابی شیبہ (۲) ہم تو مصنف صاحب کو داد دیتے ہیں کہ جو زبان پر چڑھ جاتا ہے بے تکان لکھ ڈالتے ہیں گویا علمی دنیا میں کوئی بھی جناب پر گرفت کر ہی نہیں سکتا۔

ہدایہ جلد ۴ کتاب الکراھیۃ ص: ۴۳۶ مطبوعہ فاروقی میں لکھتے ہیں۔"واتی ابو ھریرۃ............"(۳) یعنی حضرت ابوہریرہؓ کو چاندی کے برتن میں پانی میں دیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کردیا، یہ بھی مصنف صاحب کی غلطی ہے، ایک کا واقعہ دوسرے کی طرف منسوب کردیا ہے، کسی

---

(۱) "حدیث ابن مسعود انہ قال من قدم نسکاً علی نسک فعلیہ دم" (ہدایہ ج۱ صـ ۲۷۶)

(۲) طحاوی شرح الآثار ج۱ صـ ۴۲۴ باب تقدیم نسک علی نسک / علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں " ھکذا ھو فی غالب النسخ ویوجد فی بعضھاابن عباس وھواصح رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ " (نصب الرایہ ج۳ صـ ۱۲۹)

(۳) واتی ابوھریرۃ بشراب فی اناء فضۃ فلم یقبلہ وقال نھانا عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ھدایہ ج ۴ صـ ۴۵۲)

کتاب میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ واقعہ مروی نہیں،(۱) البتہ صحاح ستہ میں بروایت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے(۲) کہ انہیں ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں پانی دیا تو انہوں نے نہ پیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرمارہے تھے ریشم نہ پہنو اور چاندی سونے کے برتن میں نہ کھاؤ پیو، یہ کافروں کے لئے دنیا میں ہیں اور ہمارے لئے آخرت میں۔ غرض حضرت حذیفہؓ کا واقعہ حضرت ابوہریرہؓ کی طرف منسوب کرنا یہ صریح غلطی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ جو الفاظ مصنف مرحوم نے نقل کئے ہیں وہ حضرت حذیفہؓ والی روایت میں بھی مروی نہیں ہیں، وہ تو خاص مصنف صاحب کے گھریلو اور من گھڑت الفاظ ہیں۔

---

(۱) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غریب عن ابی ہریرۃ وھو فی الکتب الستة عن حذیفة من روایة عبدالرحمن بن ابی لیلی" (نصب الرایہ ج۴ ص ۲۲۰) صاحب درایہ لکھتے ہیں حدیث ابی ہریرۃ اتی بشراب فی اناء فضة فلم یقبله وقال نھانا عنه رسول الله ﷺ لم اجده من حدیث ابی ہریرۃ وانما ھو فی الصحیح عن حذیفة (درایة ج۴ ص ۲۵۲)

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج۲ ص ۸۴۱ کتاب الاشربة وص ۸۱۶ باب الاکل فی اناء مفضض وص ۸۶۷ باب لبس الحریر و ص ۸۶۸ باب افتراش الحریر / مسلم ج۲ ص ۱۸۹ کتاب الاشربة / ابوداؤد ج۲ ص ۵۲۳ / ترمذی ج۲ ص ۱۲ / نسائی ج۲ ص ۲۹۶ / ابن ماجه ج۲ ص ۲۵۲ وص ۲۶۵

الفاظ یہ ہیں " عن ابن ابی لیلیٰ قال کان حذیفة بالمدائن فاستسقی فاتاه دھقان بقدح بفضة فرماه به فقال انی لم ارمه الا انی نھیته فلم ینته وان النبی ﷺ نھانا عن الحریر والدیباج والشرب فی آنیة الذھب والفضة وقال ھن لھن فی الدنیا وھن لکم فی الآخرة "

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی حنفی بھی اس غلطی پر ریمارک کرتے ہیں۔ اور حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ "قلت غریب عن ابی ھریرۃ" (۱) یعنی ابوہریرہؓ سے یہ روایت کرنا غریب اور انجان ہے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب مایفسد الصلوٰۃ فصل ص: ۱۴۰ میں لکھتے ہیں، لقول ابی ذر (۲) یعنی یہ سبب حضرت ابوذرؓ کے قول کے کہ انہوں نے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے جس میں مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنے یعنی جلدی جلدی سجدے کرنے وغیرہ امو ر سے ممانعت آئی ہے، یہ حدیث دراصل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، (۳) خدا جانے کس بات نے مصنف مرحوم کو اس بزأت پر آمادہ کیا کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام چھوڑ دیا۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا، (۴) اللہ رحم کرے۔

ناظرین کرام! کیا آپ کو یہ گھناؤنی غلطیاں کچھ اچھی معلوم ہوتی ہیں، کیا باوجود علم کے ایسا کرنا یہ کبیرہ گناہ نہیں؟ نہ معلوم ہونے پر ایسا کرنا کیا امتحان علمی میں ناکامیاب ہونا نہیں؟ عمداً یہ سلوک کیا بربادی کا طریق نہیں؟

---

(۱) ھدایہ ج ٤ صـ ٤٥٢ حاشیہ نمبر ١٤

(٢) لقول ابی ذر نھانی خلیلی عن ثلاث ان انقر نقرالدیك وان اقعی اقعاء الکلب وان افترش افتراش الثعلب۔ (ھدایہ ج ١ صـ ١٤٠)

(٣) ملاحظہ ہو مسند احمد ج٢ صـ ٣١١/ السنن الکبریٰ للبیھقی ج٢ صـ ١٢٠

(٤) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں " غریب من حدیث ابی ذر واخرجہ احمد فی مسندہ عن ابی ھریرۃ (نصب الرایہ ج٢ صـ ٩٢) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجدہ من حدیث ابی ذر وانما عند احمد عن ابی ھریرۃ (درایہ ج١ صـ ١٤١)

بلا قصد یہ کارروائی مجرمانہ غفلت نہیں ؟ پھر باوجود ان سب شقوں کے خطرناک ہونے کے اب بھی ہم ہدایہ سے ایسے مرعوب ہوں جیسے ایک چڑیا شکرے سے، اب بھی ہم صاحب ہدایہ کے خلاف زبان ہلانا ایسا جانیں جیسے کسی نبی کے خلاف؟ تو کیا میں نہ کہہ دوں کہ ہم اپنی ضمیر کا گلا گھونٹتے ہیں، اپنی تحقیق کا خون کرتے ہیں، اپنی خداداد قابلیت کا نوحہ کرتے ہیں، خدا کی نعمت کا کفران کرتے ہیں، دین حق کی بے قدری کرتے ہیں۔

ہدایہ مجتبائی ص:۱۵۵ جلد اول باب صلوۃ الکسوف (۱) میں لکھتے ہیں "ولنا روایۃ ابن عمر" یعنی نماز کسوف کی ہر رکعت میں ایک رکوع کرنا جو ہمارا مذہب ہے اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے۔

حنفی بھائیو! جاؤ تو ذرا کتب حدیث کی سیر کرو، دیکھو تو کہیں بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت پاتے ہو ؟ یہ بھی مصنف ہدایہ کی غلطی ہے ،(۲) دراصل یہ روایت ابوداؤد میں حضرت عمرو بن عاصؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے نہ کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے ،(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اور ہیں اور حضرت

---

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۱۷۵

(۲) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "لم اجد من روایۃ ابن عمر وانما وجدناه عن ابن عمروبن العاص" (نصب الرایۃ ج۲ صـ ۲۲۷) صاحب درایہ لکھتے ہیں "حدیث ابن عمر فی کل رکعۃ رکوع واحد لم اجده وانما فی السنن عن عبداللہ بن عمروبن العاص فی صفۃ صلاۃ الکسوف (درایہ ج۱ صـ ۱۷۶)

(۳) ملاحظہ ھو ابوداؤد ج۱ صـ ۱۶۹ باب من قال یرکع رکعتین
ترمذی ج۱ صـ / نسائی ج۱ صـ ۱۲۸ باب القول فی السجود فی صلاۃ الکسوف / مسند احمد ج۲ صـ ۱۹۸ / مستدرك حاکم ج۱ صـ ۳۲۹/ مصنف ابن ابی شیبۃ ج۲ صـ ۴۷۱

عبداللہ بن عمرؓ اور ہیں، گو ہدایہ میں ایسے شریف مقامات اور مصنف صاحب کی ایسی بلند پروازیاں اور بھی ہیں لیکن میں سر دست ان سے قطع نظر کر کے ب ایک اور طرف کی سیر آپکو کراتا ہوں۔ جو اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے

مصنف ہدایہ کا مقتدر خلفاء اور معزز صحابہ پر شرمناک بہتان

ہدایہ جلد ۴ فاروقی ص: ۴۴۳ فصل فی الوطی(۱) میں اپنے مذہب کا یہ مسئلہ ثابت کرنے کے لئے کہ پرائی عورتوں سے جو عمر دراز ہوں مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں نہ ان کے ہاتھ کو مس کرنے میں کوئی حرج ہے، حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک شرمناک بہتان باندھا ہے، لکھتے ہیں، "وقد روی ان ابابکر رضی الله عنه .... كان يصافح العجائز " (۲) یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بوڑھیوں عورتوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے، خدا بھلا کرے مصنف صاحب کا، گویہ روایت کسی کتاب میں بھی نہیں ہے، لیکن علامہ موصوف نے تو

---

(۱) هدايه ج ٤ ص: ٤٥٩

(۲) وقد روى ابابكر رضى الله عنه كان يدخل بعض القبائل التى كان مسترضعا فيهم و كان يصافح العجائز . اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر کے بارے میں لکھتے ہیں "وعبدالله بن الزبير رضى الله عنه استاجر عجوزا لتمرضه و كانت تغمز رجله وتفلى راسه " (هد ايه ج ٤ صـ ٤٥٩ كتاب الكراهية فصل فى الوطى والنظر واللمس)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی اس الزام میں پھانس ہی لیا۔ آہ! مذہب حنفیہ کی کس قدر وقعت مصنف مرحوم کے دل میں ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسی کوہ وقار ہستی پر بھی بہتان باندھ کر اپنا مذہب بنانے سے نہ چوکے، حالانکہ کسی صحیح روایت میں "افضل الامة ثانی اثنین" یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ سے یہ مروی نہیں۔(۱)

حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ مرد اپنی عورت کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے، اس مسئلہ کے ثبوت میں حضرت خلیفہ ثانی ملھم صادق فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ذمہ ایک شرمناک بہتان تراشا ہے ہدایہ فاروقی جلد ۴۵۴ فصل فی الوطی میں لکھتے ہیں "وکان ابن عمر رضی الله عنهما يقول الاولیٰ ان ینظر ليكون ابلغ فی تحصیل معنی اللذة "(۲) یعنی حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ بہتر یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کی شرمگاہ کو دیکھتا رہے تاکہ مجامعت میں خوب اچھی طرح لذت اور مزہ حاصل ہو۔

---

(۱) صاحب درایہ لکھتے ہیں " حدیث ان ابابکر یصافح العجائز لم اجده اسی طرح لکھتے ہیں "حدیث عبدالله بن الزبير استاجر عجوزاً لتمرضه وكان تغمز رجليه وتفلی راسه لم اجده (الدراية مع الهداية ج ٤ ص ٤٥٩)

علامہ زیلعی حنفی نے بھی ان دونوں روایتوں کو غریب کہا ہے اور وہ بھی اس روایت کے ماخذ کو نہیں بتا سکے ہیں۔(دیکھئے نصب الرایہ ج ٤ ص ٢٤٠)

(۲) ھدایہ ج ٤ ص ٤٦١ فصل فی الوطی (مطبع مکتبة تھانوی دیوبند (ف) تبیین کے حوالہ سے یہ بات فتاوی عالمگیری میں بھی ہے (ملاحظہ ہو فتاوی عالمگیری ج ٥ ص ٣٢٨ مطبع زکریا بک ڈپو دیوبند)

اے حنفی بھائیو! تمہیں قسم ہے خدائے وحدہ لاشریک لہ کی، خوب تحقیق کرو آیا حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت صحت کو پہنچتی ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ فی الواقع یہ ثابت ہے تو جو جرمانہ مجھ پر کرو وہ مجھے منظور ہے، ورنہ ان کتابوں کو چھوڑ کر قرآن وحدیث کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، جو یقیناً خدا سے ملنے کا واحد ذریعہ ہے،

بھائیو! مجھے تو واللہ العظیم سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے کہ ایسے اکابر امت کے ذمہ ایسے شرمناک بہتان باندھنے سے بھی جو کتاب اور جو مصنف نہ چوکے اس کتاب کو اسلامی احکام کی بہترین کتاب اور اس مصنف کو اسلامی خدمات کا بہترین خادم ماننا آپ کا دل کیسے قبول کر لیتا ہے؟

میں آپ کو مکرر یقین دلاتا ہوں کہ حضرت عبد اللہؓ کی ذات اس گندے الزام سے بری اور بالکل بری ہے !!!(۱) ہاں حنفی مذہب کی کتاب عنایہ میں البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یوں مروی ہے۔ "روی عن ابی یوسف قال سألت اباحنیفة عن الرجل یمس فرج امرأته وتمس هی فرجه لیتحرك علیها هل تریٰ بذالك بأسا قال لاوارجوان یعظم الاجر" ترجمہ امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی شرمگاہ کو اور بیوی اپنے میاں کی شرمگاہ کا مساس کرے

---

(۱) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھ کو یہ روایت کہیں نہیں ملی الفاظ یہ ہیں "قوله کان ابن عمر یقول الاولیٰ ان ینظر لیکون ابلغ فی تحصیل معنی اللذة لم اجد (الدرایة مع الهدایه ج ٤ صـ ٤٦١)

علامہ زیلعی حنفی نے اس کو "غریب جدا" لکھا ہے (دیکھئے نصب الرایه ج ٤ صـ ٢٤٨)

تاکہ آمادگی ہو، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ امام ابو حنیفہ نے جواب دیا، کوئی حرج نہیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ ثواب اور اجر زیادہ ہو، (۱) یعنی اس فعل سے دونوں کو اجر عظیم ملے گا!!!

خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ اپنے مذہب کا یہ مسئلہ ثابت کرنے کے لئے کہ لونڈی اپنا سر نہ چھپائے ایک حیاسوز بہتان باندھا ہے ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۷۸ باب شروط الصلوٰۃ میں لکھتے ہیں "لقول عمر الق عتك الخمار یادفار" (۲) یعنی اے لونڈی اپنے سر سے دوپٹہ اتار ڈال۔ حالانکہ ان لفظوں سے حضرت عمرؓ سے یہ روایت ثابت ہی نہیں (۳) دل ہل جاتا ہے کہ خدایا کس طرح تیرے دین میں بے باکی برتی جاتی ہے؟

---

(۱) بحوالہ حاشیہ ھدایہ ج ٤ صـ ٤٦١ (ف) خلاصۃ کے حوالہ سے امام ابو حنیفہ کا یہ قول فتاوی عالمگیری ج۵ ص ۳۲۸ میں بھی ہے۔ علاوہ ازیں فتاوی عالمگیری کے اسی جلد کے ص ۳۷۲ میں یہ عبارت بھی موجود ہے "فی النوازل اذا ادخل الرجل ذکرہ فی فم امرأته قد قیل یکرہ وقد قیل بخلافه کذا فی الذخیرۃ"

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۹٤

(۳) علامہ زیلعی حنفی اس کو "غریب" اور صاحب درایہ "لم ارہ بهذ اللفظ" لکھتے ہیں (ملاحظہ ھو نصب الرایہ ج۱ صـ ۳۰۰ / درایہ ج۱ صـ٤٥)

ہاں کتب حدیث مثلاً مصنف عبد الرزاق، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں اس معنی کی حدیث حضرت عمر سے منقول ہے لیکن ان کے الفاظ وہ نہیں ہیں جن الفاظ کا استعمال صاحب ھدایہ نے کیا ہے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۱۲۸ فصل فی القرأة میں لکھتے ہیں " وھو المأ ثور عن...... عائشة "(۱) یعنی حنفی مذہب کا یہ مسئلہ کہ چار رکعت والی نماز کی دو پچھلی رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے اگر چاہے کچھ نہ پڑھے اگر چاہے پڑھ لے، اگر چاہے صرف سبحان اللہ کہہ لے۔ حضرت عائشہ سے یہی مروی ہے، یہ بھی حضرت صدیقہؓ کے ذمہ بہتان ہے، ہر گز آپ سے یہ مروی نہیں، (۲) لیکن مصنف نے اپنے مذہب کی پختگی کے لئے ایک معزز نام لے لیا اور نمازیوں کے ساتھ خاصی رعایت کردی کہ وہ صرف سبحان اللہ کہہ کر رکوع میں چلے جائیں اور اگر جی نہ چاہے تو اسے بھی نہ کہیں۔

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ۱۹۲ کتاب الصوم میں حنفی مذہب کا یہ مسئلہ ثابت کرنے کو کہ جس دن رمضان کا چاند ہونے نہ ہونے میں شک ہو اس دن بھی روزہ رکھنا تطوع کے طور پر جائز ہے (۳) ایک بہتان تو خدا

---

(۱) وھو مخیر فی الاخریین معناہ ان شاء سکت وان شاء قرأ وان شاء سبح کذا روی عن ابی حنیفة وھو الما ثور عن علی وابن مسعود وعائشة .(ھدایہ ج۱ ص۔ ۱٤۸)

(۲) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "حضرت عائشہ سے اس قول کا مروی ہونا غریب ہے اور صاحب درایہ لکھتے ہیں حضرت عائشہ کی یہ روایت مجھے کہیں نہیں ملی۔ (نصب الرایہ ج۲ ص۔ ۱٤۸ / درایہ ج۱ ص۔ ۱۵۵)

(ف) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علی وابن مسعود کا قول ضرور موجود ہے لیکن الفاظ وہ نہیں ہیں جو صاحب ھدایہ نے نقل کیا ہے علاوہ ازیں اس روایت میں انقطاع بھی ہے "الفاظ یہ ہیں "عن شریك عن ابی اسحاق السبیعی عن علی وعبداللہ قالا اقرأ فی الاولیین وسبح فی الاخریین (مصنف ابن ابی شیبة ج۱ ص۔ ۳۷۲ باب من کان یقول یسبح فی الاخریین ولا یقرأ)

(۳) لایصومون یوم الشك الا تطوعاً (ھدایہ ج۱ ص۔ ۲۱۳ کتاب الصوم)

کے رسول پر باندھا ص: ۲۱۳ پر ایک حدیث بیان کی جو دراصل حدیث کی کسی کتاب میں نہیں (۱) پھر ص: ۲۱۴ میں خلیفۃ الرسول شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ایک بہتان باندھا اور ساتھ ہی ساتھ زوجۂ رسول صدیقہ کبریٰ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی شامل کر لیا، لکھتے ہیں "فانهما كانا يصومانه" یعنی یہ دونوں شک والے دن روزہ رکھا کرتے تھے، حالانکہ امام ابن جوزی نے ان دونوں بزرگوں سے اس کا خلاف نقل کیا ہے یعنی یہ دونوں اس دن کا روزہ ناجائز جانتے تھے (۲) اور کسی صحیح طریق سے ان دونوں حضرات سے اس دن روزہ رکھنا ثابت نہیں، یہاں تک کہ اسی کتاب کی شرح فتح القدیر میں لکھا ہے "ان مذهب علي خلاف ذلك" یعنی حضرت علیؓ کا مذہب اس کے خلاف ہے وہ شک والے دن روزہ نہ رکھتے تھے، کیونکہ اس دن روزہ رکھنا حدیث میں ممنوع ہے۔ (۳)

---

(۱) وہ حدیث یہ ہے " لايصام اليوم الذى يشك فيه انه من رمضان الاتطوعاً " (هدايه ج۱ صـ ۲۱۳) اس حدیث کے بارے میں صاحب نصب الرایہ " غريب جدا " اور صاحب درایہ نے " لم اجده بهذا اللفظ " لکھا ہے۔ (نصب الرايه ج۲ صـ ۴۴۰ اور درايه ج۱ صـ ۲۱۳)

(۲) بحواله درايه ج۱ صـ ۲۱۳ نصب الرايه ج۲ صـ ۴۴۲ "الفاظ یہ ہیں "وفى التحقيق لابن الجوزى مذهب علي وعائشة بانه يجب صوم الثلاثين من شعبان اذا حال دونه غيم اونحوه۔

اس طرح صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی و عائشہ کے بارے میں یہ روایت یہ دونوں شک والے دن میں نفلی روزہ رکھتے تھے یہ روایت مجھ کو نہیں ملی۔ (ایضاً)

(۳) شک والے دن میں روزہ رکھنے سے آپ نے منع کیا ہے (ملاحظہ ہو بخاری ج۱ صـ ۲۵۶ باب لايتقدم رمضان بصوم يوم اويومين/ مسلم ج۱ صـ ۳۴۸ باب كتاب الصيام /ترمذى ج۱ صـ ۱۴۸ باب ماجاء فى كراهية صوم يوم الشك/ ابوداؤد ج۱ صـ ۳۱۹ / نسائى ج۱ صـ ۲۳۷

ناظرین! گو آپ نے صاحب ہدایہ کے بڑے بڑے کمالات سن لئے لیکن میں کہتا ہوں کہ ابھی بہت سے کمالات مصنف صاحب کے آپ سے پوشیدہ ہیں، گذشتہ کمالات سے بہت بڑھ چڑھ کر ایک اور کمال سنئے!

یہاں ایک ہی جگہ علامہ موصوف نے اپنے مذہب کا بچاؤ اور بناؤ نہایت خوبصورتی سے خلیفہ اول و ثانی صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر ایک فقرہ کہہ کر کرلیا ہے، بات یہ ہے کہ حنفی مذہب میں عیدالاضحیٰ کی قربانی واجب ہے لیکن مسافر پر واجب نہیں (۱) اب مسافر پر واجب نہیں اس کا ثبوت بیان کرنے کے لئے اس روایت کو نقل کیا ہے جس میں ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قربانی نہیں کرتے تھے، لیکن چونکہ یہ روایت مطلق ہے تو قربانی کا وجوب ٹوٹتا تھا اور اگر بیان نہ کی جائے تو مسافر پر واجب نہیں، یہ ثابت نہ ہو سکتا تھا، تو مصنف مرحوم نے اس روایت میں لفظ "اذا کا نا مسافرین" بڑھا دیا یعنی جب سفر میں ہوتے تو قربانی نہ کرتے۔ ملاحظہ ہو ہدایہ فاروقی جلد ۴ کتاب الاضحیۃ ص: ۴۲۹ (۲) یہاں ان دونوں بزرگوں پر ایک شرمناک بہتان باندھ کر اس ادنیٰ سے ایک کرشمہ سے دو کار برآمد کر لئے قربانی کا وجوب بھی باقی رہا اور اصل مذہب کا بچاؤ ہو گیا۔ مسافر کا قربانی نہ کرنا بھی ثابت ہو گیا اپنے مذہب کا بناؤ بن گیا۔ حالانکہ کسی کتاب میں کسی صحیح روایت میں اس حدیث میں یہ الفاظ

---

(۱) الاضحیة واجبة علی کل حر مسلم مقیم موسر فی یوم الاضحی عن نفسه وعن ولده الصغار ....ولیس علی الفقیر والمسافر اضحیة (هدایه ج ٤ صـ ٤٤٣ - ٤٤٥ کتاب الاضحیة)

(۲) هدایه ج۱ صـ ٤٤٥

نہیں، کہ جب وہ دونوں مسافر ہوتے "(۱) مصنف ممدوح نے یہ حاشیہ چڑھاکر اپنے متن کو درست کرلیا، اسے کہتے ہیں ہمت !! اوردلیری اور جرأت!!! اعاذ نا الله

ہدایہ جلد اول مجتبائی فصل فی نواقض الوضوء ص:۱۰ میں لکھتے ہیں "قـــول عـــلی حیـــن عـــد الاحـــد ا ث جملة اود سعة تملا ا لـفم "(۲) یعنی حضرت علی فرماتے ہیں منہ بھر کر قے ہونے سے وضوٹوٹ جاتاہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ بھی بہتان ہے اور اس سے بھی مقصد صرف اپنے مذہب کے اس مسئلہ کا اثبات ہے، کسی حدیث کی کتاب میں صحت کے ساتھ حضرت شیر خدا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے یہ جملہ ثابت نہیں، بلکہ مولانا عبدالحئ لکھنوی حنفی بھی حاشیہ ہدایہ پر لکھتے ہیں: "وقول علی هذا لم یعرف" یعنی حضرت علی کا یہ قول معروف نہیں (۳)

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۸۷ باب صفة الصلوٰة میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذمہ ایک قول باندھ کر اپنے مذہب کا ایک مسئلہ ثابت کرنا چاہاہے لکھتے ہیں ' لقول ابن مسعود "(۴) یعنی اعوذ

(۱) علامہ زیلعی حنفی اسے غریب اور صاحب درایہ "لـم اجـد ہ" لکھتے ہیں
(نصب الرایه ج٤ صـ ٢١١ د رایه ج٤ صـ ٤٤٥) اسی طرح صاحب ھدایہ کا حضرت علی کی جانب منسوب کردہ قول کہ وہ مسافر پر قربانی کو واجب نہیں سمجھتے تھے اس قول کو بھی صاحب نصب الرایہ وصاحب درایہ نے غریب لکھاہے (ملاحظہ ہو صفحہ مذکور)

(۲) هدا یه ج١ صـ ٢٤

(۳) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کا یہ قول کہیں نہیں ملا (درایه مع الهدایه ج١ صـ ٢٤)

(٤) لقول ابن مـسعود اربع یخفیهن الامام وذکر من جملتها التعوذ والتسمیة وآمین (هد ایه ج١ صـ ١٠٣)

وغیرہ کو امام کا آہستہ پڑھنا حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ حالانکہ کسی صحیح روایت میں مصنف کے نقل کردہ الفاظ مجھے ہی نہیں بلکہ کسی کو آج تک نہیں ملے۔(۱) مولانا عبدالحئی حنفی لکھنوی حاشیہ میں لکھتے ہیں "قلت غریب "یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ روایت نامعروف ہے۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب صفۃ الصلوٰۃ ص: ۹۳ میں لکھتے ہیں "کذا نقل عن ابن الزبیر "(۲) یعنی ابن زبیر سے مروی ہے کہ رفع الیدین ابتداء اسلام میں تھا، یہ بھی رفع الیدین کی دشمنی میں حنفی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے صحابی رسول پر گھڑنت ہے کسی صحیح طریقہ سے یہ الفاظ منقول نہیں۔(۳)

---

(۱) صاحب درایہ لکھتے ہیں "ابن مسعود کی یہ حدیث اس طرح ہم کو نہیں ملی ہے (درایہ ج۱ ص ۱۰۳) صاحب نصب الرایہ نے ابن مسعود کی اس حدیث کو غریب کہا ہے (نصب الرایہ ج۱ ص ۳۲۵)

(۲) پوری عبارت اس طرح ہے " والذی یروی من الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر " (ھدایہ ج۱ ص ۱۱۱ باب صفۃ الصلوٰۃ)

(۳) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ ابن زبیر کے رفع الیدین فی الصلوٰۃ کو ابتداء پر محمول کرنے والی روایت مجھے نہیں ملی ہے، ہاں علامہ ابن جوزی نے "تحقیق" میں لکھا ہے کہ حنفیہ نے ابن الزبیر کی جانب اس روایت کو منسوب کیا ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اس سے باز آجاؤ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کیا تو ہے لیکن بعد میں آپ نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ابن الزبیر کی جانب اس قول کی نسبت درست نہیں ہے کیوں کہ ابن الزبیر سے اس کے برخلاف رفع الیدین کرنا مروی ہے جیسا کہ ابوداؤد میں میمون مکی کے طریق سے مروی ہے کہ انھوں نے ابن الزبیر کو امامت کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ نماز شروع کرتے ہوئے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے تھے ۔ (درایۃ مع الھدایہ ج۱ ص ۱۱۲) =

= ابوداؤد کی وہ حدیث جس کی جانب صاحب درایہ نے اشارہ کیاہے اور جس میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ عبداللہ بن زبیر وابن عباس رفع الیدین کے قائل تھے یہ ہے " عن ميمون المكى انه راى عبد الله بن الزبير وصلى بهم يشير بكفيه حين يقوم وحين يركع وحين يسجد وحين ينهض للقيام فيقوم فيشير بيد يه فانطلقت الى ابن عباس فقلت انى رايت ابن الزبير صلى صلوٰة لم اراحدا يصليها فوصفت له هذه الاشارة فقال ان اخببت ان تنظر الى صلوٰة رسول الله ﷺ فا قتد بصلوٰة عبدالله بن الزبير .(ابو داؤد ج ١ صـ ١٠٨ باب افتتاح الصلوٰة)

ترک رفع الیدین کی سب سے قوی دلیل احناف کے یہاں وہ حدیث ہے جسے امام مسلم وغیرہ نے اپنی صحیح میں حضرت سمرہ سے روایت کیاہے اور وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے اور کہا مالى اراكم رافعى ايد يكم كانها اذ ناب خيل شمس اسكنوا فى الصلوٰة (مسلم ج١ صـ ١٨١ باب الامر بالسكوت فى الصلوٰة /ابو داؤد ج١ صـ ١٤٣ باب فى السلام /احمد ج٥ صـ ٩٣، ١٠١، ١٠٧) لیکن اس حدیث کا جواب امام بخاری نے دیاہے کہ یہ بات آپ نے تشہد کے بارے میں کہی ہے قیام کے بارے میں نہیں، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں "كنا اذاصلينا خلف رسول الله ﷺ قلنا السلام عليكم السلام عليكم واشار بيد ه الى الجا نبين فقال مابال هولاء يومون بايد يهم كا نها اذ ناب خيل شمس (جزء رفع اليد ين صـ ١٣)اس حدیث کو امام مسلم ونسائی نے بھی روایت کیا ہے (ملاحظه هومسلم ج١صـ ١٨١نسائى ج١ باب السلام باليد ين صـ ١٤٩)

حنفیہ کی دوسری دلیل ابن مسعود کی وہ روایت بھی ہے جسے ابوداؤد وترمذی وغیرہ نے نقل کیا ہے ابن مسعود نے کہا "الااصلى بكم صلوٰة رسول الله فصلى فلم يرفع يديه الا فى اول مرة وفى رواية ثم لايعود .(ابو داؤ ج١ باب من لم يذكر الرفع عندالركوع صـ ١٠٩ / ترمذى ج١ صـ ٥٩ باب رفع اليدين عندا لركوع / نسائى ج١ صـ ١١٧ باب رفع اليد ين للركوع وباب الرخصة فى ذلك صـ ١٢٠ / مسند احمد ج١ صـ ٤٤٢) لیکن اس روایت کے بارے میں ابن المبارک کہتے ہیں "لم يثبت عندى" اور ابن القطان کہتے ہیں "هو عندى صحيح الا قوله ثم لايعود" =

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب سجدۃ التلاوۃ ص: ۱۴۵ میں لکھتے ہیں "هو المروی عن ابن مسعود" (۱) یعنی حضرت ابن مسعودؓ سے سجدۂ تلاوت اسی طرح مروی ہے، خدا جانے حضرت مصنف کو یہ روایت کہاں سے مل گئی حالانکہ یہ روایت ہے ہی نہیں بنایہ والے کو بھی نہیں ملی۔ (۲)

ہدایہ مجتبائی جلد اول فصل فی الخیل ص: ۱۷۱ میں لکھتے ہیں "والتخيير بين الد ينار والتقويم مأ ثور عن عمر" (۳) یعنی فی گھوڑا ایک دینار زکوۃ دینا اور گھوڑوں کی قیمت لگا کر اس پر زکوۃ دینا اختیار کی بات

= اسی طرح دار قطنی نے بھی کہا ہے کہ "انه صحيح الا هذ ه اللفظة" ابوداؤد کہتے ہیں "روى هذ الحد يث هشيم وخالد وابن ادريس عن يزيد لم يذكروا ثم لايعود (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو درایہ مع الهد ایہ ج۱ صـ ۱۱۲)

علامہ زیلعی حنفی ابن زبیر کی جانب منسوب اس قول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ غریب ہے یہ اپنی کتاب نصب الرایہ میں علامہ ابن جوزی کی کتاب "التحقیق" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حنفیہ رفع الیدین کے منسوخ ہونے کی جو دو روایتیں پیش کرتے ہیں ایک ابن عباس کی اور دوسرے ابن الزبیر کی تو یہ دونوں روایتیں غیر معتبر ہیں، کیونکہ ان دونوں بزرگوں سے اس کے خلاف قول و عمل محفوظ ہے۔ اس کے بعد علامہ زیلعی حنفی نے ایک اصولی بات بھی لکھی ہے کہ اگر یہ روایتیں صحیح بھی مان لی جائیں تب بھی نسخ کا دعوی صحیح نہیں ہے کیوں کہ ناسخ کی شرط یہ ہے کہ وہ منسوخ سے قوی ہو (نصب الرایہ ج۱ صـ ۳۹۲)

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے " ومن اراد السجود كبر ولم يرفع يديه وسجد ثم كبر ورفع رأسه اعتباراً بسجدة الصلوٰة وهو المروى عن ابن مسعود "(هدايه ج۱ صـ ۱٦٥)

(۲) ابن مسعودؓ کی اس روایت کے بارے میں صاحب درایہ لکھتے ہیں یہ روایت مجھے نہیں مل سکی ہے اور صاحب نصب الرایہ اسے غریب لکھتے ہیں (درایہ ج۱ ص ۱۶۵ / نصب الرایہ ج۲ ص ۱۷۹)

(۳) هدایه ج۱ صـ ۱۹۱

ہے حضرت عمرؓ سے ان الفاظ کا مأثور ہونا ثابت نہیں(۱) حنفی مذہب کی کتاب بنایہ ملاحظہ ہو۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب فی من یمر ص:۱۷۷ میں لکھتے ہیں "لقول عمر" (۲) یعنی حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اگر حربی کافر تجارت کے لئے آئے اور یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ہم سے کیا محصول لیتے ہیں تو ان سے دسواں حصہ لینا چاہئے، حنفی مذہب کا تو یہ مسئلہ بیشک ہے لیکن فاروقی فیصلہ یہ نہیں، عینی کو بھی یہی کہتے بن پڑی کہ "غریب لم یدرك" (۳) یہ روایت نہیں پائی جاتی

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۲۱۴ (۴) میں لکھتے ہیں "قالہ .... ابن مسعود" یعنی میقات سے پہلے احرام باندھنا حج کو پورا کرنے میں داخل ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہدایہ والوں کا فرمان ہے ابن مسعودؓ اس سے بری ہیں۔ (۵)

---

(۱) ہدایہ میں ایک مسئلہ یوں بیان کیا گیا ہے "اذا کانت الخیل سا ئمة ذکورا او اناثاً فصاحبها بالخیار ان شاء اعطی من کل فرس دیناراً وان شاء قومها" (هد ایه ج۱ صـ ۱۹۱ فصل فی الخیل) دراصل اسی مسئلہ کو مضبوط بنانے کے لئے صاحب ھدایہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب اس قول کو منسوب کیا ہے ورنہ علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۵۸ میں اسے غریب لکھا ہے اور صاحب درایہ نے لکھا ہے کہ یہ بات ہم کو کہیں نہیں ملی ہے۔

(۲) وان مر حربی بمائتے درهم ولایعلم کم یاخذ ون منا یاخذ منه العشر لقول عمر فاذا اعیاکم فالعشر " (هدایه ج۱ صـ ۱۹۷ باب فی من یمر علی العاشر)

(۳) ملاحظه هو حاشیه هد ایه ج۱ صـ ۱۹۷)

(٤) هدا یه ج۱ صـ ۲۵۳

(۵) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "حدیث ابن مسعود غریب" (نصب الرایه ج۳ صـ ۱۶) ھدایہ کے محشی بھی حدیث ابن مسعود کا مرجع نہیں بتا سکے ہیں اور یہ جملہ لکھ کر چھٹکارا لے لیا ہے "حدیث ابن مسعود ذکره المصنف وغیره والله اعلم به " (هدایه ج۱ صـ ۲۳۵)

ہدایہ مجتبائی جلد اول باب الاحرام ص: ۲۳۳(۱) میں لکھتے ہیں "وعمر کان یؤدب علی ترك المقام بها" یعنی منیٰ میں رات نہ گذارنے والوں کو حضرت عمر مارا کرتے تھے حالانکہ حضرت عمر سے یہ مروی نہیں، بنایہ والے بھی مروی نہ ہونے کے قائل ہیں۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۱۴۹ باب صلوٰۃ الجمعة (۲) میں لکھتے ہیں "عن عثمانؓ انه قال الحمد لله فارتج علیه فنزل وصلیٰ" یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے اور صرف الحمد للہ ہی کہا تھا کہ اختلاط ہو گیا، آگے کچھ بول ہی نہ سکے تو منبر پر سے اتر آئے اور نماز پڑھ لی، یہاں پر مصنف نے ایک نہیں کئی ایک غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے اولاً تو یہ واقعہ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں ہے ہی نہیں، (۳) اسے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سر تھوپا، دوسرے یہ خیال کس قدر طفلانہ خیال ہے کہ حضرت عثمان خطبہ ہی نہ

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۲۵۳

(۲) هدایه ج۱ صـ ۱۶۹

(۳) حضرت عثمان کی جانب منسوب اس واقعہ کے بارے میں صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده مسنداً" یعنی میں نے اس کو کسی کتاب میں مسند نہیں پایا۔ صاحب نصب الرایہ بھی اسے "غریب" کہتے ہیں (ملاحظہ ہو درایه ج۱ صـ ۱۶۹ نصب الرایه ج۱ صـ ۱۹۷) حاشیہ ہدایہ میں فتح القدیر کے حوالے سے لکھا ہے "هذه القصة لم تعرف فی کتب الحدیث بل فی کتب الفقه" (هدایه ج۱ صـ ۱۶۹) اس واقعہ کو امام قاسم بن ثابت السرقسطی نے "غریب الحدیث" میں بیان کیا ہے لیکن اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے۔

پڑھ سکے، یعنی عربی میں کلام کرنے پر آپ قادر ہی نہ تھے، پھر اس کے آخر میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تو پہلے سے مسودہ گانٹھ لیا کرتے تھے، تمہیں کہہ سنانے والے اماموں سے زیادہ حاجت کرد کھانے والے اماموں کی ہے شیخینؓ کی نسبت ایسے ذلیل خیالات کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا کیا کسی اہل سنت کا کام ہے؟ پھر ان سب سے بڑھ کر غضب دیکھئے کہ حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو تو قوال یعنی صرف زبانی باتیں بنانے والے یعنی کرکے نہ دکھانے والے کہا جاتا ہے۔

سنیو! شرم! شرم! شرم! خلفاء رسول افضل ترین امت کے ذمہ ایسی گندی باتوں کو نسبت کرنے سے بچو! اور نسبت کرنے والوں سے بھی بچو! دراصل اتنا سارا تانا بانا بنانے کی مصنف کو ضرورت یوں پڑی ہے کہ حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر صرف اللہ کا ذکر ہی جمعہ کے خطبہ میں کرلے تو بھی کافی ہے۔ اس کی یہ دلیل بیان کر دی کہ حضرت عثمانؓ نے صرف الحمدللہ کہہ کر خطبہ ختم کر دیا، حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے لیکن فاضل مصنف نے حنفی مذہب کے ڈوبتے بیڑے کو سہارا لگا ہی دیا۔ اب کوئی ہے کہ مصنف کی علمی عزت کو سہارا لگا لے؟

مصنف ہدایہ کا موقوف روایتوں کو مرفوع حدیثیں کہنا

یہ ظاہر ہے کہ کسی کے بیٹے کو دوسرے کا بیٹا کہنا پاپ ہے، اسی طرح ایک کی بات کو دوسرے کی طرف منسوب کرنا بھی ایک شرمناک علمی غلطی ہے، پھر غیر نبی کی باتوں کو نبی کی باتیں کہنا صریح ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب ہدایہ اس غلطی سے بھی محفوظ نہیں۔

چنانچہ ہدایہ مجتبائی جلد اول ص:۱۰۱ باب الامامة میں ہے "**لقوله عليه السلام الجماعة من سنن الهدىٰ**" (۱) کیا کوئی حنفی عالم ایسا ہے کہ اس حدیث کو ان الفاظ میں آنحضرت ﷺ سے ثابت کر دے کہ جماعت ہدایت کے طریقوں میں سے ہے۔ حقیقت میں یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے اور وہ بھی دیگر الفاظ میں ہے (۲) لیکن علامہ مصنف نے بے کھٹکے موقوف روایت کو مرفوع حدیث کہہ دیا۔ ہدایہ کے کسی بڑے سے بڑے حامی کو بھی یہ حدیث ہاتھ نہیں لگی۔ نصب الرایہ میں ہے "**غريب بهذا اللفظ**" (۳) یعنی ان لفظوں سے یہ حدیث معلوم نہیں۔

---

(۱) الجماعة من سنن الهدىٰ لايتخلف عنها الامنافق (هدايه ج۱ صـ ۱۲۱)

(۲) ملاحظہ ہو صحیح مسلم ج۱ صـ ۲۳۲ باب فضل الجماعة الفاظ یہ ہیں " لقد رأيتنا ومايتخلف عن الصلوٰة الامنافق قد علم نفاقه اومريض ان كان المريض ليمشى بين رجلين حتى ياتى الصلوٰة وقال ان رسول اللهﷺ علمنا سنن الهدىٰ وان من سنن الهدى الصلوة فى المسجد الذى يوذن فيه"

(۳) نصب الرايه ج۲ صـ ۲۱ باب الامامة / درایہ میں ہے" لم اره مرفوعاً" (درايه ج۱ صـ ۱۲۲)

اسی باب میں ص: ۱۰۳ میں "اخروھن "(۱) کی حضرت ابن مسعودؓ کی موقوف روایت کو مرفوع کہہ دیا ہے۔ کوئی ہے جو ان الفاظ کو رسول خدا ﷺ سے ثابت کر کے مصنف ہدایہ کی سچائی پر مہر لگا سکے ؟(۲)

اسی باب میں ص:۱۰۷ پر "من ام قوماً" (۳) کی حضرت علیؓ کی موقوف روایت کو مرفوع حدیث کہہ کر اپنی علمیت کی اعلیٰ ڈگری پیش کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر امام نے نماز پڑھائی اور فارغ ہونے کے بعد اسے یاد آیا کہ وہ بے وضو تھا تو امام کو اور مقتدیوں کو نماز دہرانی پڑے گی اور شافعی مذہب کا اس مسئلہ میں خلاف ہے، تو شافعی مذہب کی تردید اور اپنے مذہب کی تائید کے لئے لکھ دیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے "من ام" یعنی جو شخص لوگوں کی امامت کرے پھر معلوم ہو کہ وہ بے وضو تھا یا جنبی تھا تو وہ بھی نماز کا اعادہ کرے اور مقتدی بھی۔ حالانکہ دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں آنحضرت ﷺ سے یہ فرمان منقول نہیں۔ (۴)

---

(۱) لقوله عليه السلام اخروهن من حيث اخرهن الله (هدايه ج۱ ص ۱۲۳ باب الامامة)

(۲) حاشیہ ہدایہ میں محشی نیز علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ یہ ابن مسعود کا قول ہے (نصب الرایہ ج۲ ص:۳۶/ ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق ج۳ ص: ۱۴۹) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده مرفوعاً وهو عند عبد الرزاق والطبرانی من حديث ابن مسعود موقوفاً" (درايه ج۱ ص: ۱۲۵)

(۳) "من ام قوما ثم ظهر انه كان محدثا اوجنبا اعاد صلاته واعادوا عليه" (هدايه ج۱ ص ۱۲۷)

(٤) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده مرفوعاً" یعنی آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان مجھ کو کہیں نہیں ملا (درایہ ج ۱ ص : ۱۲۷) مصنف عبدالرزاق میں حضرت علیؓ کا ایک قول اس معنیٰ میں ہے (مصنف عبدالرزاق ج۲ ص :۳۵۰ باب الرجل یؤم القوم وھو جنب)

ایک اور مسئلہ میں مالکی مذہب کو باطل کرنے اور حنفی مذہب کو ثابت کرنے کے لئے ایسی ہی جسارت اور بھی کی ہے، ہدایہ فاروقی جلد ۳ ص: ۲۶۷ کتاب الهبة(۱) میں لکھتے ہیں "ولنا قوله عليه السلام لايجوز الهبة الامقبوضة" یعنی ہماری دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے کہ ہبہ بجز قبضہ کے جائز نہیں۔ ہدایہ والے تو دنیا سے چل بسے لیکن ان کی اس تصنیف کو کلیجے سے لگانے اور آنکھوں پر بٹھانے اور مدار اسلام سمجھنے والی علمیت کی دعویدار جماعت اب بھی موجود ہے، جن کا ایک مرکز **دیو بند** ہے اور دوسری منڈی **بریلی** ہے۔ کیا ان میں کوئی ہے جو مصنف ہدایہ کی عزت رکھ لے اور اس حدیث کو آنحضرت ﷺ کے الفاظ سے ثابت کردے۔

برادران! آخر یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ امتیوں کے اقوال کو نبی کی حدیث کہہ کر اپنے مذہب کا ثبوت کرنا، دراصل یہ ابراہیم نخعی کا قول ہے (۲) جو صحابی بھی نہیں، ان کے قول کو رسول اللہ ﷺ کا قول کہنا یا تو یہ معنی رکھتا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی رسول اللہ تھے یا یہ کہ امام ابو حنیفہ کی رائے کے ثبوت کے لئے یہ جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نہ کہی ہوئی بات ہم رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر کہہ دیں۔ یا یہ کہ اتنا علم نہیں کہ لوگوں کے اقوال اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں فرق اور تمیز کر سکیں۔ یا یہ کہ طبیعت میں

---

(۱) هدايه ج۳ ص ۲۸۳

(۲) ملاحظہ ہو مصنف عبد الرزاق ج ۹ ص ۱۰۷ باب الهبات . صاحب درایہ لکھتے ہیں مجھے رسول اللہ کے فرمان کی حیثیت سے یہ قول نہیں ملا۔ ہاں ابراہیم نخعی کا قول ملا ہے۔ (درایہ ج ۳ ص: ۲۸۳)

اتنی لاابالی اور بے پرواہی آگئی ہے کہ جو قلم چل پڑا وہی صحیح ہے یا یہ کہ یوں سمجھ لیا ہے کہ ہمارے مریدوں کے دلوں میں ہماری عظمت اتنی ہے کہ اگر زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین کہہ دیں جب بھی وہ ہاں حضور! جی جناب! کے سوا کچھ نہیں کہیں گے اس لئے جو چاہو لکھ دو کون تحقیق کرتا ہے؟ یا یہ کہ سچ مچ یہ حضرات علم حدیث میں یتیم ہیں۔ انہیں حدیث میں نہ مزاولت ہے نہ مجاورت، نہ غور وخوض نہ تعمق۔

ہدایہ فاروقی ج ۳ باب الاجارۃ الفاسدۃ میں " مارأہ المسلمون حسناً فھو عنداللہ حسن "(۱) کو مرفوع حدیث یعنی قول پیمبر کہتے ہیں حالانکہ وہ قول عبداللہ بن مسعود ہے (۲) رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لیکن مصنف کی اس ترقی پر ان کے عقیدت مند ناز کر سکتے ہیں۔

تاریخی وحدیثی ناواقفیت

ایک واقعہ سنئے! جس میں مصنف صاحب نے اپنی تاریخی ناواقفیت کا ثبوت اور حدیثی ناواقفیت کی برہان پیش کی ہے۔ ہدایہ جلد ۲ مجتبائی باب الموادعۃ ص: ۵۴۳ (۳) میں لکھتے ہیں "وقد قال علیہ

---

(۱) ھدایہ ج ۳ ص: ۳۰۳

(۲) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجدہ مرفوعاً" (درایہ ج ۳ صـ ۳۰۳) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں " قلت غریب مرفوعاً ولم اجدہ الا موقوفاً علی ابن مسعود (نصب الرایہ ج ۴ ص: ۱۳۳) حضرت عبداللہ ابن مسعود کا یہ قول مختلف طرق سے کئی کتابوں میں موجود ہے (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ج ۳ صـ ۷۸ مسند ابو داؤد الطیالسی ج ۱ صـ ۳۳ / بیہقی / مسند احمد ج ۱ ص ۳۷۹)

(۳) ھدایہ ج ۲ صـ ۵۶۳

السلام فی العھود وفاء لاغدر "یعنی آں حضرت ﷺ نے عہد ومیثاق کے بارے میں فرمایا ہے اسے پورا کرو اور بدعہدی اور بے وفائی نہ کرو! یہاں بھی مصنف صاحب نے اللہ ان پر رحم کرنے بڑی ہی بے پرواہی سے کام لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ رومیوں میں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں صلح تھی۔ مدت صلح ختم ہونے کے قریب حضرت امیر معاویہؓ اپنا لشکر لے کر رومیوں کی بے خبری میں ان کی سرحد کی طرف بڑھے، ارادہ تھا کہ مدت صلح ختم ہوتے ہی حملہ کردیا جائے، ناگہاں ایک شخص گھوڑے پر سوار دوڑتا ہوا آیا اور پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ **اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لاغدر**" سب کی نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں دیکھا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ صحابی رسول اللہ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا کیا بات ہے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے، مدت عہد کے درمیان کوئی بست وکشاد جائز نہیں یہاں تک کہ یا تو مدت گذر جائے یا برابری کے ساتھ انہیں اطلاع پہونچ جائے، مطلب یہ تھا کہ بلا خبر عہد کے ہوتے ہوئے مدت عہد کے درمیان جو لشکر کشی تم نے کی ہے یہ حدیث کے خلاف ہے، حضرت معاویہؓ اس فرمان رسول ﷺ کو سنتے ہی لشکر واپس لوٹا لاتے ہیں (۱) غرض یہ قول حضرت عمرو بن عبسہ کا ہے رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں لیکن ہدایہ

---

(۱) ملاحظه هو ابوداؤد صـ ۳۸۰ باب فی الامام یکون بینه وبین العد و عهد فیصیر نحوه / ترمذی ج۱ صـ ۲۸۷ باب ماجاء فی الغدر / صاحب درایہ اور محشی ھدایہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ قول نبی ﷺ کا نہیں ہے بلکہ عمرو بن عبسہ کا ہے (ملاحظہ ہو درایہ ۲ ص: ۵۶۳)

(نوٹ) حاشیہ ھدایہ میں عمرو بن عتبہ کا قول بتایا گیا ہے جو غالباً کتابت کی غلطی ہے

والے جو عام نگاہوں میں بڑے علامہ مشہور ہیں وہ اسے جناب پیمبر ﷺ کا فرمان بتاتے ہیں۔ فالعجب کل العجب۔

حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر چور کسی کا اڑنے والا جانور چرالے جائے تو اس پر چوری کی حد نہیں۔ اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے صاحب ہدایہ نے رسول اللہ ﷺ کا نام لے کر ہدایہ مجتبائی جلد ۲ کتاب السرقۃ ص: ۵۱۹ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ "لاقطع فی الطیر" (۱) یعنی پرندوں کے چرانے میں ہاتھ نہیں کٹتا، اے حنفی عالمو! کیا آپ میں سے کوئی ہے؟ جو اس حدیث کو پیش کر سکے کہ کس کتاب میں ہے؟ دراصل یہاں بھی ایک موقوف روایت کو مرفوع حدیث کہہ کر اپنے مذہب کا پختہ ہونا ظاہر کر کے علامہ ممدوح مستحق ثناء جمیل بننا چاہتے ہیں۔ (۲) ایک اور لطیف سین دیکھئے حنفی شافعی کا جھگڑا ہے شافعی تو کہتے ہیں کہ کفن چور کے ہاتھ کاٹے جائیں گے لیکن حنفی کفن چور کے ہاتھ کاٹنے کے قائل نہیں (۳) انہیں اس کے ساتھ کمال ہمدردی ہے تو شافعیوں کے دلائل کا بھرکس [تہس نہس] نکالنے حنفیوں کے دلائل کو چرخ ہفتم پر پہنچانے اور کفن چور کو بچانے اور اس کی وکالت کرنے کے لئے صاحب ہدایہ اپنی اس کتاب کی جلد اول کے ص: ۵۲۲ کتاب السرقۃ مطبوعہ مجتبائی میں کسی کا قول آنحضرت ﷺ کے ذمہ

(۱) ھدایہ ج۲ صـ ۵۳۹ باب ما یقطع فیہ ومالا یقطع

(۲) دراصل یہ حضرت عثمان کا قول ہے (ملاحظہ ہو مصنف عبد الرزاق ج ۱۰ صـ ۲۲۰ / مصنف ابن ابی شیبۃ / السنن الکبری للبیھقی ج ۸ صـ ۲۶۳

(۳) ھدایہ میں ہے "لاقطع علی النباش وھذا عند ابی حنیفۃ ومحمد وقال ابویوسف والشافعی علیہ القطع" (ھدایہ ج۲ صـ ۵۴۱)

تھوپتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "لاقطع علی المختفی" (۱) یعنی کفن چور پر ہاتھ کاٹنے کی حد نہیں، کمال کر دکھایا، ہمیں تو یہ الفاظ موقوف روایت میں بھی نہیں ملتے، (۲) لیکن مصنف صاحب نے تو حضرت ﷺ کا نام لے ہی لیا، جو ہو سو ہو۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۵۴۷ باب الغنائم میں لکھتے ہیں 'انه علیه السلام نهیٰ' (۳) حالانکہ اس کا بھی مرفوع حدیث ہونا ثابت نہیں (۴) لیکن ہمارے علامہ جو حافظہ میں آجائے بے تکان لکھ دیتے ہیں۔

اپنے مذہب کا ایک مسئلہ ثابت کرنے کے لئے ہدایہ جلد اول باب فی سجدة التلاوة ص: ۱۴۳ مطبوعہ مجتبائی میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "السجدة علی من سمعها وعلی من تلاها" (۵) یعنی قرآن کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ کی آیت پر سجدہ ہے اس سے آپ سجدۂ تلاوت کا وجوب ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ حدیث ہے ہی نہیں، جب پایہ ہی نہیں تو دیواریں کیسے اٹھیں گی؟

---

(۱) هدایه ج۲ ص۔ ۵۴۲ باب مایقطع فیه ومالا یقطع

(۲) علامہ زیلعی حنفی نے بھی اس کو غریب لکھا ہے اور صاحب درایہ نے لکھا ہے کہ مجھے یہ روایت اس طرح نہیں مل سکی ہے (نصب الرایہ ج۳ ص۳۶۷ / درایہ ج۲ ص۵۴۲ / حاشیہ هدایہ میں بنایہ کے حوالے سے "غریب لااصل له" بھی دیکھا جا سکتا ہے)

(۳) "عن بیع الغنیمة فی دار الحرب" (هدایه ج۲ ص۔ ۵۶۸)

(۴) اس کا مرفوع ہونا تو درکنار موقوف ہونا بھی ثابت نہیں ہے علامہ زیلعی حنفی نے اسے "غریب جدا" لکھا ہے اور صاحب درایہ نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ مجھے اس کا پتہ نہیں چل سکا ہے۔ (نصب الرایہ ج ۳ ص: ۴۰۸ / درایہ ج ۲ ص: ۵۶۸)

(۵) هدایه ج۱ ص۔ ۱۶۳

مصنف ہدایہ کی ایک سنسنی خیز غفلت اور دل دہلا دینے والی جسارت ملاحظہ ہو۔ حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں۔(۱) ثابت کرنے کے لئے ایک وہ قول جو امتی سے بھی صحت سے ثابت نہیں اسے فرمانِ رسول کہہ کر اللہ کے ہزاروں بندوں کو خدا کی اس زبردست نعمت سے محروم رکھنا چاہا ہے، جو نعمت رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے ہے یعنی جمعہ صرف آپ ہی کو دیا گیا کسی اگلے نبی کو بھی یہ نعمت عظمیٰ عطا نہیں ہوئی (۲) لیکن نہایت بے قدری سے اسے ٹھکرانے اور لاکھوں بندگان خدا کو اس خداوندی نعمت سے دور کرنے کی زبوں تر کوشش کرتے ہوئے مصنف صاحب ہدایہ جلد اول باب صلوٰۃ الجمعہ ص:۱۴۸ مطبوعہ مجتبائی میں لکھتے ہیں "لقوله عليه السلام لاجمعة..........الافی مصر جامع "(۳) یعنی جمعہ کی نماز..........سوائے بڑے شہر کے ہوتی ہی نہیں۔

اے دستار فضیلت سر پر باندھ کر بیٹھنے والو! اے صاحب ہدایہ کا نام فخر کے ساتھ جھوم جھوم کر لینے والو! اے حنفی مذہب کو اسلام کا اور قرآن و حدیث کا عطر کہنے والو! اے لوگوں کو حدیث و قرآن سے ہٹا کر فقہ کی ان کتابوں کی طرف جھکانے والو! اے اپنی لاکھوں کی گنتی پر ناز کرنے والو! اور اپنی علمیت کا گھمنڈ رکھنے والو! سچ بتاؤ کیا تم سب مل کر بھی ان الفاظ کو

---

(۱) ھدایہ میں ہے کہ " لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولاتجوز فی القریٰ " (ھدایہ ج۱ ص۱۶۸ باب صلوٰۃ الجمعۃ)

(۲) ملاحظہ ہو بخاری ج۱ ص ۱۲۰ کتاب الجمعۃ / مسلم ج۱ ص ۲۸۲ / احمد ج۲ ص ۲۴۳ - ۲۴۹ - ۳۷۴ / نسائی ج۱ ص ۱۵۴ / السنن الکبریٰ للبیھقی ج۳ ص ۱۷۰ - ۱۷۱

(۳) ھدایہ ج۱ ص ۱۶۸

نبی ﷺ سے ثابت کر سکتے ہو؟ اور اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو آؤ! اس جھمیلے میں سے نکلو اور قرآن وحدیث کے سنہرے احکام پر عمل کر کے خدا اور رسول کی ماتحتی کر کے جنت کے وارث بن جاؤ۔ ہر گز ہر گز یہ حدیث اللہ کے رسول ﷺ کی نہیں، بلکہ امام بیہقی فرماتے ہیں اس بارے میں حضور ﷺ سے کوئی روایت ثابت نہیں۔(۱)

اہلحدیثو! کلیجہ تھام لو! اے حدیث پر مر مٹنے والو! اپنا دل پکڑ لو! دیکھو صاحب ہدایہ ایک اور کمال کرتے ہیں۔ ہدایہ جلد اول ص:۱۵۱ باب صلوٰۃ الجمعۃ (۲) مطبوعہ مجتبائی میں حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کہ جب امام جمعہ والے دن آجائے پھر نماز پڑھنا جائز نہیں۔ رسول معصوم ﷺ کے ذمہ ایک بہتان باندھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "اذا خرج الامام فلاصلوٰۃ ولا کلام" یعنی جب امام آگیا پھر نہ نماز ہے نہ کلام ۔ آہ! مصنف مرحوم! آپ سے تو کیا کہیں "تلک امۃ قد خلت" لیکن کہنا تو ان سے ہے جو اب زندہ ہیں اور آپ کی اس کتاب کو جو دراصل انسانی کمزوری کا نمونہ ہے مثل قرآن مانتے ہیں، کہ آخر آپ نے اس میں کون سا وصف دیکھا، ہم تو دیکھتے ہیں کہ فاش غلطیاں اور شرمناک افتراپردازیاں اور بے اصل لن ترانیاں اور بے جوڑ باتیں اس میں یکسر بھری پڑی ہیں، غضب خدا کا، رسول خدا کی قولی اور تقریری صحیح حدیث جس میں حکم ہے کہ

---

(۱) بحوالہ درایہ ج۱ ص۔ ۱۶۸

(۲) ھدایہ ج۱ ص۔ ۱۷۱

جو شخص جمعہ والے دن خطبہ کی حالت میں آئے وہ بھی بغیر دو رکعت پڑھے نہ بیٹھے (۱) اس کو تو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور محض حنفی مذہب کی خاطر رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک بہتان باندھ کر لوگوں کو حضور ﷺ کے صحیح فرمان پر عمل کرنے سے روک دیا اور انہیں مغالطہ دے کر امام ابو حنیفہ کی چوکھٹ پر اوندھا ڈال دیا، فالعیاذ ثم العیاذ۔ ہرگز ہرگز یہ حدیث رسول اللہ ﷺ نہیں۔ (۲)

اسی جلد کے ص: ۲۳۶ فصل فی مایتعلق بالوقوف میں بھی "من قلد بدنة" (۳) کو قول رسول کہکر دربار رسالت کا اپنے تئیں ملزم کرلیا ہے اسی جلد کے صفحہ ۳۳۹ باب طلاق السنة میں بھی "الطلاق بالرجال" (۴) کو قول رسول کہہ کر دیانت داری کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔
اسی طرح کے اور بیسیوں مقامات ہدایہ شریف میں اور بھی ہیں لیکن ہم سر دست اس بحث کو یہیں تک ختم کرتے ہیں۔

---

(۱) صحیح بخاری ج۱ صـ ۱۲۷ / صحیح مسلم ج ۱ صـ ۲۸۷
(۲) اس قول کے بارے میں علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں " غریب مرفوعاً " اور امام بیہقی نے کہا ہے " رفعه وهم فاحش انما هو من كلام الزهري" (ملاحظہ ہو نصب الرایه ج ٤ صـ ۲۱) امام زہری کا یہ قول موطا امام مالک ص : ۳٦ میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے "خروجه يقطع الصلوٰة وكلامه يقطع الكلام"
صاحب درایہ لکھتے ہیں " مجھے یہ روایت کہیں نہیں ملی " (درایہ ج۱ ص: ۱۷۱)
(۳) من قلد بدنة فقد احرم (هدايه ج ۱ ص: ۲٥٦ فصل فيما يتعلق بالوقوف)
(٤) "الطلاق بالرجال وعدة بالنساء (هدايه ج۱ صـ ۳٥۹)

مصنف ہدایہ کی ابراہیم علیہ السلام کی شان میں گستاخی

علامہ برہان الدین صاحب مصنف ہدایہ نے جہاں صحابہؓ کے نام لے کر ان کی نہ کہی ہوئی باتیں ان کی طرف سے سنائیں، جہاں صحابہ اور تابعین کے اقوال کو اور وہ بھی گو در حقیقت ان کے بھی نہ ہوں، رسول اللہ ﷺ کے ذمہ لگا کر اپنے مذہب کو مضبوط کیا وہاں ایک جلیل الشان بزرگ خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام جو انبیاء کے والد ماجد ہیں اور اول الموحدین ہیں ان کا نام لے کر بھی اپنے مذہب کا کام چلانا چاہا، چنانچہ حنفی مذہب کے اس مسئلہ کو کہ عید میں تکبیر اس طرح پڑھے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "هو الماثور عن الخليل صلوٰت الله عليه" یعنی خلیل صلوٰت اللہ علیہ سے یہی تکبیر منقول ہے ملاحظہ ہو جلد اول ص: ۱۵۵ باب العیدین مطبوعہ مجتبائی (۱) دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ ثابت نہیں یہاں تک کہ زیلعی کو بھی کہنا پڑا "لم اجده ماثوراً عن الخليل" (۲) یعنی میں نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے اس کا منقول ہونا نہیں پایا۔

اے حنفی بھائیو! کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی گستاخی خلیل خدا کی جناب میں ہو سکتی تھی؟ کہ ان کے ذمہ کوئی وہ کہے جو ان کا کہا ہوا نہ ہو۔

---

(۱) هدایه ج۱ ص ۱۷۵ باب العیدین

(۲) ملاحظه هو نصب الرایه ج۲ ص ۲۲۴ / صاحب درایہ نے بھی یہی بات لکھی ہے (درایه مع الهدایه ج۱ ص ۱۷۶ / فتح القدیر میں ہے "لم يثبت عند اهل الحديث ذلك" (فتح القدير ج۲ ص ۴۹) مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ یہ تکبیر حضرت علی و عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے)

مصنف ہدایہ کا لاپتہ حدیثوں کا وارد کرنا

مصنف ہدایہ نے جہاں اور علمی کمالات اور معجزات اجتہاد اور کرامات تقلید بہت کچھ بتائی ہیں وہاں آپ اس امر سے بھی نہیں چوکے کہ خدا کے رسول ﷺ کے ذمہ وہ باتیں کہیں جو آپ نے نہیں کہیں۔ ہدایہ میں بلا مبالغہ سیکڑوں ایسی حدیثیں ہیں جو دراصل حدیث کی کسی کتاب میں نہیں۔ کہیں الفاظ حدیث بڑھا کر اپنا مطلب نکالا ہے، کہیں گھٹا کر اپنی بات بنائی ہے، کہیں الٹ پلٹ کر کے اپنا مقصد ثابت کیا ہے، غرض حدیث کے وارد کرنے میں بہت بڑی بے احتیاطی اور بے پرواہی سے کام لیا ہے، یہ بحث بہت بڑی ہے اگر وہ تمام حدیثیں نقل کی جائیں جو صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں وارد کی ہیں اور وہ سب لاپتہ و بے نشان ہیں بلکہ وہ حدیثیں ہی نہیں ہیں، تو ایک ضخیم دفتر تیار ہو جائے اور پڑھنے والا بھی زچ ہو جائے، دنیا جانتی ہے کہ کسی کے ذمہ اس کی نہ کہی ہوئی بات کا چسپاں کرنا کس قدر برا ہے، پھر دنیا کے سب سے اعلیٰ فرد، تمام انسانوں سے بہتر انسان بلکہ تمام دنیا کے سردار حضرت رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بات باندھ لینا کس قدر پرلے درجہ کا پاپ ہوگا؟ اور وہ بھی ایک دو نہیں بلکہ سیکڑوں، بس آنکھیں بند کر کے لکھ رہے ہیں اور حضور ﷺ کا نام لے لیتے ہیں، میں بطور نمونہ صرف نصف اول ہدایہ کی بعض ایسی لاپتہ حدیثیں جن کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کے نہیں بلکہ مصنف صاحب کے ہیں یہاں وارد کرتا ہوں۔ خیال سے سنئے اور پھر انصاف کیجئے کہ جن بزرگوں نے خدا کے رسول ﷺ کے ذمہ گھڑنت گھڑ لینے سے احتراز نہیں کیا وہ اماموں کے ذمہ اور دیگر بزرگان دین کے ذمہ کہاں تک

احتیاط کریں گے ؟ جسے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنے میں آپ کے الفاظ پیش کرنے میں بھی احتیاط نہ ہو وہ کہاں تک اس قابل ہو سکتا ہے کہ اورلوگوں کی باتیں جو ہمیں وہ پہنچائے ہم اسے سچی جانیں ؟ جو ائمہ کا مذہب وہ بیان کرے ہم اس پر اطمینان کرلیں ؟ اب میں ہدایہ کے نصف اول کی بقید صفحہ وہ بعض حدیثیں آپ کو دکھاتا ہوں جو مصنف کے نقل کردہ الفاظ ہیں حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملتیں ، اس بحث میں سب صفحہ مطبوعہ مجتبائی(۱) کے ہیں، میں صفحہ اور حدیث کا سرا نقل کردیتا ہوں۔

ص:۶" لانه علیه السلام فعل...... كذ الك "(۲) یعنی جب حضور ﷺ مسواک نہ پاتے تو انگلی دانتوں پر پھیرتے، کسی حدیث میں حضور ﷺ کا یہ فعل مروی نہیں۔(۳)

ص:۸ ان الله تعالیٰ یحب التیامن ......"(۴) یعنی داہنے ہاتھ کا شروع اللہ کو پسند ہے، یہ حدیث بھی ان الفاظ میں حدیث کی کسی کتاب میں نہیں (۵)

---

(۱) زیر نظر ایڈیشن میں صفحات حاشیہ مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند کے ہیں

(۲) وعند فقده یعالج بالاصابع لانه علیه السلام فعل كذ الك (هدایه ج۱ صـ ۱۸)

(۳) نصب الرایه ج۱ صـ ۹ میں اس کے متعلق ہے "حدیث غریب" صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده من فعله" (درایه مع الهدایه ج۱ صـ ۱۹)

(٤) " ان الله تعالی یحب التیامن فی کل شیء حتی التنعل والترجل " (هدایه ج۱ صـ ۲۲ کتاب الطهارات)

(۵) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غریب بهذ اللفظ " (نصب الرایه ج۱ صـ ۳٤ / صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده هکذا" (درایه ج۱ صـ ۲۲)

(فائده) یہ حدیث کتب حدیث میں اس طرح ہے "عن عائشة قالت کان النبی ﷺ یعجبه التیمن فی تنعله وترجله وطهوره وفی شانه کله (بخاری ج۱ صـ ۲۹ باب التیمن فی الوضوء / ۱٦۱/ ترمذی ج۱ صـ ۱۳۲ / ابوداؤد ج۲ صـ ۵۷۱

ص:۸ "وقیل لرسول الله...... "(۱)یعنی سوال کے جواب میں حضور علیہ وسلم نے فرمایاپاخانہ پیشاب کے راستہ سے کچھ نکلناوضو کوتوڑتا ہے، یہ حدیث بھی مصنف کی وضع کردہ ہے۔(۲)

ص:۸"قاء فلم یتوضأ "(۳)آپ نے قے کی اوروضو نہیں کیا، اس حدیث کاکوئی نشان بھی حدیث کی کتابوں میں نہیں۔(۴)

ص:۵٦ "لقوله علیه السلام لعائشة ......"(۵)یعنی حضرت علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو منی کے بارے میں تر ہو تو دھونے اور خشک ہو تو کھرچنے کو فرمایا،ان لفظوں میں یہ حدیث بھی نہیں۔(٦)

ص:٦٦"لایزال امتی ...... " (۷)مغرب کی جلدی اور عشاء کی تاخیر میں

---

(۱) "وقیل لرسول الله علیہ وسلم ومالحدث قال مایخرج من السبیلین " (هدایه ج۱ صـ ۲۲ کتاب الطهارات)

(۲) صاحب درایہ نے اس کے بارے میں لکھاہے کہ یہ روایت مجھے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملی (درایه مع الهدایه ج۱ صـ ۲۲)علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں اسے "غریب" لکھاہے

(۳) "روی انه علیه السلام قاء فلم یتوضأ" (هدایه ج۱ صـ ۲۳)

(۴)اس روایت کے بارے میں علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غریب جدا" (نصب الرایه ج۱ صـ ۳۷)اور صاحب درایہ لکھتے ہیں مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی " لم اجده " (الدرایة مع الهدایة ج۱صـ ۲۲)

(۵) "لقوله علیه السلام لعائشة فاغسلیه ان کان رطباوافرکیه ان کان یابساً " (هدایه ج۱ صـ ۷۳ کتاب الطهارات)

(٦) علامہ ابن الجوزی نے اس حدیث کے بارے میں لکھاہے "هذا حدیث لایعرف " (بحواله نصب الرایه ج۱ صـ ۲۰۹) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده بهذه السیاقة " (الدرایه ج۱ صـ ۷۲)

(۷) "قال علیه السلام لایزال امتی بخیر ماعجلوا المغرب والعشاء "(هدایه ج۱ صـ ۸۳ کتاب الصلوٰة)

امت کی بھلائی ہے، یہ حدیث بھی ان لفظوں میں کوئی حنفی دنیا کی کسی حدیث کی کتاب میں نہیں بتا سکتا۔(۱)

ص:۷۶ " ویروی مادون ......"(۲) یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ستر پوشی کرنی چاہیئے یہ بھی مصنف صاحب کے خانہ ساز الفاظ ہیں نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے ۔(۳)

ص: ۹۲ "اذا سجد المؤمن ......"(۴) مومن کے سجدے کے وقت اس کے تمام اعضاء سجدہ کرتے ہیں۔ کوئی ایسا دلیر ہے؟ کہ ان الفاظ کو رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ثابت کر سکے؟(۵)

ص:۹۳ " کان یختم بالوتر "(۶) رکوع سجدے کی تسبیحیں آپ

---

(۱) صاحب درایہ لکھتے ہیں "یہ حدیث مجھے اس طرح نہیں ملی ہے ابوداؤد میں البتہ ایک حدیث حضرت ابوایوب سے مرفوعاً اس طرح مروی ہے "لایزال امتی بخیر اوعلی الفطرة مالم یوخروا المغرب الی ان تشتبك النجوم " اورابن ماجہ میں حضرت عباس سے ایک مرفوع روایت اس طرح ہے "لاتزال امتی علی الفطرة مالم یوخروا المغرب حتی تشتبك النجوم " (الدرایة مع الهدایة ج۱ صـ ۸٤)

(۲) "ویروی مادون سرته حتی تجاوز رکبتیه" (هدایه ج۱ صـ ۹۳)

(۳) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ روایت نہیں ملی (الدرایة مع الهدایة ج۱ص ۹۴)

(۴) " اذا سجد المومن سجد کل عضو منه فلیوجه من اعضائه القبلة ما استطاع " (هدایه ج۱ صـ ۱۱۰)

(۵) علامہ زیلعی حنفی نے اس روایت کو غریب اور صاحب درایہ نے اس کے متعلق "لم اجده " لکھا ہے (نصب الرایہ ج۱ص:۳۸۷/۱ لدرایة مع الهدایة ج۱ص:۱۱۲)

(۶) "لانه علیه السلام کان یختم بالوتر " (هدایه ج۱ ص: ۱۱۰)

طاق پڑھا کرتے تھے، یہ بھی مصنف صاحب کی گھریلو روایت ہے، کسی حدیث میں یہ نہیں۔(۱)

ص۹۲:"لاترفع الایدی ......"(۲)رفع الیدین صرف ان سات جگہوں میں کیا جائے، رفع الیدین کی دشمنی میں یہ حدیث گھڑلی ہے کسی حدیث کی کتاب میں حضور ﷺ کے یہ الفاظ نہیں۔(۳)

ص:۹۶ "صلوٰۃ النھار عجماء"(۴)دن کی نمازیں گونگی ہیں، یہ روایت بھی مصنف صاحب کی ایجاد ہے حدیث کی کتابوں میں یہ لفظ حضور ﷺ کے نہیں ملتے۔(۵)

ص:۱۰۱ "من صلی ...."(٦)پرہیزگار عالم کے پیچھے نماز نبی کے پیچھے

---

(۱) اس روایت کے بارے میں علامہ زیلعی حنفی "غریب جدا" اور صاحب درایہ "لم اجد ہ" لکھتے ہیں (یعنی یہ روایت مجھے نہیں ملی) اسی طرح حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں "لم اجد له اصلاً" (ملاحظہ ہو، نصب الرایہ ج۱ صـ : ۳۸۸ درایہ ص: ۱۱۲ وحاشیہ ہدایہ ج۱ ص: ۱۱۰)

(۲) "لاترفع الاید ی الا فی سبع مواطن تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات العید ین وذکرا لاربع فی الحج" (ھد ایہ ج۱ ص: ۱۱۰ باب صفۃ الصلوٰۃ)

(۳) علامہ زیلعی حنفی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "غریب بھذا للفظ" اورصاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجدہ ھکذا بصیغۃ الحصر الصریحۃ ولابذکرالقنوت ولاتکبیرات العیدین" (نصب الرایہ ج۱ صـ ۳۹۰ / الدرایۃ مع الھدایۃ ج۱ صـ ۱۱۲)

(٤) ھدایہ ج۱ صـ ۱۱۵ فصل فی القرأۃ

(۵) علامہ نووی خلاصہ میں لکھتے ہیں "صلوٰۃ النھار عجماء باطل لااصل له" علامہ زیلعی حنفی بھی اسے "غریب" لکھتے ہیں (ملاحظہ نصب الرایہ ج۲ صـ ۱-۲)

(٦) "من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی" (ھد ایہ ج۱ صـ ۱۲۲ باب الامامۃ)

پڑھنے کے برابر ہے، یہ حدیث بھی بے نشان ہے، حدیث کی کسی کتاب میں یہ الفاظ نہیں۔(۱)

ص:۱۲۰ "مرة یااباذ ر......" (۲) اے ابوذر ایک مرتبہ کنکریوں کو ٹھیک کرلو یا نہ کرو۔ خدا جانے مصنف اسے کہاں سے نقل کرتے ہیں؟(۳)

ص:۱۴۰ "اذا شك ......" (۴) یعنی شک والا نئے سرے سے نماز دہرائے یہ الفاظ بھی مصنف کے گھڑے ہوئے ہیں رسول اللہ ﷺ کے نہیں۔(۵)

ص:۱۴۱ "یصلی المریض ......" (٦) یعنی بیمار اس طرح نماز پڑھے، اللہ

---

(۱) علامہ زیلعی حنفی اسے "غریب" لکھتے ہیں اور صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ روایت نہیں ملی (نصب الرایہ ج۲ صـ ٢٦ / الدرایة مع الهدایة ج۱ صـ ۱۲۳)

سند حنفیت مولانا عبدالحئ حنفی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں حدیث کے جو الفاظ کتاب میں مذکور ہیں وہ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں بلکہ بعض محدثین نے اسے موضوع کہا ہے مزید لکھتے ہیں سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث کہیں نہیں ہے اور اگر کسی نے ذکر کیا ہے تو بلا سند ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ ہدایہ ج۱ ص۱۲۴)

(۲) مرةً یااباذ ر والا فذر (۱٤٠ باب ما یفسد الصلوٰة ومایکره فیها)

(۳) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ یہ روایت اس طرح مجھے نہیں ملی (الدرایة مع الهدایة ج۱ صـ ۱٤٠) علامہ زیلعی حنفی اس روایت کے بارے میں "غریب بهذا اللفظ" لکھتے ہیں (نصب الرایہ ج۲ صـ ۸٦)

(٤) "اذا شك احدكم فی صلاته انه كم صلی فلیستقبل الصلوٰة" (هدایه ج۱ صـ ۱٦٠ باب سجود السهو)

(٥) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده مرفوعاً" اور صاحب نصب الرایہ اس کو "حدیث غریب" لکھتے ہیں (الدرایة مع الهدایة ج۱ ص۱۶۰ / نصب الرایہ ج۲ ص۱۷۲)

(٦) "یصلی المریض قائما فان لم یستطع فقاعداً فان لم یستطع فعلی قفاه یومی ایماءً فان لم یستطع فالله تعالیٰ احق بقبول العذر منه" (هدایه ج۱ صـ ۱٦٠ باب صلوٰة المریض)

کے رسول ﷺ کی زبان ان الفاظ سے معصوم ہے، گو مصنف زبردستی انہیں حضور ﷺ کے الفاظ کہیں۔(۱)

ص:۴۷ " لانه ......"(۲) یعنی حضور ﷺ اور آپ کے اصحابؓ سفر کرتے تھے اور وطن کی طرف لوٹتے تھے مقیم ہو کر بغیر نئی نیت کے، آہ! مصنف صاحب خدا جانے اتنے دلیر کیوں ہو گئے ہیں، حدیث کی کتابوں میں تو اس کا نام و نشان تک نہیں، عقل سلیم بھی اس روایت کے گھڑنت ہونے کا یقین کرتی ہے کیونکہ لکھتے ہیں، ان کی نیت اقامت کی نہیں ہوتی تھی، نیت اور عزم کا تعلق دل سے ہے اور دل کا حال سوائے علیم بذات الصدور کے اور کسی کو معلوم ہو نہیں سکتا۔ یہاں صرف فاضل مصنف کی غرض اس روایت کو گھڑ لینے سے اپنے مذہب کا ثبوت ہے، اللہ رحم کرے، بنایہ والے جو اس کتاب کے شارح ہیں وہ بھی یہاں آکر حیرت میں پڑ گئے ہیں اور لکھتے ہیں "لاندری من این اخذه المصنف" ہم نہیں جان سکے کہ مصنف اسے کہاں سے گھسیٹ لائے؟ (۳)

---

(۱) اس حدیث کے بارے میں صاحب درایہ "لم اجده هكذا" اور علامہ زیلعی حنفی "حديث غريب" لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو درایہ ج۱ ص ۱۶۲/ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۷۶)

(۲) "لانه عليه السلام و اصحابه رضوان الله عليهم كانوا يسافرون ويعودون الىٰ اوطانهم مقيمين من غير عزم جديد" (هدايه ج۱ ص ۱۶۷ باب صلوٰة المسافر)

(۳) ملاحظہ ہو ہدایہ مع البنایہ ج۱ ص:۱۶۷/ اس حدیث کے بارے میں صاحب درایہ نے صاف لکھ دیا ہے "لم اجد" یعنی یہ روایت مجھے کہیں نہیں ملی / علامہ زیلعی حنفی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ "لم اجد له شاهداً" (الدراية مع الهداية ج۱ ص: ۱۶۷/ نصب الرايه ج۱ ص: ۱۸۷)

ص: ۱۵۳ "كان له جبة ......" (۱) حضور ﷺ کا ایک جبہ صوف کا یا پوستین کا تھا جسے عیدین میں پہنتے تھے، یہ روایت بھی کتب حدیث میں ان الفاظ میں نہیں۔ (۲)

ص: ۱۷۰ "حد یث علی ......" (۳) یعنی حضرت علی سے مرفوع اور موقوف روایت ہے، یہاں ایک چھوڑ دو دو غلطیاں مصنف صاحب نے بلا قصد یا خدا جانے بالقصد کی ہیں، نہ تو یہ الفاظ حضرت علیؓ سے موقوفاً مروی ہیں نہ حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہیں، (۴) مگر خدا بھلا کرے مصنف صاحب کا انھوں نے تو زیت پر قلعہ کھڑا کر ہی لیا۔

حنفیو! تمہیں خدا کی قسم کیا تمہارا جی نہیں دکھتا تمہیں غیرت نہیں آتی؟ یہ کیا اندھیر ہے؟ یہ کیا بہتان بازی ہے؟ دھڑا دھڑ خدا کے رسول ﷺ پر کیوں افترا پردازیاں ہو رہی ہیں؟ کیوں تم ان جھوٹ سے بھری ہوئی کتابوں کو خدا کے دین کی کتابیں کہتے ہو؟ کیوں تم براہ راست رسول خدا ﷺ کی صحیح اور پاکیزہ حدیثوں پر عمل کا دارومدار نہیں رکھتے جو بخاری مسلم جیسی صحیح کتابوں میں ہیں۔

---

(۱) "لان النبی ﷺ كان له جبة فنك اوصوف يلبسها فی الاعياد" (هدايه ج۱ ص۔ ۱۷۳ باب العيدين)

(۲) اس حدیث کو علامہ زیلعی حنفی غریب لکھتے ہیں اور صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے کہیں نہیں ملی (نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۰۹/ الدرایہ ج ۱ ص ۱۷۳)

(۳) "حديث علی موقوفاً ومرفوعاً لايؤخذ فی الزكوٰة الا الثنی فصاعداً" (هدايه ج۱ ص: ۱۹۰)

(٤) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں اس حدیث کا حضرت علی سے منقول ہونا غریب ہے (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۵۵/ صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ روایت کسی کتاب میں نہیں مل سکی ہے (درایہ ج ۱ ص ۱۹۳)

دعا کرو کہ خدا ہمارے دلوں میں اماموں کی محبت سے بہت زیادہ محبت اپنے سچے رسول کی رکھے۔

بدرالدین عینی جیسے عاشق حنفیت کو بھی یہ روایت نہیں ملی وہ لکھتے ہیں" هذا الحديث لم يرو عن علی لامرفوعا ولاموقوفاً"(۱) یعنی یہ حدیث نہ تو حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے نہ موقوفاً یعنی نہ تو خود حضرت علی کا قول ہے نہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان۔

ص: ۱۷۲ "ليس في الحوامل ....."(۲) یعنی بوجھ ڈھونے والے ..... جانوروں میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حدیث بھی مصنف کو نظر آگئی مگر حقیقت میں غیر موجود ہے۔(۳)

ص: ۱۷۲ "لا تاخذوا ....."(۴) لوگوں کے عمدہ مال زکوٰۃ میں نہ لو۔ یہ حدیث بھی ان لفظوں میں حدیث کی کسی کتاب میں نہیں۔(۵)

۱۷۳ "في خمس من الابل ....."(۶) پانچ اونٹوں میں ایک بکری..... یہ

---

(۱) ملاحظہ ہو ہدایہ بین السطور ج ۱ ص ۱۹۰

(۲) "ليس في الحوامل والعوامل ولافي البقرة المثيرة صدقة"(هدايه ج ۱ ص ۱۹۲ باب صدقة السوائم)

(۳) اس حدیث کے بارے میں صاحب درایہ "لم اجده هكذا" اور علامہ زیلعی حنفی "غريب بهذا اللفظ" لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو درایہ ج ۱ ص ۱۹۴ نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۶۰)

(۴) "لاتاخذوا من حرزات اموال الناس وخذوا من حواشي اموالهم(هدايه ج ۱ ص ۱۹۲ باب صدقة السوائم)

(۵) "فاياك وكرائم اموالهم" (بخاری ج ۱ ص ۱۹۶) یہ روایت تو معروف ہے لیکن مصنف کی نقل کردہ روایت کہیں نہیں ہے/ علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غريب بهذ اللفظ" اسی طرح صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده هكذا" (نصب الرایہ ج ۲ ص ۳۶۱/ درایہ ج ۱ ص ۱۹۵)

(۶) "في خمس من الابل السائمة شاة وليس في الزيادة شيء حتى تبلغ عشراً (هدايه ج ۱ ص ۱۹۳ باب صدقة السوائم)

الفاظ بھی مصنف کی آنکھوں کے نور کی زیادتی ہے حدیث میں نہیں۔(۱)
ص:۱۷۵"یقومها ......"(۲) مال تجارت کی قیمت پر زکوٰۃ ہے۔ یہ مصنف صاحب نے جوڑی ہے حقیقتاً ان لفظوں میں یہ حدیث مروی نہیں۔(۳)
ص:۱۸۱ "مااخرجت الارض ......"(۴) زمین کی ہر پیداوار میں عشر ہے، یہ بھی کمال مصنف ہے دراصل الفاظ حدیث نہیں۔(۵)
ص:۱۹۱" صاعنا ......"(۶) سب صاع سے چھوٹا ہمارا ہے، حضور علیہ کا یہ فرمان ہرگز نہیں، صاحب ہدایہ کی غلطی ہے۔(۷)

---

(۱) اساطین حنفیت بھی اس حدیث کا مرجع بتانے سے قاصر رہے ہیں (ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج۲ ص۳۶۲/درایہ ج۱ ص۱۹۵)
(۲) "لقوله عليه السلام يقومها فيودى من كل مائتى درهم خمسة دراهم" (هدايه ج۱ ص : ۱۹۵ باب زكوٰة المال)
(۳) اس معنی کی دیگر مرفوع و موقوف روایتیں حدیث کی کتابوں میں تو ہیں لیکن جن الفاظ کے ساتھ مصنف نے نقل کیا ہے ان الفاظ کے ساتھ کہیں نہیں ہے احادیث ھدایہ کے مخرجین بھی اس کے معترف ہیں (دیکھئے نصب الرایہ ج۲ ص۳۷۵/درایہ ج۱ ص۱۹۷)
(۴) "قوله عليه السلام مااخرجت الارض ففيه العشر" (هدايه ج۱ ص: ۲۰۱ باب زكوٰة الزروع والثمار)
(۵) علامہ زیلعی حنفی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "غريب بهذا اللفظ" اور صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده بهذا اللفظ" (نصب الرايه ج۲ صـ ۳۸٤ / درايه ج۱ صـ ۲۰۱)
زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کے سلسلے میں صحیح احادیث جاننے کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ صحيح بخارى ج۱ صـ ۲۰۱ باب العشر فيما يسقى من ماء السماء
(۶) "قوله عليه السلام صاعنا اصغر الصيعان" (هدايه ج۱ صـ ۲۱۰)
(۷) علامہ زیلعی حنفی اس کو غریب اور صاحب درایہ "لم اجده هكذا" لکھتے ہیں یعنی یہ روایت اس طرح مجھ کو نہیں ملی ہے (ملاحظہ ہو نصب الرايه ج۲ صـ ۴۲۸ درايه ج۱ صـ ۲۱۱)

ص: ۱۹۳ " لایصام ......"(۱) شک والے دن صرف تطوعاً روزہ رکھ سکتا ہے، حضرت علیہ کا یہ فرمان نہیں، مذہب کا بناوَٹ ہے۔(۲)
ص:۱۹۹ " من افطر ......"(۳) یعنی جو شخص رمضان میں افطار کرلے تو اسے ظہار کرنے والے کا کفارہ دینا پڑے گا، یہ حدیث بھی ان لفظوں میں نہیں ہے۔(۴) مصنف صاحب نے اس لئے یہ الفاظ تراش لئے ہیں کہ حنفی مذہب کا یہ مسئلہ ثابت ہو جائے کہ رمضان کے دنوں میں روزے دار اگر اپنی بیوی سے ملے تو اس پر قضاو کفارہ ہے اور اس کی عورت پر بھی (۵) امام شافعیؒ عورت پر کفارہ نہیں بتلاتے تو شافعی کو رد کرنے اور اپنے مذہب

---

(۱) "لایصام الیوم الذی یشك فیه انه من رمضان الا تطوعاً (هد ایه ج۱ صـ ۲۱۴ کتاب الصیام)
(۲) اس حدیث کو بنایہ و نصب الرایہ میں "غریب جدا" لکھا ہے. (نصب الرایه ج۲ صـ ۴۴۰) صاحب درایہ نے لکھا ہے "لم اجده بهذ االلفظ " (درایه ج۱ صـ ۲۱۳) اصل میں مصنف نے اپنے اس مسلک کو ثابت کرنے کے لئے "لایصومون یوم الشك الاتطوعا "(یعنی شک والے دن میں نفلی روزہ رکھنا جائز ہے) اس حدیث کو اپنی جانب سے بنالیا ہے ۔ العیاذباالله
(۳) "قوله علیه السلام من افطر فی رمضان فعلیه ماعلی المظاهر " (هدایه ج۱ صـ ۲۱۹ باب مایوجب القضاء والکفارة
(۴) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "حدیث غریب بهذ ا اللفظ والحدیث لم اجده "یعنی ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث غریب ہے اور مجھے یہ حدیث کہیں نہیں مل سکی ہے (نصب الرایہ ج۲ ص۴۴۹)
(۵) علامہ زیلعی حنفی مصنف کے اس مقصد کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "والمصنف رحمه الله استدل به هنا علیٰ ان الکفارة تجب علی المرأة کما یجب علی الرجل یعنی فی الجماع لان" من "تطلق علی المذکر والمونث خلافاً للشافعی (نصب الرایه ج۲ صـ ۴۴۹)

کو ثابت کرنے کے لئے ایک عمدہ سا جملہ بنالیا اور جھٹ سے اسے حدیث کہہ کر لفظ من کی عمومیت بیان کر کے عورت پر بھی کفارہ ثابت کر دیا، یہ ہے حنفیت کا رنگ اور مقلدیت کا ظہور اور یہ ہے مجتہدیت کی شان!!!

ص: ۲۴۲ "ولیصل الطائف ......" (۱) طواف کرنے والا ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔ مصنف نے حسب عادت یہاں بھی جودت طبع دکھائی ہے، در حقیقت یہ بھی حضور ﷺ کے الفاظ نہیں، بے اصل حدیث کو وارد کی ہے۔ (۲)

ص: ۲۴۲ "من اتی ...." (۳) بیت اللہ میں آنے والا طواف تحیہ کرلے، یہ حدیث بھی مصنف کی ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی نہیں۔ (۴)

---

(۱) "لم یصل الطائف لکل اسبوع رکعتین" (ھدایہ ج ۱ ص ۲۴۲ باب الاحرام)

(۲) مصنف نے محض اپنے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے کہ طواف کے بعد دو رکعت واجب ہے یہ حدیث اپنی جانب سے تیار کرلی ہے ورنہ حدیث کی کسی کتاب میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ منقول نہیں ہیں۔ خود ہدایہ کے حاشیہ پر جسے یہ خود چھاپتے ہیں اور پیٹ بھرتے ہیں صاف لکھا ہے "لم یعرف ھذا الحدیث" یعنی یہ حدیث کسی کو معلوم نہیں ہے۔ لیکن ھدایہ کی طباعت غالباً صرف عقیدت کے نقطۂ نظر سے ہے پڑھنے اور دیکھنے سے نہیں ہے ورنہ اب تک ہدایہ کی طباعت یہ خود بند کر دیتے،

رسول اللہ ﷺ سے یہ بات تو ثابت ہے کہ آپ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے (ملاحظہ ھو بخاری ج ۱ ص ۲۱۹ باب من طاف بالبیت اذا قدم مکۃ ...... / مسلم ج ۱ ص ۴۱۰ -- لیکن کتاب میں نقل کردہ حدیث کے الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں کوئی حنفی عالم نہیں دکھا سکتا۔ علامہ زیلعی حنفی نے اسے غریب لکھا ہے اور صاحب درایہ نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ مجھے یہ حدیث ملی ہی نہیں (ملاحظہ ھو نصب الرایہ ج ۳ ص: ۴۷ / درایہ ج ۱ ص: ۲۴۳)

(۳) من اتی البیت فلیحیہ بالطواف" (ھدایہ ج ۱ ص ۲۴۲ باب الاحرام)

(۴) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ہم کو نہیں ملی۔ (درایہ ج ۱ ص: ۲۴۳، حاشیہ ہدایہ و نصب الرایہ میں ہے "ھذا غریب جدا" / نصب الرایہ ج ۳ ص: ۵۱)

ص:۲۲۶"خیر المواقف ......"(۱)بہتر ٹھہرنے کی جگہ قبلہ کی طرف منہ کرکے ہے، یہ بھی مصنف صاحب کی خطا ہے کسی حدیث میں یہ لفظ نہیں (۲)

ص ۲۳۰ "ان اول ......"(۳)یعنی حج کے ارکان کا آج پہلا رکن یہ ہے کہ ہم کنکری ماریں گے پھر ذبح کریں گے پھر حلق کریں گے، یہ الفاظ بھی حدیث میں نہیں ہیں۔(۴)

۲۳۱ "افضلها ......"(۵)یعنی پہلے دن کی قربانی افضل ہے یہ بھی حدیث میں ثابت نہیں، عینی لکھتے ہیں۔"ھذا لم یثبت" یہ غیر ثابت ہے۔(۶)

ص:۲۳۷ "القران ......"(۷)قران کی رخصت ہے، اس حدیث کو بھی کوئی حدیث کی کسی کتاب میں نہیں نکال سکتا۔(۸)

---

(۱) خیر المواقف مااستقبلت به القبلة(هد ایه صـ ۲٤٦ باب الاحرام)

(۲) علامہ زیلعی حنفی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "غریب بهذا اللفظ" اور صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده هکذا" (نصب الرایه ج۳ صـ ٦۲/ درایه ج۱ صـ ۲٤٦)

(۳) "روی عن رسول الله ﷺ انه قال ان اول نسکنا فی یومنا هذاان نرمی ثم نذبح ثم نحلق" (هدایه ج۱ صـ ۲۵۰باب الاحرام)

(۴)صاحب درایہ لکھتے ہیں " لم اجده " اورعلامہ زیلعی حنفی اسے "غریب" لکھتے ہیں (درایه ج۱ صـ ۲۵۰ / نصب الرایه ج۳ صـ ۷۹)

(۵)" وفی الحدیث افضلها اولها " (هدایه ج۱ صـ ۲۵۱ باب الاحرام)

(۶)ملاحظہ ہو ھدایہ بین السطور، اسی طرح صاحب درایہ نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے "لم اجد هذ االحدیث" علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غریب جدا" (درایہ ج۱ص ۲۵۱/نصب الرایہ ج۳ص ۸۳)

(۷) "القران رخصة "(ھدایہ ج ۱ص: ۲۵۷باب القران)

(۸) ھدایہ بین السطور ہی میں ہے" لایعرف هذاالحدیث "صاحب درایہ کہتے ہیں" لم اجده "علامہ زیلعی حنفی "غریب جدا "کہتے ہیں(درایہ ج ۱ص: ۲۵۸/نصب الرایہ ج۳ص:۹۹)

ص:۲۸۸ "من کان ......"(۱)ایمان دار کو دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، مصنف نے یہ لفظ بنائے ہیں، حدیث میں یہ الفاظ نہیں۔(۲)

ص:۳۱۸ "الامن ......"(۳)سود لینے والے کا عہد ٹوٹ جاتا ہے یہ حدیث بھی لاپتہ ہے۔(۴)

۳۴۱ " لعن ......"(۵) یہ حدیث بھی مصنف صاحب کی وضع کردہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے الفاظ نہیں۔(۶)

۳۶۹"من حلف ......"(۷) قسم کھا کر ان شاء اللہ کہنے والے کی قسم نہیں ٹوٹتی، یہ حدیث بھی ان الفاظ میں نہیں۔(۸)

---

(۱) من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلایجمعن ماء ہ فی رحم اختین "(ھدایہ ج۲ صـ ۳۰۸ کتاب النکاح)

(۲) دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اور اس کی حرمت قرآن سے ثابت ہے لیکن مصنف نے جو حدیث نقل کیا ہے اس کا کہیں اتہ پتہ نہیں ہے صاحب درایہ و نصب الرایہ بھی اسے کہیں نہیں پا سکے ہیں (ملاحظہ ہو نصب الرایہ ج۳ ص۱۶۸/درایہ ج ۲ ص۳۰۸)

(۳) "الامن اربی فلیس بیننا وبینہ عھد" (ھدایہ ج۲ صـ ۳۳۸ باب المھر)

(۴) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجدہ بھذا اللفظ" (درایہ ج۲ ص:۳۳۸) اور علامہ زیلعی حنفی بھی اس کو "غـریب" لکھتے ہیں (نصب الرایہ ج۳ ص۲۰۳)

(۵) "لعن اللہ الفروج علی السروج" (ھدایہ ج۲ صـ ۳۶۱)

(۶) علامہ زیلعی حنفی اس کو "غریب جدا" لکھا ہے / صاحب درایہ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی (نصب الرایہ ج ۳ص ۲۲۸/درایہ ج ۲ص ۳۶۱)

(۷) "لقولہ علیہ السلام من حلف بطلاق اوعتاق وقال ان شاء اللہ تعالیٰ متصلاً بہ لاحنث علیہ (ھدایہ ج۲ صـ: ۳۸۹ باب الایمان فی الطلاق)

(۸) رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث یوں تو موجود ہے "من حلف علی یمین فقال ان شاء اللہ فلاحنث علیہ" (ملاحظہ ہو ترمذی ج۱ ص۱۹۸ باب الاستثناء فی الیمین / ابوداؤد ص ۴۶۴ / لیکن مصنف کی نقل کردہ حدیث کہیں موجود نہیں ہے / علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں اس لفظ کے ساتھ یہ حدیث کہیں نہیں ہے (نصب الرایہ ج۳ ص ۲۳۴ اور صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث نہیں ملی (درایہ ج۲ ص: ۳۸۹)

ص:۴۵۵ " لحد یث سعید بن المسیب ......"(۱) یہاں مصنف نے عادت کے خلاف راوی کا نام لے کر پھر بھی الفاظ غلط نقل کئے ہیں، ان لفظوں میں یہ حدیث نہیں۔(۲)

ص:۵۴۴ " نهى عن بيع ......"(۳) آپ نے حربی کفار سے ہتھیار بیچنا منع فرمایا، یہ لفظ بھی کسی حدیث میں نہیں ملتے۔(۴)

ص:۵۴۹" الغنيمة ......"(۵) غنیمت کا مال صرف ان کے لئے ہے جو لڑائی میں آئے ہوں، رسول ﷺ کی زبان ان الفاظ سے بھی معصوم ہے۔(۶)

ص:۶۰۵ " فاوضوا ......"(۷) یعنی شرکت میں برکت ہے، یہ حدیث بھی نبی ﷺ کی نہیں ہے، فتح القدیر والے لکھتے ہیں "هذا الحدیث لم یعرف

---

(۱) لحدیث سعید بن المسیب ان النبی ﷺ امر بعتق امهات الاولاد وان لایبعن فی دین ولایجعلن من الثلث " (هدایه ج۲ صـ ٤٧٥ باب الاستیلاد)

(۲) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث کہیں نہیں ملی۔ (درایه ج۲ صـ ٤٧٥ / اور صاحب نصب الرایہ اسے "غریب" لکھتے ہیں (نصب الرایه ج۳ صـ ۲۸۸)

(۳) "ان النبی ﷺ نهی عن بیع السلاح من اهل الحرب وحمله الیهم (هدایه ج۲ صـ ٥٦٤ باب الموادعة ومن یجوز امانه)

(٤) صاحب درایہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی (درایہ ج۲ ص ۵۶۴) صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں "غریب بهذا اللفظ " (نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۹۱)

(۵) "الغنیمة لمن شهد الوقعة " (هدایه ج۲ ص: ٥٦٩)

(٦) صاحب درایہ لکھتے ہیں اس حدیث کا حضرت عمر پر موقوف ہونا تو ہمیں معلوم ہے اور اس کو ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہونا مجھے معلوم نہیں (درایہ ج ۲ ص ۵۶۹) علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں "غریب مرفوعاً وهو موقوف علی عمر " (نصب الرایہ ج ۳ ص : ۴۰۸)

(۷) " فاوضوا فانه اعظم للبرکة " (هدایه ج۲ ص: ٦٢٥ کتاب الشرکة)

فی کتب الحدیث اصلاً"(۱) یعنی یہ حدیث، حدیث کی کسی کتاب میں بھی نہیں پہچانی گئی۔

ص: ۶۲۳ " کان یاکل ......" (۲) یعنی حضور ﷺ اپنے صدقہ میں سے کھاتے تھے یہ بھی علامہ مصنف کی خدا کے رسول کے ذمہ تہمت ہے۔(۳)

ناظرین کرام! میں نے ہدایہ کے صرف نصف اول کی یہ چند حدیثیں نقل کی ہیں حالانکہ اسی حصہ میں اور بھی بہت سی ایسی روایتیں ہیں اور اس کے آخری حصہ میں بھی، جو اب تک بالکل اچھوتا ہے اس قسم کی غلطیاں بہت سی ہیں، (۴) گو ہمارے دوست حنفی مذہب کے گرویدہ ان غلطیوں کو کوئی اہمیت نہ دیں، لیکن ایک عاشق رسول کے نزدیک ان غلطیوں کی جو اہمیت ہے وہ ظاہر ہے، صرف یہ ایک حدیث آپ کو بتادے گی کہ یہ معاملہ کس قدر اہم ہے، حضور رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں "من قال علی مالم اقل فلیتبوأ مقعده من النار" جو شخص مجھ پر وہ کہے جو میں نے نہ کہا ہو وہ بالیقین جہنمی ہے۔

---

(۱) فتح القدیر ج ۵ ص ۳۸۱ اسی طرح صاحب درایہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مجھ کو نہیں مل سکی (درایہ ج ۲ ص ۶۲۵)

(۲) "ان النبی ﷺ کان یاکل من صدقته" (ہدایہ ج ۲ ص: ۶۲۳ کتاب الوقف)

(۳) صاحب درایہ لکھتے ہیں "لم اجده" یعنی یہ حدیث مجھے کہیں نہیں ملی۔ (ہدایہ ج ۲ ص: ۶۲۳ کتاب الوقف) صاحب نصب الرایہ "غریب" لکھتے ہیں (نصب الرایہ ج ۳ ص: ۴۷۹)

(۴) علامہ جمال الدین زیلعی حنفی نے اپنی کتاب نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ میں وارد ایک سو اٹھاون (۱۵۸) احادیث کو غریب یا غریب جداً لکھا ہے اسی طرح علامہ ابوالفضل احمد بن علی بن محمد العسقلانی نے الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ میں دو سو ۲ احادیث کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مجھے سرے سے ملی ہی نہیں یا ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی یا اس طرح نہیں ملی ہے

ہدایہ اور فقہ کی دیگر کتابوں کی احادیث کا حال

میں نے اس مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے ہی سوچ لیا تھا کہ ہمارے دوست اسے دیکھ کر بہت سٹ پٹائیں گے، طرح طرح کی باتیں بنائیں گے، بزرگوں کا بے ادب بتائیں گے، اپنی شہرت کا خواہاں سمجھیں گے، اماموں کا دشمن کہیں گے۔ لیکن میں حیران ہوں کہ ایک شخص جو ایک حقیقت کو واضح کرے اس سے دشمنی کیوں کی جائے؟ آپ کیوں ایسی کتابوں کو دین کی کتابیں مانیں جنہیں نہ تو قول رسول نقل کرنے میں احتیاط، نہ آپ پر جھوٹ باندھنے میں باک، نہ قول اصحاب غلط نقل کرنے میں خطرہ، نہ واقعات کو الٹ پلٹ کر ڈالنے میں تامل، نہ اماموں کا صحیح مذہب نقل کرنے کی کوشش، نہ احادیث رسول ﷺ میں کمی بیشی کرنے سے حذر، نہ انکار حدیث کرنے میں کچھ ڈر، موقوف کو مرفوع کر دیں، مرفوع کو موقوف بنادیں کسی کے قول کو کسی کے ذمہ ڈالیں، اپنے مطلب کے ضعیف قول کو اچھالتے پھریں، اپنے مطلب کے خلاف قوی سے قوی دلیل کو بودی بنانے میں، ایڑی چوٹی تک کا زور لگائیں، طریقۂ نبویہ میں وہ مسائل بیان کریں جن سے طبیعت بھنائے، دل کراہت کرے، جو کتابیں تحقیق سے منزلوں دور ہوں، دلائل سے بالکل خالی ہوں، خدا کے کلام کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو لوگوں کے قیاس کے تابع کیا جائے۔

میرے مخاطب اگرچہ حقیقتاً وہ لوگ ہیں جو تقلید کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور بجائے قرآن وحدیث کے لوگوں کے اقوال اور ان کی رائے قیاس پر عمل کرنا اپنے ذمہ ضروری کرلیا ہے، لیکن ضمناً ان لوگوں سے بھی خطاب ہے جو اہل حدیث ہیں، تقلید سے کوسوں دور ہیں، قرآن وحدیث کا علم بھی ہے لیکن پھر بھی فتوے لکھتے وقت مسائل بتاتے وقت یہی هدایه، شرح وقایه، کنز، قدوری، منیه، قنیه ان کے سامنے رہتی ہیں، اس کی عبارت نقل کردی گویا دلیل دیدی، حالانکہ فقہ کی یہ کتابیں وہ نہیں کہ ان پر بے دلیل عمل کرلیا جائے، ان کتابوں میں جو حدیثیں ہیں وہ بھی پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں، تاوقتیکہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نہ مل جائیں اور ان کی صحت وضعف کا حال معلوم نہ ہو جائے، انہیں نقل کرنا اور ان پر فتوے دینا جائز نہیں، کیونکہ نہ ان لوگوں کو حدیث کی مہارت ہے نہ پرکھ، نہ انہیں صحیح کی تمیز نہ ضعیف کی پرواہ، نہ موقوف اور مرفوع میں انہیں احتیاط۔

اب میں آپ کو اپنے اس قول پر متقدمین سے دلیل دوں تاکہ کم از کم آپ مجھے یہ تو نہ کہہ سکیں کہ تم نے یہ ایک نیا جھگڑا نکالا اور ہمارے مذہب کی مسلمہ کتابوں پر بے جا حملہ کیا۔

شیخ عبدالحق حنفی دہلوی شرح سفر السعادت میں ہدایہ اور مصنف ہدایہ کی نسبت لکھتے ہیں

''اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفی نہ غالباً اشتغال وقت آں او شاذ در علم حدیث کمتر بودہ''

یعنی مصنف ہدایہ اگر کوئی حدیث ہدایہ میں لاتے ہیں تو وہ بھی محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی، غالباً مصنف ہدایہ کو علم حدیث کا بہت کم شغل تھا۔

ایک مصنف ہدایہ ہی نہیں بلکہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں "**هولاء اصحاب ابى حنيفة ليس لهم بصر بشىء من الحديث ماهو الا الجرأة** (قیام اللیل للمروزی مطبوعہ رفاہ عام لاہور ص: ۱۲۴) یعنی امام ابو حنیفہ کے مذہب والوں کو حدیث کی کچھ تمیز ہی نہیں، وہ تو سراسر دھینگا مشتی کیا کرتے ہیں۔

فقہ شریف کی کل کتابوں کا حال قریب قریب یہی ہے کہ ان کے مصنفین کو حدیث کی مطلقاً تمیز نہیں، ہم اس کے لئے ایک شاہد عدل انہی میں سے پیش کرتے ہیں۔ مقدمہ عمدۃ الرعایۃ مطبوعہ یوسفی ص: ۱۲ کی آخری سطر میں لکھتے ہیں۔(۱) "**ان الكتب الفقهية وان كانت معتبرة فى انفسها بحسب المسائل الفرعية وكان مصنفوها ايضاً من المعتبرين والفقهاء الكاملين لايعتمد على الاحاديث المنقولة فيها اعتماداً كلياً ولايجزم بورودها وثبوتها قطعاً بمجرد وقوعها فيها فكم من احاديث ذكرت فى الكتب المعتبرة وهى موضوعة ومختلفة**"(۲) اور ص: ۱۳ پر لکھتے ہیں ۔ **ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الا ضبط المسائل الفقهية من دون المهارة فى الروايات الحديثية**"

---

(۱) مقدمہ عمدۃ الرعایۃ صـ ۱۳ (مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

(۲) اس کے آگے لکھتے ہیں "كحديث لسان احد الجنة العربية والفارسية الدرية وحديث من صلى خلف عالم تقى فكانما صلى خلف نبى وحديث علماء امتى كانبياء بنى اسرائيل الىٰ غير ذلك (مقدمہ عمدۃ الرعایۃ صـ ۱۳)

یعنی فقہ کی کتابیں اگرچہ فروعی مسائل میں معتبر ہوں اوران کے تصنیف کرنے والے بھی اگرچہ کامل فقیہ اور معتبر لوگ ہوں، تاہم ان کی نقل کردہ حدیثوں پر پورا اعتماد نہ کرنا چاہئے بلکہ دراصل وہ حدیث ہے یہ بھی یقین نہیں کیا جاسکتا اوراس حدیث کے ثبوت کا بھی کامل علم محض ان فقہا کے اپنی کتابوں میں وارد کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان حضرات نے تو معتبر کتابوں کو بھی بکثرت موضوعات اور مختلفات سے پر کردیا ہے، یہ وہ فقہاء ہیں جنہیں فقہی مسائل کے ادھر ادھر سے جمع کردینے کے سوا کچھ نہیں آتا، حدیث میں انہیں کوئی مہارت نہیں۔

برادران! اس اتنی بڑی اور زبردست اور صحیح صریح گھر کی شہادت کے بعد اگرچہ کسی مزید شہادت کی ضرورت نہیں، لیکن تاہم آپ کی تشفی کے لئے ایک اور شہادت اس سے بھی زیادہ معتبر اور موثق پیش کرتا ہوں، غور سے سنئے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ موضوعات کبیر مطبوعہ مجتبائی ص: ۷۴ میں لکھتے ہیں(۱) "لاعبرة بنقل النهاية ولابقية شراح الهداية فانهم ليسوا من المحدثين ولااسندوا الحديث الىٰ احد من المخرجين یعنی نہایہ والے اور دیگر شارحین ہدایہ کسی حدیث کو اپنی کتاب میں وارد کریں تو وہ معتبر نہیں، اس لئے کہ وہ حدیث کے جاننے والے نہیں اور نہ کسی محدث کی حدیث کی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں۔

ان فقہاء کرام کی نسبت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے بھی سن لیجئے، آپ اپنی کتاب الانصاف مطبوعہ شرکۃ المطبوعات مصر ص: ۷۱ میں لکھتے ہیں " فان اكثر هم لايعرجون من الحديث،

---

(۱) موضوعات کبیر صـ ۱۲۵ (مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)

الاعلیٰ اقله ولایکادون یمیزون صحیحه من سقیمه ولایعرفون جیده من ردیه ولایعبوون بما بلغهم منه ان یحتجوا به علیٰ خصومهم اذا وافق مذاهبهم التی ینتحلونها و وافق آراء هم التی یعتقدونها "(۱) یعنی اکثر یہ فقہاء حدیث بہت ہی کم جانتے ہیں اور صحیح ضعیف کی پہچان انہیں خاک بھی نہیں ہوتی اور حدیث کی عمدگی غیر عمدگی سے انہیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا، کوئی بھی روایت ہو مطابق مطلب اور موافق مذہب ہونی چاہئے، فوراً وارد کردیا کرتے ہیں، چاہے کیسی ہی ہو۔

عراقی حدیثیں

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو جملہ اہل الرائے اوران کے شہروں سے اس قدر بیزار اور بدظن ہیں کہ میزان شعرانی مطبوعہ مصر میں ہے "کان یقول ایاکم والاخذ بالحدیث الذی اتاکم من بلاد اهل الرأی الا بعد التفتیش "(۲) یعنی ان رائے قیاس کرنے والوں کی طرف سے جو حدیث پہنچے اسے بلا تفتیش و تلاش ہرگز ہرگز نہ لیا کرو،

اصول حدیث کی معتبر کتاب تدریب الراوی میں تو ان فقہاء کے استادوں کے استاد جو حنفی مذہب کی جان و جگر ہیں، ان سب کو حدیث کے بارے میں بالکل گرادیا ہے اور اس پوری جماعت کو غیر معتبر قرار دیا ہے، میرے پاس یہ کتاب قلمی ہے اس کے ص: ۵۳ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں "کل حدیث جاء من العراق ولیس له

(۱) الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف صـ ۶۵ (مطبوعه دارالنفائس بیروت)

(۲) میزان شعرانی ج۱ صـ ۶۶

اصل فی الحجاز فلاتقبله "(۱) یعنی عراق کی جانب سے جو حدیث آئے اور حجاز میں اس کی اصلیت نہ پائی جاتی ہو تو اسے قبول نہ کیا کرو۔ اسی کتاب کے اسی صفحہ میں امام زہری کا قول منقول ہے "اذا سمعت بالحدیث العراقی فاردد به ثم اردد به " یعنی چونکہ عراقیوں کو حدیث سے مس نہیں ان کی بیان کردہ حدیث کو قبول نہ کرلیا کرو۔ (۲) حضرت طاؤس تو ان سے بھی بڑھ کر فرماگئے اور پہلے سے لوگوں کے کان کھول دیئے، اسی کتاب کے اسی صفحہ میں آپ کا فرمان منقول ہے۔ "اذا حدثك العراقی مائة حدیث فاطرح تسعة وتسعین " یعنی عراق والے اگر سو حدیثیں بیان کریں تو ان میں ننانوے غیر ثابت ہوں گی اور امام ہشام بن عروہ نے تو اس ڈھول کا پول کھول دیا اسی صفحہ میں ان کا قول یہ ہے " اذا حدثك العراقی بالف حدیث فالق تسعمأئة وتسعین وكن من الباقی فی شك " یعنی اگر کوئی عراقی شخص تیرے سامنے ایک ہزار حدیثیں بیان کرے تو سمجھ لے کہ نوسو ننانوے تو اس میں سے اعتبار سے گری ہوئی ہوں گی۔ اور دس جو باقی رہ گئیں وہ بھی ابھی شک والی ہوں گی، بلکہ خود صاحب مذہب یعنی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سنئے!

قیام اللیل للمروزی مطبوعہ رفاہ عام لاہور ص: ۱۲۳ کی آخری

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے " كل حدیث جاء من العراق ولیس له اصل فی الحجاز فلا تقبله وان كان صحیحا ماارید الا نصیحتك (تدریب الراوی ص۔ ۳۳ مطبوعہ مصر)

(۲) اسی صفحہ پر امام زہری کا یہ قول بھی ہے " ان فی حدیث اهل الكوفة دغلا كثیراً) .

سطر میں ہے، "قال ابن المبارك كان ابوحنيفة رحمه الله يتيماً في الحديث "(۱) یعنی شیخ الاسلام حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابو حنیفہؒ حدیث میں یتیم تھے، امام صاحبؒ کی حدیث کی کمی کا اعتراف صاحب عمدة الرعاية شرح شرح وقاية بھی ص: ۳۴ مطبوعہ یوسفی میں ان الفاظ میں کرتے ہیں "واما روايته للاحاديث فهي وان كانت قليلة بالنسبة الىٰ غيره من المحدثين الاان قلتها لاتحط مرتبته" یعنی امام صاحب کی حدیث کی روایت اگرچہ بہ نسبت دوسرے محدثین کے کم ہے لیکن اس کمی سے ان کا درجہ کم نہیں ہو سکتا، غرض صاحب عمدة الرعاية کو اقرار ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیثیں کم مروی ہیں بلکہ تاریخ خطیب بغدادی میں حضرت امام صاحب کی نسبت منقول ہے کہ آپ نے علم حدیث سے اپنی بے رغبتی اور بے اعتنائی کھلے لفظوں میں ظاہر فرمائی ہے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"قلت فان سمعت الحديث وكتبه حتى لم يكن في الدنيا احفظ منى قالوا اذا كبرت وضعفت حدثت واجتمع عليك الاحداث والصبيان ثم لاتأمن ان تغلط فيرمون بالكذب فيصير حالك في عقبك فقلت لاحاجة لي في هذا "(۲) یعنی امام صاحب فرماتے ہیں طلب علم کے شروع کرنے سے پہلے میں نے لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا کہ فلاں علم کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟ اور فلاں علم

---

(۱) ابن المبارک کا یہ قول تاریخ بغداد ص ۴۱۵ میں بھی ہے (دار الکتاب العربی بیروت)

(۲) تاریخ بغداد جز ۱۳ ص: ۳۳۱

سے کیا نتیجہ ؟اسی سلسلہ میں میں نے کہااگر میں حدیث کا علم حاصل کروں اوراس میں اس مرتبہ تک پہونچ جاؤں کہ مجھ سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہ ہو تو کیا انجام ہو گا ؟انھوں نے کہا کہ جب آپ بڑی عمر کو پہنچ کر حدیثیں بیان کرنی شروع کریں گے اور نوجوان نو عمر لوگوں کا حلقہ انہیں سنے گا تولامحالہ کہیں نہ کہیں غلطی بھی ہو جائے گی پس آپ کو کذاب کا خطاب دیدیا جائے گااور وہ آپ کے انتقال کے بعد بھی آپ کی سوانح میں رہ جائے گا تو میں نے کہا مجھے اس علم حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

مصنف ہدایہ کی وارد کردہ احادیث کا حال

خیر میں اپنے موضوع سے دور نکل گیا۔ بجائے خود یہ ایک مستقل بحث ہے ہمیں تواس وقت یہ ثابت کرنا ہے کہ خود بڑے بڑے منصف مزاج حنفی مذہب کے علماء بھی اس قول میں ہمارے ساتھ ہیں کہ فقہ کی کتابوں والے حدیثیں وارد کرنے میں بہت بے پرواہی برتتے ہیں اور وہ فن حدیث سے اکثر بے خبر ہوتے ہیں اور باوجود لاعلمی کے حدیث بیان کرنے میں بڑی دلیری کر گذرتے ہیں، ہم نے چند شہادتیں نقل کردیں اب اور شہادتیں نقل کرتے ہیں جو خاص ہدایہ شریف کی نسبت ہیں۔

علامہ اشرف بن طیب حنفی تنبیہ الوسنان میں فرماتے ہیں:

ترجمہ :زندیقوں اور بدعتیوں نے جو حدیثین پیغمبر علیہ السلام کے اوپر گھڑلی تھیں جن کی تعداد ایک لاکھ سے بڑھ گئی تھی تو کسی حنفی مذہب کی کتاب میں کسی حدیث کا صرف لکھا ہوا دیکھ لینا اس حدیث کے معتبر ہونے کی

دلیل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ انکا وارد کرنا بیکار ہے۔ یہ متاخرین فقہاء چاہے علماء ماوراء النہر ہوں، خواہ علماء عراق ہوں، خواہ علماء خراسان ہوں، یہ لوگ اپنی ان فقہ حنفی کی کتابوں میں حدیثیں لے تو آتے ہیں مگر حدیث کی کسی معتبر کتاب کا حوالہ نہیں دیتے بلکہ نہیں دے سکتے "حتی صاحب الهداية التی عليه مدار رحی الحنفية "یہاں تک کہ مصنف ہدایہ بھی جن پر حنفی مذہب کی چکی چل رہی ہے یہ بھی یونہی حدیث کہہ کر لکھ دیتے ہیں لیکن اکثر وہ الفاظ حدیث کہیں دستیاب نہیں ہو سکتے۔

اب ہم اس بحث کو حضرت مولانا مولوی عبدالحیٔ صاحب حنفی لکھنوی کے ایک دوٹوک فیصلہ پر ختم کرتے ہیں، آپ اجوبہ فاضلہ میں لکھتے ہیں " الاتری الی صاحب الهداية من اجلة الحنفية والرا فعی شارح الوجيز من اجلة الشافعية مع كونهما ممن يشار اليهما بالانامل ويعتمد عليه الاماجد والاماثل قد ذكرا فی تصانيفهما مالم يوجد له اثر عند خبير بالحديث "کیا حنفی مذہب کی ایک قابل قدر زبردست ہستی مصنف ہدایہ کو اور شافعی مذہب کے رکن رکین قابل فخر وجود شارح "**وجیز**" کو تم نہیں دیکھتے کہ باوجودیکہ وہ ممتاز تر ہستیاں ہیں جن کی طرف لوگوں کی انگلیاں اٹھ رہی ہیں اور جنہیں ہر چھوٹا بڑا عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جن کی بزرگی دلوں میں کھبی چلی جارہی ہے، مگر آہ! حدیث دانی کے امتحان میں یہ بھی ناپاس ہو جاتے ہیں اور اس میدان کے مرد اور اس دریا کے پیراک یہ بھی ثابت نہیں ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی باوجود اس فضل وشہرت کے اپنی تصانیف میں اکثر ایسی حدیثیں وارد

کردیا کرتے ہیں کہ جو ڈھونڈے نہ ملیں جن کا اتا پتہ نہ چلے اور حدیث داں کے سامنے ان حدیثوں کو بیان کر کے ہمیں جھینپنا پڑتا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الموضوعات میں لکھتے ہیں "ان نقل الاحادیث النبویة ....لایجوز الامن الکتب المتداولة لعدم الاعتماد علیٰ غیرھا "یعنی آں حضرت ﷺ کی حدیثوں کو صرف حدیث کی معتبر اور مشہور کتابوں سے لینی چاہئے کیونکہ ان کے سوا اور کتابیں اعتماد اور بھروسے کے لائق نہیں۔

مقدمہ ہدایہ جلد اول ص: ۳ مطبوعہ فاروقی میں ہے "وبعض الشافعیة طعنوا علیٰ صاحب الھدایة بانه اورد فیھا الاحادیث التی لیست بتلك "یعنی شافعیوں نے طعنہ دیا ہے کہ مصنف ہدایہ نے اپنی کتاب میں ایسی حدیثیں وارد کی ہیں جو وارد کئے جانے کے قابل نہ تھیں۔

ہدایہ کی غلطیوں کا حنفی فقہاء کو اعتراف

مجھے رہ رہ کر یہ خیال گذرتا ہے کہ برادران احناف میری اس کتاب سے نصیحت پکڑنے، عبرت حاصل کرنے کے بجائے کہیں ایسا نہ ہو کہ جوش تعصب میں اس کتاب کو برا بھلا کہنے لگیں اور مجھ سے بلاوجہ بگڑیں، حالانکہ میرا ارادہ اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کا ہے میری چاہت یہ ہے کہ ان دوستوں نے قرآن وحدیث کی جگہ جو ان فقہ کی کتابوں کو دے رکھی ہے یہ خالی کرائی جائے، آج جو دلچسپی اور عزت ان کتابوں کی ان لوگوں کے دلوں

میں رچ گئی ہے میرا ارادہ ہے کہ اس کے بدلے کلام اللہ اور کلام الرسول کی عزت اور دلچسپی کو دی جائے میں نے جو وہم اور غلطی صاحب ہدایہ کی بیان کی ہے اس کی وجہ سے اگر کوئی صاحب مجھ پر بگڑیں تو کم از کم انصاف اس کا مقتضی ہے کہ مجھ سے پہلے ان لوگوں پر بھی خفا ہوں جو انہی میں سے ہیں اور مصنف ہدایہ کی نسبت وہ بھی اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں، میں آپ کو آپ کے مذہب کی معتبر کتاب معتبر حنفی کی لکھی ہوئی بتلاؤں۔

"الفوائد البھیۃ" مطبوعہ یوسفی ص: ۴۲ پر لکھا ہے

" فی طبقات القاری قد وقع فی کتا ب الھدایۃ اوھام کثیرۃ قد نقلھا العلامۃ الفھھامۃ الشیخ عبدالقادر القرشی الحنفی فی کتابه المسمیٰ بالعنایۃ "

یعنی ملا علی قاریؒ اپنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں، ہدایہ میں بڑی بڑی غلطیاں اور بہت سے وہم ہیں جن کو علامہ شیخ عبدالقادر قریشی حنفی نے اپنی کتاب عنایۃ میں ذکر کیا ہے، بلکہ علامہ ممدوح نے اس مضمون پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا ذکر بھی اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ان لفظوں کے ساتھ ہے "ولہ ...." کتاب اوھام الھدایۃ" اس کتاب کا نام ہی ہے اوہام ہدایہ۔ افسوس یہ کتاب مجھے دستیاب نہیں ہوئی اور نہ عنایۃ میری نگاہ سے گذری، الغرض کتاب ہدایہ محفوظ و مامون نہیں اور جب حنفی مذہب کی فقہ کی اس اعلیٰ کتاب کا یہ حال ہے تو اس سے نیچے درجہ کی کتابوں کو خود آپ اسی پر قیاس کر لیجئے۔

فقہ حنفی کی دوسری کتابوں پر علماء حنفیہ کا ریمارک

حنفی مذہب کی اعلیٰ کتاب ردالمحتار کی پہلی جلد کے باونویں صفحہ (۱) کی اس عبارت کو سن لیجئے:-

"لایجوز الافتاء من الکتب المختصرة کالنھر وشرح الکنز للعینی والدرالمختار شرح تنویر الابصار .... کشرح الکنز لمنلامسکین وشرح النقایة للقھستانی........... کالقنیة للزاھدی......وینبغی الحاق الاشباہ والنظائر بھا ....لایعتمد علی فتاوی ابن نجیم ولاعلی الفتاوی الطوری"یہی عبارت عمدۃالرعایہ میں بھی ہے)(۲) یعنی فقہ کی تمام مختصر کتابوں سے فتوی دینا جائز نہیں۔ فقہ کی کتاب "نہر"" شرح کنز" عینی کی ،درمختار جو تنویرالابصار کی شرح ہے ،شرح کنزملامسکین کی،شرح نقایہ قہستانی ، قنیہ زاھدی کی ، اشباہ ونظائر وغیرہ،اسی طرح فتاوی ابن نجیم ، فتاوی طوری بھی اعتماد کے لائق نہیں اور مقدمہ عمدۃالرعایہ ص:۱۱ جلداول میں ہے " ومن الکتب الغیر المعتبرة فتاوی ابراھیم شاھی ......ومنھا تصانیف نجم الدین مختاربن محمود بن محمدالزاھدی معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع ......کالقنیة والحاوی والمجتبیٰ شرح مختصر القدوری وزاد الائمة وغیر

(۱) ردالمحتار ج۱ صـ ۱۷۰ (مطبوعه مکتبة زکریا دیوبند)

(۲) مقدمة عمدة الرعایة صـ ۱۰

ذلك ...... الحاوی للزاهدی ......ومنها السراج الوهاج شرح مختصر القدوری ...... ومنها مشتمل الاحکام لفخر الدین الرومی .... ومنها الفتاوی الصوفیة ....ومنها فتاوی ابن نجیم وفتاوی الطوری .... ومنها خلاصة الکیدانی "یعنی فتاوی ابراہیم شاہی اور نجم الدین کی کل لکھی ہوئی فقہ کی کتابیں جو کہ حنفی مذہب تو تھا لیکن اعتقاد اس کے معتزلہ کے تھے۔اور قنیہ اور حاوی اور مجتبیٰ شرح قدوری اور زاد الائمۃ اور سراج الوہاج شرح قدوری اور مشتمل الاحکام اور فتاوی صوفیہ اور فتاوی ابن نجیم اور فتاوی طوری اور خلاصہ کیدانی یہ سب فقہ کی کتابیں ہیں لیکن سب کی سب غیر معتبر ہیں۔(۱)

برادران! جب ان سب کتابوں کو غیر معتبر کہنے والے آپ کے نزدیک برے نہیں تو ایک اور کتاب کو غیر معتبر کہنے والا بھی معذور سمجھا جائے۔ صرف میں ہی نہیں جو فقہ کی کتابوں کو غیر معتبر کہتا ہوں بلکہ میرے ساتھ وہ جماعت ہے جو آپ کے نزدیک واجب الاحترام اور قابل تعظیم

---

(۱) اسی صفحہ میں شرح مختصر الوقایة للقهستانی اور مختصر الوقایة لابی المکارم کو بھی غیر معتبر لکھا ہے اور قہستانی کو جارف سیل اور حاطب لیل لکھا ہے عبارت ملاحظہ فرمائیں من الکتب الغیر المعتبرة شرح مختصر الوقایة للقهستانی ...... وشرح مختصر الوقایة لابی المکارم ...... وقال علی المکی فی رسالته ثم العوارض فی ذم الروافض لقد صدق عصام الدین فی حق القهستانی انه لم یکن من تلامذة شیخ الاسلام الهروی لامن اعالیهم ولامن ادانیهم وانما کان دلال الکتب فی زمانه ولاکان یعرف بالفقه وغیره وبین اقرانه ویؤیده انه یجمع فی شرحه بین الغیث والسمین والصحیح والضعیف من غیر تحقیق وتدقیق فهو کحاطب اللیل الجامع بین الرطب والیابس فی اللیل"

(مقدمه عمدة الرعایة صـ ۱۱)

وصدادب سمجھی جاتی ہے، میں حیران ہوں کہ اس قدر مسالحہ جس کی نظر سے گذرے گا اس کا دل پھر بھی ہدایہ کو معتبر ماننا کیسے گوارا کرے گا؟ کوئی فن ایسا نہیں جس میں صاحب ہدایہ نے غلطی نہ کی ہو، ان کتب فقہ کی نسبت امام طحاوی کی رائے ملاحظہ ہو جو اپنی کتاب عقیدۃ ابی حنیفۃ میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ کتب فقہ میں امام ابو حنیفہ ہی کے اقوال نہیں بلکہ معتزلہ قدریہ، شیعہ، روافض، خوارج وغیرہ کے اقوال بھی ان میں ہیں۔

منہاج السنہ جلد ۴ ص: ٦٦ میں ہے "وکذالك الحنفی یخلطه بمذهب ابی حنیفة شیئا من ا صول المعتزلة والکرامیة والکلابیة ویضیفه الیٰ مذ هبه "(۱) یعنی فقہاء احناف نے بھی اپنے حنفی مذہب کو معتزلہ، کرامیہ، کلابیہ وغیرہ باطل فرقوں کے اقوال ملا کر مخلوط کر دیا ہے، پس جو کچھ ان فقہ کی کتابوں میں ہے اسے امام صاحب کا مذہب سمجھنا صریح غلطی ہے

مولانا عبدالحیٔ حنفی لکھنوی کی ایک عبارت بھی یہاں نقل کرنا موقع کے لحاظ سے نہایت مناسب ہوگا، جس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی، کہ حنفی مذہب کی بڑی بڑی معتبر کتابوں میں امام صاحب ابو حنیفہ کا نام لے کر جن مسائل کو ان کی طرف منسوب کیا ہے دراصل وہ نسبت بھی صحیح نہیں، اور اس اتنے بڑے اندھیر کو دیکھنے کے بعد تو غالبا کوئی ذی فہم انسان ان فقہ کی کتابوں کو معتبر نہیں مان سکتا، آپ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں "ولاشبهة ان فی انتسابه الی الامام افتراء والرفع الیه اجتراء" یعنی زانیہ عورت کو زناکاری کی خرچی حلال ہے اس قول کی نسبت امام صاحب کی طرف کرنا صریح بہتان اور کھلی تہمت ہے، معلوم ہوا کہ فقہ کی کتابوں میں امام صاحب پر بھی حضرات مصنفین نے افترا پردازیاں کی ہیں۔

---

(۱) منهاج السنة ج ص

برادران! کیا اب بھی یہ کتابیں اعتبار کے قابل رہیں؟ ان فقہاء کرام کی زبانوں پر چڑھی ہوئی مشہور احادیث کی نسبت حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول فیصل سنئے آپ حجۃ اللہ ص: ۱۰۷ جلد اول مطبوعہ خیریہ مصر میں لکھتے ہیں(۱) " منها ماا شتهر علىٰ السنة الفقهاء والصوفية والمورخين ونحوهم وليس له اصل فى هذه الطبقات الاربع "یعنی بعض حدیثیں جو فقہاء اور صوفیہ اور مورخین وغیرہ کی زبانوں پر مشہور ہیں اور حقیقت میں محض بے اصل ہیں۔ حدیث کے چاروں طبقوں کی کتابوں میں ان کی اصل نہیں۔

اب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ان فقہاء کرام کی نسبت ریمارک بھی ملاحظہ فرمائیے آپ اسی کتاب کے ص: ۱۲۴(۲) پر لکھتے ہیں " ومن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين يقف احد هم علىٰ ضعف ماخذ امامه بحيث لايجد لضعفه مد فعاً وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جموداً علىٰ تقليد امامه بل يتحيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتاولها بالتاويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلده "یعنی افسوس اور تعجب تو ان فقہاء مقلدین کے حال پر یہ ہے کہ یہ لوگ باوجود اس علم کے کہ ان کے امام کی دلیل کسی مسئلہ میں ایسی بودی ہے کہ اس کا بوداپن کسی طرح نہیں ٹل سکتا اور اس کے بالمقابل قرآن کریم کی صریح آیت یا صحیح حدیث یا بہترین قیاس موجود ہے پھر بھی تقلیدی جال میں پھنس کر اپنے امام کے مسئلہ کو ثابت کرنے میں لگ جاتے ہیں اور ایسے مقامات پر بھی تقلید کو نہیں چھوڑتے بلکہ کتاب و سنت کو بہانے بنا بنا کر چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ ......

---

(۱) حجة الله البالغه ج۱ صـ ۱۳۵ (مطبوعه مكتبة اشرفية ديوبند)
(۲) ايضا صـ ۱۵۵

برادران! آپ نے یہ عبارت ملاحظہ فرمالی۔ اب کیا میں اس کہنے میں حق پر نہیں ہوں ؟ کہ ان فقہاء کرام کی یہ کتابیں قابل اعتبار نہیں، یہ مجموعے اس قابل نہیں کہ ان پر دین کا مدار رکھا جائے، اب تقلید شخصی کا دعویٰ کرنے والے اور فقہ کی ان کتابوں کے مسائل کو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مسائل جاننے والوں کو میں شاہ صاحب موصوف کی ایک اور عبارت بھی سنادوں جس سے فقہ کی کتابوں کی حقیقت معلوم کرنے میں انہیں بہت آسانی ہو جائے گی، اسی کتاب کے ص: ۱۲۸ (۱) پر آپ لکھتے ہیں " انی وجدت بعضهم يزعم ان جميع مايوجد في هذه الشروح الطويلة وكتب الفتاوىٰ الضخمة هو قول ابی حنيفة وصاحبيه .... وليس مذهباً فی الحقيقة " یعنی لوگوں کا یہ خیال بھی ہے کہ فقہ کی ان ضخیم اور طویل کتابوں میں جتنے مسائل ہیں وہ سب امام صاحب اور ان کے دونوں شاگردوں کے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے فی الحقیقت یہ سب مسائل ان حضرات کے نہیں ہیں، بلکہ شاہ صاحب موصوف اسی کتاب کے اسی صفحہ میں اصول فقہ کی کتابوں کے اصول کی نسبت بھی یہی ریمارک کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی سخت۔ چنانچہ لکھتے ہیں: "بعضهم يزعم ان بناء المذاهب علىٰ هذه المحاورات الجدلية المذكورة فی مبسوط السرخسی والهداية والتبيين ونحوذلك ولايعلم ان اول من اظهر ذلك فيهم المعتزلة " یعنی بعض لوگ جانتے ہیں کہ کتب فقہ مثلاً مبسوط اور ہدایہ اور تبیین وغیرہ میں جو لمبی چوڑی بحثیں اور اصول ہیں، وہ حنفی مذہب کی بنا ہیں، حالانکہ یہ خیال لاعلمی پر مبنی ہے بلکہ اول اول ان باتوں کو معتزلہ نے ظاہر کیا ہے (جو حنفی مذہب میں داخل ہو گئی ہیں)

---

(۱) حجة الله ج۱ صـ ۱۶۰

بحمد اللہ میں اپنا مقصد ایک حد تک صاف ظاہر کر چکا کہ فقہ کی یہ موجود کتابیں ہر گز قابل اعتماد نہیں بلکہ یہ اس قابل ہی نہیں کہ انہیں حنفی مذہب کی کتابیں کہی جائیں۔

اے جناب! یا تو اس میں حدیثیں ہیں یا اقوال ائمہ ہیں یا اصول مذہب ہیں، حدیثیں ان کی وارد کی ہوئی نا قابل اعتماد، ائمہ کے اقوال وارد کرنے میں یہ بے احتیاط، اصول کے بیان کرنے میں یہ غیر معتبر۔ پھر اب باقی کیا رہ گیا، پس اے میرے دینی بھائیو! حضور رسول خدا ﷺ کے اس نورانی فرمان کے مطابق اپنا عقیدہ آج ہی درست کرلو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله" (۱) یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک ان پر مضبوط رہو گے ہر گز گمراہ نہ ہو گے، ایک قرآن کریم دوسرے حدیث شریف، ایک اور حدیث میں ہے "وما کان سوی ذلك فهو فضل" اس کے سوا سب فضول ہے۔

فقہ کی کتابوں کے سب مسائل امام صاحب کے نہیں

چونکہ مندرجہ بالا عبارتوں میں شاہ صاحب نے تشریح کی ہے کہ کتب فقہ حنفیہ میں جو اقوال ہیں وہ صرف تینوں اماموں ہی کے نہیں بلکہ اور بزرگوں کے بھی ہیں، میں اسے کسی قدر تفصیل سے لکھتا ہوں۔ سنئے!

---

(۱) موطا امام مالك صـ ۳٦۳ النهی عن القول فی القدر

حنفیہ کے مسائل کی تین قسمیں ہیں۔

۱- مسائل اصول: جن سے مراد امام ابو حنیفہؒ، ابو یوسف، محمد، زفر حسن بن زیاد وغیرہ، وہ لوگ جو امام صاحب کے شاگرد تھے ان سب کے احکام۔

۲- مسائل نوادر: اور یہ بھی مروی تو ان ہی حضرات سے ہوں گے احکام انہی کے ہونگے، رائے قیاس کرنے والے ان کے بھی یہی بزرگ ہیں۔ لیکن ان کی روایات ایسی ظاہر اور ثابت اور صحیح نہیں جیسے کہ قسم اول کی تھیں۔

۳- واقعات: یہ وہ مسائل ہیں جن کو ان کے بعد والے مجتہدوں نے استنباط کیا ان سے سوالات ہوئے اور کوئی روایت ان کے جواب میں امام صاحبؒ سے مروی نہ تھی تو اس جماعت نے قیاس اور استنباط کر کے اپنی رائے سے وہ مسائل بیان کئے، اس جماعت کا حلقہ بہت وسیع ہے اس گروہ میں امام صاحب کے شاگرد بھی داخل ہیں، اور اسی طرح نیچے تک ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعہ، ابو سلیمان جرجانی، ابو حفص بخاری، محمد بن سلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحیٰی، ابو نصر قاسم بن سلام وغیرہ وغیرہ۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کے ثبوت میں سر دست ایک نہایت معتبر حوالہ بمع عبارت نقل کردوں پھر اس کی نسبت ایک خاص بات عرض کروں گا۔

حنفی مذہب کی معتبر کتاب شامی مطبوعہ دار الکتب مصر جلد اول صفحہ

۱۵ میں ہے(۱) "اعلم ان مسائل اصحابنا الحنفیة علیٰ ثلاث طبقات الاولیٰ مسائل الاصول .... وھی مسائل مرویة عن اصحاب المذھب وھم ابوحنیفة وابویوسف ومحمد ویلحق بھم زفر والحسن بن زیاد وغیرھما ممن اخذ عن الامام .... الثانیة مسائل النوادر وھی المرویة عن اصحابنا المذکورین .... لم ترو عن محمد بروایات ظاھرة ثابة صحیحة الثالثة والواقعات وھی مسائل استنبطھا المجتھدون المتاخرون لماسئلوا عنھا ولم یجدوا فیھا روایة وھم اصحاب ابی یوسف ومحمد واصحاب اصحابھما وھلم جرا وھم کثیرون ومن بعد ھم"

اس کا ترجمہ قریب قریب اوپر گذر چکا ہے

اب آپ خیال فرمایئے کہ قسم اول کے مسائل امام صاحب کے ہیں اور ان کے شاگردوں کے، جن کی تعداد خوش عقیدگی سے کبھی دس ہزار بتلائی جاتی ہے کبھی کم وبیش، حافظ ابوالمحاسن نے نوسو اٹھارہ شخص توبقید نام ونسب شمار کردیئے ہیں۔ پس کم سے کم ایک ہزار شخص تو یہ ہوگئے۔

قسم سوم میں چونکہ ان شاگردوں کے شاگردوں کے قیاسات اوراجتہادواستنباط بھی حنفی مذہب میں داخل ہیں اس لئے اگر فی شاگرد کم از کم شاگرد بھی رکھے جائیں توایک ہزار کے دس ہزار شاگرد ہوئے۔ دس ہزار قسم سوم کے اور ایک ہزار قسم اول کے مل کر گیارہ ہزار اشخاص وہ ہوئے جو حنفی مذہب کی مملکت کے آزاد فرمانروا ہیں۔ اب پھر ان کے شاگرد لیجئے ہر ایک کے دس دس بھی رکھے جائیں توایک ہزار کے ایک لاکھ شاگرد

(۱) ردالمحتار ج۱ ص ۱۶۸ - ۱۶۹ (مطبوعہ مکتبۂ زکریا دیوبند)

ہو گئے تو صرف ان تین پیڑھیوں میں ایک لاکھ گیارہ ہزار بانیان مذہب حنفی کی تعداد صحیح ہو گئی۔ لیکن اب تک ختم نہیں ہوئی بلکہ پھر ان کے شاگرد پھر ان کے شاگرد، سلسلہ بہت دراز ہے۔ اس مسلسل سلسلہ کی صرف پہلی تین کڑیوں کی تعداد کم از کم ایک لاکھ گیارہ ہزار تک پہنچ گئی اور حالانکہ ابھی اس کی درجنوں کڑیاں اچھوتی ہیں۔

تقلید شخصی کا دعویٰ کرنے والو! خدارا آنکھیں کھولو! کیا یہ تقلید شخصی ہے یا تقلید لکھی بلکہ کروڑی؟ اور یہ بھی سمجھ لو کہ فقہ کی کتابوں میں صرف امام صاحب کے ہی اقوال نہیں بلکہ ان لاکھوں کروڑوں کے ہیں۔

پھر ایک پر لطف بات سنئے! یہ ضروری نہیں کہ امام صاحب سے جو مسئلہ بیان کرنا چھوٹ جائے اسے ان کے شاگرد بیان کردیں اور وہ مان لیا جائے، ان کے شاگردوں کی کمی کو شاگردان شاگرد پوری کریں، اس کمی کو پھر بعد والے، ان کے پیچھے ان کے پیچھے والے، نہیں نہیں بلکہ شاگردوں کو حق ہے کہ وہ امام صاحب کے خلاف کریں۔ پھر ان کے شاگردوں کو حق ہے کہ وہ اپنے استادوں کے خلاف کریں، اسی طرح ہر نیچے والا اوپر والے کی مخالفت کرنے میں آزاد اور خود سر ہے اور پھر لطف پر لطف یہ ہے کہ یہ بھی حنفی مذہب اور وہ بھی حنفی مذہب، یہ بھی حق، وہ بھی حق، ایک کہتا ہے یہ حرام، دوسرا کہتا ہے حلال، ایک کہتا ہے نکاح ہو گیا، دوسرا کہتا ہے نہیں ہوا، ایک کہتا ہے طلاق پڑ گئی، دوسرا کہتا ہے نہیں پڑی، تو یہ بھی حنفی مذہب وہ بھی حنفی مذہب، یہ بھی حق، وہ بھی حق، حلال بھی ہمارا، حرام بھی ہمارا۔ اگر

میری یہ بات کڑوی لگتی ہے تو لیجئے اس کے منہ سے آپ کو سناؤں جو اس مذہب میں ایک نہایت ہی مقتدر اور ذیشان ہستی ہے۔ یعنی علامہ ابن عابدین صاحب شامی، چنانچہ اسی کتاب میں جس کا حوالہ اوپر گذرا بلکہ اسی صفحہ میں اسی عبارت کے آگے وہ لکھتے ہیں: "وقد یتفق لم ان یخالفوا اصحاب المذهب لدلائل واسباب ظهرت لهم" (۱) یعنی یہ (تیسری قسم کے اور تیسرے درجہ کے) لوگ جن کی باتیں حنفی مذہب میں اسی طرح داخل ہیں جس طرح خود امام صاحب کی یہ) امام صاحب کے خلاف بھی مسائل بیان کرتے ہیں جب ان پر دلائل کھل جاتے ہیں اور اسباب معلوم ہو جاتے ہیں (تو یہ قسم اول و دوم کے خلاف مسائل بیان کیا کرتے ہیں، فتاوے دیتے ہیں اور وہ بھی حنفی مذہب میں قسم اول کی طرح داخل ہیں۔)

ناظرین نے معلوم کر لیا ہو گا کہ فی الواقع حنفی مذہب کے اماموں کی تعداد لاکھوں سے گذر گئی، نہ صرف ایک حضرت امام ابو حنیفہؒ ہی کی تقلید ضروری رہی بلکہ ان کے ساتھ ان کے شاگردوں کی اور پھر ان کے شاگردوں کی۔ پھر ان کے شاگردوں کی اور اسی طرح مسلسل۔ لیکن آپ یہ خیال نہ فرمایئے کہ سوا اس سلسلہ کے اس حکومت کا حاکم کوئی اور نہیں، اس بادشاہت کے تخت پر سوا اس امتیاز کے کوئی اور نہیں بیٹھ سکتا، نہیں نہیں بلکہ اس حق کے حقدار اور بھی ہیں یہاں تک کہ آج کل کے علماء کرام بھی کبھی کبھی تخت نشین ہو جایا کرتے ہیں اور جبراً نہیں بلکہ انہیں بھی حق دے رکھا ہے۔ چنانچہ اسی کتاب کے ص: ۵۲ میں ہے: "وان لم یوجد منهم جواب البتة نصاً ینظر المفتی فیها نظر تامل وتدبر واجتهاد" (۱) یعنی اگر ان

---

(۱) ردالمحتار ج ۱ ص ۱۶۹

بزرگوں سے کسی مسئلہ کا جواب بالکل پایا ہی نہ جائے تو فتویٰ دینے والا خود اس میں غور وخوض اور اجتہاد کر لیا کرے، لیجئے جناب! اب تو اس کی وسعت نے شاید کسی مولوی عالم کو نہ چھوڑا۔

برادران! میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ مندرجہ بالا تحریر پڑھنے کے بعد بھی جو تمام دنیا کے حنفیوں کے نزدیک مسلم ہے اور کسی دو ایک مسئلہ میں نہیں بلکہ اصول کے اعتبار سے سارے حنفی مذہب کو شامل ہے، کیا کوئی حنفی ایمانداری سے یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں تقلید شخصی کرتا ہوں؟ صرف امام ابو حنیفہ ہی کا مقلد ہوں؟ یا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ کتب فقہ میں جو مسائل ہیں وہ سارے کے سارے صرف امام صاحب کے یا ان کے دونوں شاگردوں ہی کے ہیں؟ نہیں بلکہ وہ تو لاکھوں آدمیوں کی رائے قیاس کا مجموعہ ہے اور یہ ہی شاہ ولی اللہؒ کا مقصود ہے کہ خدا جانے کن کن کے رائے قیاس اور اقوال کے مجموعے کو امام صاحب کے سر تھوپا جاتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حنفی مذہب کی ان فقہ کی کتابوں میں صرف امام صاحب ہی کے اقوال نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں کے اقوال بے سند ہیں اور پھر اس مجموعہ کا نام حنفی مذہب ہے، جو تقلید شخصی کے بھی منافی ہے اور ان کتابوں کے موضوع کے بھی مخالف ہے۔ آپ بھی انہیں دیکھ جایئے۔ کہیں علماء بلخ کے فتاوی ہیں، کہیں علماء سمرقند کے، کہیں علماء ماوراء النہر کے، کہیں علماء خراسان کے، پس شاہ صاحب کو خدا جزائے خیر دے کہ انھوں نے اس کی تنبیہ کر دی کہ ان فقہ کی کتابوں کو کوئی امام صاحب کے مذہب کی کتابیں ہی نہ جانے، ان کا تو صرف نام ہے اور نام سے کام ہے، اور لطف یہ ہے کہ اگر نام

---

(۱) رد المحتار ج ۱ صـ ۱۷۲

لیں تو بھی بہتان باندھ لینے کا خطرہ اور نہ لیں جب بھی جہالت کا خوف، لہذا کسی اعتبار سے یہ کتابیں معتبر نہیں۔ یہ کتابیں کیا ہیں دراصل لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کی رائے قیاس کا مجموعہ ہیں اور وہ بھی غیر معتبر، چونکہ بجائے خود یہ بھی ایک مستقل مضمون ہے لہذا میں اسے یہیں ختم کر کے پھر اپنے اصلی موضوع پر آتا ہوں اور مسائل کی رو سے ہدایہ کا نمونہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، ٹھنڈے دل سے سنئے!!!

ہدایہ کے ایک سو چٹ پٹے مسائل

اس مفید بحث کے بعد میں چاہتا ہوں کہ نمونۃً آپ کو ہدایہ کے تھوڑے سے مسئلے وہ بھی سنادوں جن سے آپ کو اندازہ کرنے کا موقعہ مل جائے کہ آیا اہل حدیث اس عقیدے میں کہاں تک راہ راست پر ہیں کہ وہ امتیوں کے ان ہیر پھیر والے بے دلیل اقوال کو اور ایسے اقوال سے بھری ہوئی کتابوں کو گو اس میں بڑے بڑے بزرگوں کا نام ہو جوں کی توں تسلیم نہیں کرتے۔ میں اپنا مقصد ظاہر کرنے کے لئے پہلے بطور مقدمہ کے کچھ لکھتا ہوں، زاں بعد وہ مسائل جو گھناؤنے اور خلاف عقل و نقل ہیں صرف اسی کتاب ہدایہ سے بقید صفحہ و باب بطور نمونہ صرف ایک سو نمبر وار بیان کروں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مقدمہ: مذہب اسلام جو دنیا بھر کی خوبیوں کا مجموعہ ہے جس نے اپنی اسی فطری اور قدرتی خوبیوں کے ذریعہ دنیا بھر کو بہت تھوڑی سی مدت میں اپنا حلقہ بگوش بنالیا، چار دانگ عالم میں اپنی ہر دلعزیزی اور حقانیت کا سکہ

جمادیا، دنیا کے جملہ ادیان نے اس ایک دین پر دفعۃً دھاوا بول دیا، لیکن اس کی صداقت کی طاقت نے سب کے پاؤں اکھاڑ دیئے، اس کی دلفریبیوں نے لوگوں کو وارفتہ کردیا، اس کے عالم افروز حسن خداداد نے سب حسینان جہاں کو نیچا دکھایا، جس کی ایک بار بھی بھولے سے ہی اس پر نظر پڑ گئی وہ عمر بھر اس کا کلمہ پڑھتا ہوا ہی نظر آیا، ایک زمانہ تھا جس وقت اس کے ماننے والوں کی نسبت مخالفین کا اتفاق تھا کہ "غرھولاء دینھم" یعنی یہ لوگ تو اس دین کے متوالے بن گئے، لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا، یہ صاف کپڑا میلا ہوتا گیا، وچاک نشہ اترتا چلا گیا، گو آج بھی اسلام اپنی انہیں خوبیوں کے ساتھ ہے لیکن ہم ہرگز یہ دعوئی نہیں کرسکتے کہ مسلمان بھی اسی پرانے روبہ پر ہیں بلکہ ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں، کہ ؎

ایں قدح بشکست و آں ساقی نماند

اسلام کی تعلیم تو یہ تھی کہ خدا کی مانو، اس کے رسول کی مانو، لیکن ہم نے اس پر صبر نہ کیا ایک تیسری چیز یعنی قیاس امام بھی نکال لی، اور پھر اس پر سختی سے جم گئے کہ شدہ شدہ وہی اصل مانی جانے لگی اور اصل کو فرع کا، بلکہ اس سے بھی نیچے کا درجہ دیدیا گیا، آج عام مسلمانوں کی یہ حالت نظر آتی ہے کہ اگر انہیں کسی مسئلہ کی ضرورت ہوئی وہ دریافت کرنے نکلے، کسی عالم نے بتلایا کہ اس کی نسبت قرآن وحدیث میں یہ حکم ہے تو ان کی تشفی نہیں ہوتی وہ فوراً پلٹ کر کہتے ہیں کہ مولوی صاحب یہ بتلاؤ کہ حنفی مذہب میں اس کی بابت کیا فیصلہ ہے؟ آج خواص مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جو لوگ مسند درس پر بیٹھے نظر آتے ہیں، مدرس، مفتی اور عالم مشہور ہیں، مصنف

اور مولوی ہیں وہ اگر فتویٰ لکھیں گے تو تیرے میرے قول سے، مسئلہ بتائیں گے تو زید، بکر کا نام لے کر، تعلیم دیں گے تو ادھر ادھر کے قیاسات کی، پیروی کریں گے تو امتیوں کی، نام لیوا ہیں تو نیچے ہی نیچے کے، مجھے معاف رکھا جائے اگر میں کھلے الفاظ میں کہدوں کہ "سچ تو یہ ہے کہ ہمارے اسلاف کا اسلام اور تھا اور ہمارا اور ہے" اگر وہ کامل مسلمان تھے تو ضرور ہمارے اسلام میں نقصان ہے اور بھائی اگر ہم باوجود ان ڈھنگوں کے کامل مسلمان ہیں تو وہ اسلام سے یقیناً بہت دور بلکہ محروم تھے۔

جب تک ہمارے اچھے دن رہے جب تک اہم اصل اسلام پر قائم رہے، جب تک ہمارے دلوں میں خوف خدا اور محبت رسول رہی، تب تک تو ہم اصولاً ان چیزوں پر کاربند رہے جن پر صحابہ اور تابعین تھے یعنی قرآن وحدیث۔ جب ہماری اچھائی برائی سے، ہماری خوبی خرابی سے، ہماری نیکی بدی سے بدل گئی، بجائے خوف خدا کے ہر کہ و مہ سے ہم ڈرنے لگ گئے، بجائے محبت رسول کے جب امتیوں کی محبت کے نشہ میں بدمست ہو گئے تو ہم ان دو چیزوں سے الگ ہوتے گئے، یہاں تک کہ اب ہمارے زمانہ میں صرف قرآن وحدیث کا نام رہ گیا، عمل کے لئے اور چیز ہے اور تبرک کے لئے اور چیز، کھانے کے اور دکھانے کے اور، مسئلہ دیکھنا ہو تو ہدایہ، شرح وقایہ کی ورق گردانی کی جائے اگر تبرک حاصل کرنا ہو تو بخاری مسلم کی زیارت کر لی جائے، فتویٰ لکھنا ہو تو "کنز" "قدوری" کی ضرورت پڑے، ختم پڑھنا ہو تو خیر قرآن خوانی بھی ہو جائے۔﴿نبذوا کتاب الله وراء ظهورهم﴾ کے پورے مصداق ہم بن گئے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث رد ہو جائے تو دل نہ دکھے لیکن فقہ کی کسی جزئی کو کوئی ٹال دے تو قیامت

قائم ہو جائے، اگر اتباع سنت کو ترک کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ترک تقلید ترک اسلام سمجھا جائے، اگر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نسبت ہٹ جائے تو پرواہ نہیں، لیکن اماموں کی طرف سے نسبت ہٹانا کفر سمجھا جائے، محمدی نہ کہلواؤ لیکن اگر حنفی شافعی نہ کہلوائے تو یوں سمجھو کہ گویا کفر کی بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ اسلام کا تقاضا تو یہ تھا کہ خدا کی دی ہوئی دولت، ورثہ رسول، فرمان پیغمبر، حدیث نبوی ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیا جائے لیکن ہم نے اپنے جدا جدا مذاہب قائم کر لئے، حنفیت اور شافعیت وغیرہ کی شاخوں نے شاہراہ محمدی سے ہمیں دور ڈھکیل دیا، ہم نے سختی سے اماموں کو! نہیں، بلکہ ایک ہی امام کے اقوال کی تقلید شروع کر دی، اپنی نسبت بھی ان کی طرف کر لی، ان کے کل فرمان کو آنکھیں بند کر کے مان لینا اپنا وظیفہ کر لیا، چنانچہ اصول فقہ حنفی کی معتبر کتاب توضیح مع تلویح ودیگر حواشی مطبوعہ خیریہ مصر جلد اول ص:۱۳۶ میں لکھا ہے(۱)" فاما المقلد فا لد ليل عنده قول المجتهد فالمقلد يقول هذا الحكم واقع عندى لانه ادّى اليه رأى ابى حنيفة رحمه الله و كل ماادّى اليه رأيه فهو واقع عندى "یعنی مقلد کی دلیل صرف اپنے امام کا قول ہے مقلد کسی مسئلہ کو مانتا ہے تو محض اس لئے کہ اس کے امام کی یہی رائے ہے، اس کے امام کی ہر رائے کا ماننا اس پر ضروری ہے، اب آپ خیال فرمائیے کہ جس شخص کا یہ اسلام ہوا سے قرآن سے کیا مطلب؟ حدیث سے کیا واسطہ؟ خدا سے کیا غرض؟ رسول سے کیا رشتہ؟ یہ ہے اور اس کا امام، اس کا عمل ہے اور اس کے امام کا حکم، اس زہریلی ہوا نے کچھ اس بے طرح رگ و پے میں سرایت کی

(۱) توضیح تلویح ج ۱ ص۱۳۶

اور رونگٹے رونگٹے میں سمیت کا اثر پہنچایا کہ آج قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے، محمد ﷺ کے نام لیوا، بے دین اور لامذہب سمجھے جانے لگے، اتنے ہی پر بس نہ کیا بلکہ اس فرقہ کے ذمہ بہتان باندھنے، جھوٹ بولنے تہمتیں رکھنے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، کہیں سے کوئی کتاب چھپتی ہے، کہیں سے اشتہار شائع ہو رہے ہیں، کہیں اخبارات کے کالم سیاہ ہو رہے ہیں کہ یہ ایسے اور ایسے، کبھی نواب صاحبؒ کی کتابوں سے ہمیں الزام دیا جاتا ہے، کہیں مولانا اسماعیل شہید کی کتابوں سے، کبھی حضرت میاں صاحبؒ کی اور کبھی امام شوکانیؒ کی اور کبھی محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے، ان عقل کے پتلوں کو کسی وقت شیطان اپنی گود سے دو گھڑی دور کرتا تو سوچنے کا موقع ملتا کہ ایک طرف تو ہم انہیں غیر مقلد کہتے ہیں، دوسری طرف ادھر ادھر کی کتابوں سے انہیں الزام دیتے ہیں، تو دنیا کے شریف انسان ہمارے نام پر تھوکیں گے نہیں؟ یاد رکھو ہم اہل حدیث محمدیوں کا مذہب تو صرف قرآن وحدیث ہے، جو الزام آیات قرآنی پر، جو الزام صحیح حدیث نبوی پر ہو وہ الزام اس فرقہ پر ہے، جو الزام ان کے سوا کسی اور کے قول پر ہو وہ الزام جماعت اہل حدیث پر نہیں، اس لئے کہ اس گروہ کا امام سوائے محمد رسول ﷺ کے کوئی اور نہیں اور اسے ہمارے مخالف بھی مانتے ہیں مگر "خوئے بد را بہانہ بسیار" ان کا مطلب تو ہمیں کوسنا، ستانا، برا بھلا کہنا ہوتا ہے، ہر بہانے اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں چاہت ان کی یہ ہے کہ ہم فقہاء کے جال میں تمام مسلمانوں کو پھانس لیں، کوئی بھی اس جال سے باہر نہ رہ جائے۔

دوستو! بات یہ ہے کہ تم نے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر امام

صاحب کی بھی تقلید نہیں کی، بلکہ تمہارا مذہب عجب چوں چوں کا مربہ ہے، نیا گورکھ دھندا ہے، بے طرح کی پنچایت ہے، تمہارے ہاں تو حنفی مذہب نام ہے ایک چوں چوں کے مربے کا، امام ابو حنیفہؒ فرمائیں وہ بھی حنفی مذہب، قاضی خان کے فتوے بھی حنفی مذہب، **منیہ** اور **قنیہ** کے مسائل بھی حنفی مذہب، **درمختار** اور **ردالمحتار** کے مصنفین کے قیاسات بھی حنفی مذہب، عالمگیری اور **کنز و قدوری** کے اجتہادات بھی حنفی مذہب، علماء بلخ کا قول ہو تو حنفی مذہب، علماء بخارا کہیں وہ بھی حنفی مذہب، علماء سمرقند کا فتویٰ بھی حنفی مذہب، علماء ماوراء النہر کے قیاسات کو بھی یہ فخر حاصل، علمائے خراسان کو بھی یہی مرتبہ، غرض کہ ایک ربڑ کی آنت ہے کہ کھینچے چلے جاؤ اور بڑھتی چلی جائے۔

سنئے! حنفی مذہب دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ جسے خود صاحب مذہب، امام ابو حنیفہ نے بالاجمال بیان فرمایا، آپ فرماتے ہیں۔" **اذا صح الحديث فهو مذهبي**" ملاحظہ ہو حنفی مذہب کی فقہ کی معتبر کتاب ردالمحتار مصری جلد اول ص: ۲۸۳ (۱) یعنی جو صحیح حدیث میں ہے وہی میرا مذہب ہے۔ درمختار مصری جلد اول ص: ۵۰ ہے۔ (۲) "**ان توجه لكم دليل فقولوا به**" یعنی جو دلیل (قرآن وحدیث) تمہیں مل جائے اسی پر عمل کیا کرو۔ ردالمحتار کے اسی صفحہ میں ہے (۳) "**اذاصح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولايخرج مقلده عن كونه حنفياً بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحديث فهو مذهبي وقدحكى ذلك ابن عبد البر**

(۱) ردالمحتار ج۱ ص۔ ۱۶۷ (۲) درمختار مع ردالمحتار ج۱ ص۔ ۱۶۶
(۳) ردالمحتار ج۱ ص۔ ۱۶۷

عن ابی حنیفۃ" یعنی امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جو صحیح حدیث سے ثابت ہو وہ میرا مذہب ہے، اس لئے جب مقلد کو صحیح حدیث رسول پہنچے تو بحیثیت مقلد ہونے کے بھی اس کا فرض یہی ہے کہ قول امام کو چھوڑ دے اور حدیث رسول ﷺ پر عمل کرے۔

دوسری قسم وہ ہے جسے فقہاء حنفیہ نے نقل کیا ہے، وہ عجب اندھیر نگری ہے وہاں حلال کو حرام کہہ دینا، حرام کو حلال کر دکھانا، بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، وہاں برائی کو بھلائی، بھلائی کو برائی، ہاں کو نا اور نا کو ہاں بتانا فقاہت ہے، وہاں حیلے حوالے عین دانشمندی اور اجتہاد ہے، جو جی میں آیا وہ کہہ دیا اور امام صاحب کا نام لے دیا، سچ تو یہ ہے کہ حنفی مذہب کا یہ فوٹو اگر کسی کے سامنے پیش کیا جائے تو نہ صرف اس مذہب سے بلکہ شاید صاحب مذہب سے بھی وہ بیزار ہو جائے۔

مقلد دوستو! آپ میں سے کوئی اس امر واقعی کا انکار قطعاً نہیں کر سکتا کہ آج حنفی مذہب کی کتابیں وہی ہیں جو ان فقہاء کی تصنیف کردہ ہیں جن میں رطب ویابس سب کچھ جمع ہے اور وہ سارا کا سارا ملغوبہ حنفی مذہب کہلانے کا فخر رکھتا ہے۔

میرا ارادہ ہے کہ میں آپ کو بطور نمونہ ان فقہ کی کتابوں میں سے صرف ایک کتاب کے چند مسائل سناؤں۔ آپ گو ان کتابوں کو آج تک اسلامی کتابیں جانتے ہوں، قرآن وحدیث کا عطر کہتے ہوں، حنفی مذہب کی جان سمجھتے ہوں لیکن میرا خیال یہ ہے کہ مضمون مندرجہ ذیل کو دیکھ کر آپ کی طبیعت میں نفرت، دل میں کدورت، چہرہ پر غصہ، آنکھوں میں سرخی، دماغ میں چکر آنے لگیں گے، آپ کو قطعاً یقین ہو جائے گا کہ اہل حدیث حق

پر ہیں کہ انھوں نے سوا قرآن و حدیث کے کسی اور کے اقوال کا ماننا اپنے ذمہ ضروری قرار نہیں دیا، وہ اچھے ہیں کہ اس دلدل سے بچے ہوئے ہیں، مجھے یہ بھی خیال ہے کہ ممکن ہے آپ کے دل میں سے آواز اٹھے کہ یہ حوالے غلط ہوں گے، اس کی نسبت مجھے صرف اتنا لکھنا کافی ہو گا کہ اگر ایک حوالہ بھی غلط ہو، ایک مسئلہ بھی اگر اس کتاب میں نہ ہو تو ایک سو روپیہ انعام۔ ساتھ ہی یہ بھی گوش گذار کر دوں کہ اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ ہم حنفی ہیں، لیکن ہم ان مسائل کو نہیں مانتے، یہ غلط ہیں، امام صاحب کے ذمہ بہتان ہیں تو بھائی جان آپ اتنا بھی خیال کر لیجئے کہ جہاں اتنے بہتان باندھے گئے وہاں کیا عجب کہ آمین، رفع الیدین، سورۂ فاتحہ وغیرہ کے مسائل میں بھی بہتان باندھا گیا ہو؟ جو لوگ ان گندے مسائل کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے نقل کرنے والے ہیں، وہی آمین، رفع الیدین وغیرہ کے مسائل کے بھی ناقل ہیں، جب ان نقل کرنے والوں کا اعتبار نہ رہا اور یہ کتابیں پایۂ اعتبار سے ساقط ہو گئیں تو پھر یہ تیر میر کیسی؟ آؤ سب مل کر قرآن کریم اور حدیث رسول رحیم پر عامل ہو جائیں۔ حاصل کلام اس مضمون کا یہ ہے کہ آج جسے حنفی مذہب کہا جاتا ہے وہ دراصل اسلام کے سوا کچھ اور ہی چیز ہے اور ایسی چیز ہے کہ جسے ایک شریف انسان قبول نہیں کر سکتا

اب ہدایہ شریف کے بعض انمول بے مثل مسائل سنئے۔ یہ وہ کتاب ہے جو درس و تدریس میں داخل ہے، جو حنفی مذہب کا بنیادی پتھر ہے جس کی بابت لکھتے ہیں۔ " ان الهداية كالقرآن ......" یعنی ہدایہ مثل قرآن کے ہے۔ (ملاحظہ ہو مقدمہ ہدایہ ج ۳ مطبوعہ فاروقی ص: ۳) (۱)

---

(۱) پوری عبارت اس طرح ہے

ان الهداية كالقرآن قد نسخت - ماصنفوا قبلها فى الشرع من كتب

(مقدمه هدايه اخيرين ص: ۲ مطبوعه مكتبه تهانوى ديوبند)

۱- القهقهة فی صلوٰة ذات رکوع وسجود............لم یکن حدثاً فی صلوٰة الجنازة وسجدة التلاوة (هدایه یوسفی جلداول ص: ۳۵ فصل فی نواقض الوضوء) (۱) یعنی اگر رکوع وسجدہ والی نماز میں کھلکھلا کر ہنس پڑا تو وضو ٹوٹ جائے گا، جنازہ کی نماز میں یا سجدۂ تلاوت میں کھلکھلا کر ہنسنے سے وضو نہیں جائے گا۔

۲- بخلاف البهیمة ومادون الفرج (هدایه یوسفی جلداول ص: ۳۸ فصل فی الغسل) (۲) یعنی چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرنے اور شرمگاہ کے سوا اور جگہ..... کرنے سے جب تک انزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔

۳- کل اهاب دبغ فقد طهر .... الاجلدالخنزیر والآدمی

---

(۱) هدایه ج۱ ص: ۲٦ فصل فی نواقض الوضوء
(ف) یہ مسئلہ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:
بدائع الصنائع ج۱ ص: ۱۳٦ کتاب الطهارة نواقض الوضوء / قدوری ص: ٤ /شرح وقایة ج۱ ص: ۷۱ درمختار ج۱ ص: ۲۷ منیة المصلی ص: ٤٦/ البحرالرائق ج۱ ص: ۷۸ /فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۱۳/ فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۱۹ مطبع عالی لکھنو

(۲) هدایه ج۱ ص: ۳۱ کتاب الطهارات فصل فی الغسل
حاشیہ میں عنایہ کے حوالہ سے اس عبارت کی تشریح ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے "بخلاف البهیمة فانه لایجب فیه الغسل بمجرد الایلاج من غیر انزال وبخلاف مادون الفرج کالتفخیذ والتبطین فلایجب الغسل فیه ایضاً
(ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۷۷ / منیة المصلی ص: ۱۰ بدائع الصنائع ج۱ ص: ۱٤۸/درمختار ج۱ ص: ۳۱، البحرالرائق ج۱ ص: ۱۰۹ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۱۵/فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۲۱

(هدایہ یوسفی جلداول ص: ٤٤ باب الماء الذی یجوز......)(١)
یعنی انسان اور خنزیر کے سوا جس جانور کے چمڑے کو دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے (یعنی کتے کی، بھیڑیئے کی، گدھے کی اور تمام درندوں کی کھالیں بعد از دباغت پاک ہیں۔

۴- جازت الصلوٰة فيه والوضوء منه (هدایہ یوسفی جلداول ص: ٤٤ باب الماء الذی یجوز) (٢) یعنی کتے، بھیڑیئے، گدھے وغیرہ کی دباغت دی ہوئی کھال کو پہن کر نماز ہو جاتی ہے اور ان کھالوں کے ڈول بنا کر ان میں پانی بھر کر وضو کرنا بھی جائز ہے۔

۵- ليس الكلب نجس العين (هدایہ یوسفی جلداول ص: ٤٤ باب الماء الذی)(٣) یعنی کتا نجس العین نہیں۔

٦- يطهر بالذكوة ....وكذلك يطهر لحمه (هدایہ یوسفی جلداول ص: ٤٥ باب الماء الذی یجوز)(٤) یعنی ان جانوروں کتے، بھیڑیئے، گدھے وغیرہ درندوں کی کھالیں، بلکہ گوشت بھی ذبح کرنے سے پاک ہو جاتے ہیں۔

---

(١) هدايه ج١ ص: ٤٠ (ف) قدوری ص: ٧/ شرح وقايه ج١ ص: ٨٣ / منية المصلى ص: ٥٠ / بدائع الصنائع ج١ ص: ٢٤٣ / درمختار ج١ ص: ٣٨ / البحر الرائق ج١ ص: ١٧٩/ فتاوى عالمگيرى ج١ ص: ٢٥

(٢) هدايه ج١ ص: ٤٠ باب الماء الذى يجوز به الوضوء ......
(ف) درمختار ج١ ص: ٣٨ باب المياه
قدورى ص: ٧ / البحر الرائق ج١ ص: ١٧٩ (مطبوعه زكريا بك ڈپو ديوبند)

(٣) ايضاً (ف) بدائع الصنائع ج١ ص: ٢٠١ / البحر الرائق ج١ ص: ١٨١/ درمختار ج١ ص: ٣٨ و ج٢ ص: ٢٦٢

(٤) ايضاً ص: ٤١ (ف) شرح الوقايه ج١ ص: ٨٤/ بدائع الصنائع ج١ ص: ٢٤٥ / فتاوى عالمگيرى ج١ ص: ٢٥ /البحر الرائق ج١ ص ١٨٩

۷- ان اشتد فعند ابی حنیفة یجوز التوضی به لانه یحل شربه عنده (هدایه یوسفی جلداول ص: ۵۱ فصل فی الاسآر)(۱) یعنی کھجور کی شراب سے وضو کرنا جائز ہے اور اس شراب کو پینا بھی حلال ہے، امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے۔

۸- یجوز التیمم عند ابی حنیفة ومحمد..........والحجر والجص والنورة والکحل والزرنیخ (هدایه یوسفی جلد اول ص: ۵۳ باب التیمم)(۲) یعنی پتھر سے اور گچ سے اور چونہ سے اور سرمہ سے اور ہڑتال سے بھی تیمم ہو سکتا ہے، امام ابو حنیفہ کا خیال یہی ہے اور امام محمد بھی ان کے ہم خیال ہیں۔

۹- من حضر العید فخاف ان اشتغل بالطهارة ان یفوته العید تیمم (هدایه یوسفی جلداول ص:۵٦ باب التیمم)(۳) یعنی کوئی شخص عیدگاہ پہونچا، نماز ہو رہی ہے اسے خوف ہے کہ اگر میں وضو کروں گا تو نماز ختم ہو جائے گی تو تیمم کر کے شامل ہو جائے۔

۱۰- قد رالد رهم وماد ونه من النجس المغلظ کالدم والبول

(۱) هدایه ج۱ ص: ٤٨ فصل فی الآسار
(ف) البحر الرائق ج۱ ص: ۲۳۸ / بدائع الصنائع ج۱ ص: ۹۹ / فتاوی عالمگیری ج ۱ ص: ۲۲

(۲) هدایه ج۱ ص: ۵۱ باب التیمم (ف) شرح وقایه ج ۱ ص: ۹۰ / فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۲۹ /البحر الرائق ج۱ ص: ۲۵۷ / بدائع الصنائع ج۱ ص: ۱۸۲ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۳٦

(۳) هدایه ج۱ ص: ٥٤ (ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۸۹ / بدائع الصنائع ج۱ ص: ۱۷۸ /البحر الرائق ج۱ ص: ۲۷٦ / درمختار ج۱ ص: ٤٣ .

والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰۃ معه (هدايه يوسفی جلداول ص: ۷۱ باب الانجاس)(۱) یعنی غلیظ نجاست جیسے کہ ناپاک خون اور پیشاب اور شراب اور مرغ کی بیٹ اور گدھے کا پیشاب وغیرہ کپڑے پر یا جسم پر بقدر ایک درہم کے لگا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی۔ (بقدر درہم سے مراد ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر ہے اور وزن میں ایک مثقال) (هدايه يوسفی ج ۱ ص: ۷۲ باب الانجاس)(۲)

۱۱- ان كانت مخففة .... جازت الصلوٰۃ معه حتى يبلغ ربع الثوب يروى ذلك عن ابی حنيفة (هدايه يوسفی جلداول ص: ۷۲ باب الانجاس)(۳) یعنی اگر نجاست خفیف ہو اور اس سے کپڑا نجس ہو گیا ہو اگر چوتھے حصے سے کم ہو تو اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، امام ابو حنیفہ کا مسلک یہی ہے۔

۱۲- ان اصابه خرء مالايؤكل لحمه من الطيور اكثر من قدر الد

---

(۱) هدايه ج۱ ص: ۷٤(ف) شرح وقايه ج۱ ص: ۱۲٤/ بدائع الصنائع ج۱ ص: ۲۳۳ / البحرالرائق ج۱ ص: ۳۹۵ . فتاوى عالمگيرى ج۱ ص: ٤٥

(۲) مصنف کتاب ھذا نے بقدر درہم کی جو تشریح کی ہے وہ ان کی اپنی تشریح نہیں ہے بلکہ خود ھدایہ میں موجود تشریح کا اردو ترجمہ ہے۔ الفاظ یہ ہیں "ثم يروى اعتبار الدرهم من حيث المساحة وهو قدر عرض الكف فی الصحيح ويروى من حيث الوزن وهو الدرهم الكبير المثقال وهو مايبلغ وزنه مثقالاً (هدايه ج ۱ ص: ۷۵) یہی تشریح البحرالرائق میں بھی ہے اس کے اندر وزن ۲۰ قیراط لکھا ہے (ملاحظه هو البحرالرائق ج۱ ص: ۳۹٦

(۳) هدايه ج۱ ص: ۷۵ (ف) شرح وقايه ج۱ ص: ۱۲٤ /درمختار ج۱ ص: ۵۵ / البحرالرائق ج۱ ص: ٤۰۷ / فتاوى عالمگيرى ج۱ ص: ٤٦

رھم اجزأ ت الصلوٰۃ فیه عند ابی حنیفة وابی یوسف(هدایه یوسفی جلداول ص: ۷۳ باب الانجاس)(۱) یعنی اگر حرام پرندوں کی بیٹ کپڑے پر ہتھیلی کی چوڑائی سے بھی زیادہ لگی ہوئی ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی، امام ابو حنیفہ کی فقہ یہی ہے اور امام ابو یوسف بھی ان کے ساتھ متفق ہیں

۱۳۔ فان افتتح الصلوٰۃ بالفارسیة اوقرأ فیها اوذبح وسمّی بالفارسیة وھو یحسن العربیة اجزأہ عندابی حنیفة (هدایه یوسفی جلداول ص:۹۵ باب صفة الصلوٰۃ)(۲) یعنی ایک شخص عربی میں اچھی طرح پڑھ سکتا ہے، باوجود اس کے فارسی میں قرآن کے معنی پڑھتا ہے قرآن نماز میں نہیں پڑھتا، اللہ اکبر کے بدلہ بھی اس کا ترجمہ فارسی میں پڑھ دیتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے، امام ابو حنیفہ کا فتویٰ یہی ہے اور امام صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر بسم اللہ واللہ اکبر نہ کہے اور فارسی میں اللہ کا نام لے کر ذبح کر ڈالے تو بھی جائز ہے، بلکہ اسی صفحہ میں (صفحہ ۱۰۲) آگے چل کر لکھتے ہیں کہ فارسی کی بھی کوئی قید نہیں۔ "بای لسان کان" یعنی جس زبان میں چاہے ترجمہ ادا کردے۔ (خواہ انگریزی میں خواہ فرانسیسی وغیرہ میں)

۱۴۔ ثم عن ابی حنیفة انه لایأ تی بها فی اول کل رکعة(هدایه

---

(۱) هدایه ج۱ ص: ۷۷ (ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۱۲٤ /البحرالرائق ج۱ ص: ٤٠٥ / بدائع الصنائع ج۱ ص: ۱۹۸ /فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۱۰

(۲) (هدایه ج۱ ص: ۱۰۱

(ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۱٤۳ / بدائع الصنائع ج۱ ص: ۳۳٦ / البحرالرائق ج۱ ص: ۵۳۵ / درمختار ج۱ ص: ۷٤ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ٦۸، ٦۹ / فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ٤۰، ٤۱

یوسفی جلداول ص: ۹۷ باب صفة الصلوٰۃ)(۱) یعنی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ سے پہلے نہ پڑھے، صرف پہلی رکعت میں پڑھے۔

۱۵- لایأتی بھا بین السورۃ والفاتحۃ (ھدایہ یوسفی جلد اول ص: ۹۷ باب صفة الصلوٰۃ)(۲) یعنی سورۂ فاتحہ پڑھ لی پھر دوسری سورت نماز میں پڑھے تو اس سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔

۱۶- اما الاستواء قائما فلیس بفرض(ھدایہ جلد اول ص: ۹۹ باب صفة الصلوٰۃ)(۳) یعنی رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا فرض نہیں۔

۱۷- کذا الجلسة بین السجدتین (ھدایہ جلد اول ص:۹۹ باب صفة الصلوٰۃ)(٤) یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا بھی فرض نہیں۔

۱۸- والطمانینة فی الرکوع والسجود وھذا عندابی حنیفة ومحمد (ھدایہ یوسفی جلداول ص: ۹۹ باب صفة الصلوٰۃ)(۵) یعنی رکوع سجدہ بھی آرام سے کرنا فرض نہیں، امام ابو حنیفہ کا اجتہاد یہی ہے (کہ نہ تو سیدھا کھڑا ہونا فرض نہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا فرض نہ آرام سے رکوع کرنا فرض)

---

(۱) ھدایہ ج۱ ص: ۱۰٤

(۲) ھدایہ ج۱ ص: ۱۰٤ (ف) شرح وقایہ ج۱ ص: ۱٤۵

(۳) ھدایہ ج۱ ص: ۱۰٦ (ف) بدائع الصنائع ج۱ ص: ۳۹۹ / شرح وقایہ ج۱ ص: ۱٤۳/ فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۷۰

(٤) ھدایہ ج۱ ص: ۱۰٦ (ف) شرح وقایہ ج۱ ص: ۱٤۳ / بدائع الصنائع ج۱ ص: ۳۹۹ /

(۵) ھدایہ ج۱ ص: ۱۰٦ (ف) شرح وقایہ ج۱ ص: ۱٤۳/ بدائع الصنائع ج۱ ص: ۲۸۳

۱۹– فان اقتصر علیٰ احدھما جاز عندابی حنیفة(ھدایه جلداول ص: ۱۰۰ باب صفة الصلوٰة)(۱) یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمین پر ٹکائی اور پیشانی نہ لگائی یا پیشانی ٹکائی اور ناک نہ لگائی تو بھی جائز ہے، امام ابو حنیفہ کی رائے یہی ہے۔

۲۰– یکرہ تقد یم.......... والاعمیٰ(ھدایه جلداول ص: ۱۱۰ باب الامامة)(۲) یعنی اندھے شخص کوامام بنانا مکروہ ہے۔

۲۱– ان تعمد الحد ث فی ھذہ الحالة اوتکلم .... تمت صلــوتــه (ھدایه جلد اول ص: ۱۱٦ باب الحدث الخ)(۳) یعنی اگر جان بوجھ کر تشہد کے بعد گوز مار دے یابات چیت کرلے تواس کی نماز پوری ہو جائے گی(گویاہوانکال دیناسلام کے قائم مقام ہے)

۲۲– یکرہ ان یدفع الیٰ واحد مأتی درھم فصاعداً (ھدایه جلداول ص: ۱۹۰ باب من یجوز دفع الصدقات الخ)(٤) یعنی کسی غریب مسکین شخص کوزکوٰۃ کے مال میں سے دوسودرہم یعنی پچاس روپے یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے۔

---

(۱) ھدایه ج۱ ص: ۱۰۸ (ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۱٤۰ /بدائع الصنائع ج۱ ص: ۲۸۲ /منیةالمصلی ص: ۹۱/ فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۸۵

(۲) ھدایه ج۱ ص:۱۲۲ (ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۱۵۲/ البحرالرائق ج۱ ص: ۱۱۰ /درمختار ج۱ ص: ۸۳

(۳) ھدایه ج۱ ص: ۱۳۰

(ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۱۵۹ / البحرالرائق ج۱ ص: ٦۵۳

(٤) ھدایه ج۱ ص: ۲۰۷

(ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۲۳۸ / درمختار ج۱ ص: ۱٤۱ /بدائع الصنائع ج۲ ص: ۱٦۰ /فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۱۲۵

۲۳- کالمستمنی بالکف علیٰ ماقالوا (هدایه جلداول ۱۹۹ باب مایوجب القضاء ......)(۱) یعنی مشت زنی کرنے والے کا روزہ نہیں ٹوٹتا، حنفی مذہب کے فقہاء نے یہی کہا ہے۔ گو روزے کی حالت میں یہ کام کیا ہو)

۲۴-- عن ابی حنیفة انه لایجب الکفارة بالجماع فی موضع المکروه (هدایه جلد اول ص: ۲۰۱ باب مایوجب الخ)(۲) یعنی پاخانے کی جگہ میں وطی کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ امام ابوحنیفہ کا فتوی یہی ہے۔

۲۵- لوجامع میتة اوبهیمة فلاکفارة انزل اولم ینزل (هدایه جلداول ص: ۲۰۱ باب مایوجب القضاء الخ)(۳) مردہ عورت سے یا چوپائے سے بدفعلی کرنے سے روزہ کا کفارہ نہیں آتا، انزال نہ ہوا ہو تو بھی اور انزال ہو گیا ہو جب بھی۔

۲۶-من جامع فیما د ون الفرج فانزل .... لاکفارة علیه (هدایه جلداول ص: ۲۰۲ باب مایوجب القضاء الخ) (٤) یعنی شرمگاہ کے سوا کسی اور جگہ جماع کیا اور انزال بھی ہوا پھر بھی روزہ کا کفارہ

---

(۱) هدایه ج۱ ص: ۲۱۷ (ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۲٤۸ / درمختار ج۱ ص: ۱۵۰ / بدائع الصنائع ج۲ ص: ۲٤٤ / فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۹۸

(۲) هدایه ج۱ ص: ۲۱۹ (ف) درمختار ج۱ ص: ۱۵۰/ بدائع الصنائع ج۲ ص: ۲۵۳

(۳) ایضاً (ف) البحرالرائق ج۲ ص: ۱۸۳ /درمختار ج۱ ص: ۱۵۰ بدائع الصنائع ج۲ ص: ۲٤٤ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۳۰۵/ فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۹۸

(٤) هدایه ج۱ ص: ۲۲۰ (ف) البحرالرائق ج۲ ص: ۱۸۵ / درمختار ج۱ ص: ۱۵۰ / بدائع الصنائع ج۲ ص: ۲٤٤ / فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۹۸

لازم نہیں آئے گا۔

۲۷–لایشعر عند ابی حنیفة ویکرہ .... ولابی حنیفة انه مثلة (هدایه یوسفی جلداول ص: ۲٤۳ باب التمتع)(۱) یعنی قربانی کے جانور کا اشعار کرنا(یعنی اس کے کوہان پر نشان کر دینا جو سنت ہے) مکروہ ہے ،بلکہ یہ مثلہ کرنا ہے(یعنی اعضاء بدن کا کاٹ دینا)امام ابو حنیفہ کی رائے یہی ہے۔

۲۸–مسه امرأة بشهوة ونظره الیٰ فرجها و نظر ها الیٰ ذکره عن شهوة (هدایه جلد ۲ ص: ۲۸۹ فصل فی المحرمات)(۲) یعنی کسی مرد نے کسی غیر عورت کو شہوت کے ساتھ چھولیا،اس کی شرمگاہ کو دیکھ لیا یا اس عورت نے اس کی شرمگاہ کو شہوت کی نظر سے دیکھ لیا تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس مرد پر حرام ہو گئی۔

۲۹–ولو مس فا نزل .... والصحیح انه لایوجبها ....
وعلیٰ هذا اتیان المرأة فی الد بر (هدایه ج ۲ ص: ۲۸۹ فصل فی بیان المحرمات)(۳) یعنی اگر چھونے سے انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہو گی،اسی طرح اگر خلاف فطرت فعل کیا یعنی اس عورت سے پاخانہ کی جگہ وطی کی تو بھی حرمت ثابت نہ ہو گی،(یعنی صرف چھو لینے سے حرمت

---

(۱) هدایه ج۱ ص: ۲٦۲
(ف) شرح وقایه ج۱ ص: ۲۷۱ / درمختار ج۱ ص: ۱۷۳ / البحر الرائق ج۲ ص: ٦۲٤
(۲) هدایه ج۲ ص: ۳۰۹ (ف) شرح وقایه ج۲ ص: ۱۱/درمختار ج۱ ص: ۱۲۸/ البحر الرائق ج۳ ص: ۱۷۹/فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۲۷۵
(۳) هدایه ج۲ ص: ۳۰۹ (ف) قدوری ص: ۲۱٦/فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۲۷۵

ثابت، لیکن اگر اتنا مساس کیا کہ انزال ہو گیا تو حرمت زائل، صرف دیکھ لینے سے حرمت موجود، لیکن شرمناک بدفعلی سے حرمت مفقود۔

۳۰- اذا طلق امرأته طلا قاً بائنا او رجعیاً لم یجزله ان یتزوج باختها حتی تنقضی عدتها (هدایه ج ۲ ص: ۲۸۹ فصل فی المحرمات)(۱) یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو بائن طلاق دیدی یا رجعی ،جب تک اس کی عدت نہ گذر جائے وہ مرد اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا(عورت کی عدت تو سنی تھی یہ مرد کا عدت گذارنا بھی سن لیجئے)

۳۱- اذا رأی امرأة تزنی فتزوجها حل له ان یطأ ها قبل ان یستبرأها عند هما (هدایه جلد۲ ص: ۲۹۲ فصل فی المحرمات)(۲) یعنی کسی عورت کو زنا کرتے ہوئے دیکھا اور اس سے نکاح کرلیا تو اس سے ہمبستر ہونا (ابو حنیفہ وابو یوسف کے نزدیک)جائز ہے اور کچھ ضرورت نہیں کہ ایک حیض تک ٹھہرے۔

۳۲- من ادعت علیه امرأة انه تزوجها واقامت بینة فجعلها القاضی امرأته ولم یکن تزوجها وسعها المقام معه وان تدعه یجامعها وهذ ا عند ابی حنیفة (هدایه جلد۲ ص: ۲۹۳ بیان المحرمات)(۳) یعنی ایک عورت نے ایک مرد پر جھوٹا دعویٰ کیا کہ اس

---

(۱) ایضاً (ف) البحرالرائق ج۳ ص: ۱۸۰ / فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۲۷۹

(۲) هدایه ج۲ ص: ۳۱۲ (ف) فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۲۱۸ / فتاوی قاضی خان ج۱ ص: ۱۶۸

(۳) ایضاً (ف) درمختار ج۱ ص: ۱۹۰ / البحرالرائق ج۳ ص: ۱۹۰/ فتاوی عالمگیری ج۱ ص: ۲۸۳

سے نکاح کیا ہے اور جھوٹے گواہ گذار دیئے، قاضی نے اس پر فیصلہ کردیا حالانکہ حقیقتاً نکاح نہیں ہوا تواب ان دونوں کو یکجا رہنا سہنا اور مجامعت اور صحبت کرنا سب جائز ہے، امام ابو حنیفہ کا فتویٰ یہی ہے۔

۳۳- فان تزوج الذمی علیٰ خمر اوخنزیر ثم اسلما اواسلم احد هما فلها الخمر والخنزیر (هدایه جلد۲ ص: ۳۱۸ فصل فی احکام النکاح فی الکفار)(۱) یعنی ذمی مرد نے ذمی عورت سے نکاح کیا اور مہر میں شراب یا سور مقرر کیا پھر دونوں میاں بیوی مسلمان ہوگئے تو بھی مہر میں شراب یا سور ادا کردے اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے۔

۳۴- فان امتنع الشهود من الابتداء سقط الحد (هدایه یوسفی جلد۲ ص: ٤٤٨ فصل فی کیفیة الحد)(۲) یعنی زانی کو سنگسار کرنے کے وقت پہلے گواہ سنگ باری شروع کریں اگر وہ نہ کریں تو حد ساقط ہو جائے گی، یعنی زانی کو پھر رجم ہی نہ کیا جائے گا۔

۳۵- جارية ابيه وامه وزوجته (هدایه جلد۲ ص: ٤٩٢ باب الوطی الذی یوجب الخ......)(۳) یعنی جو شخص اپنے باپ کی یا اپنی ماں کی یا اپنی بیوی کی لونڈی سے زنا کرے اور یہ کہدے کہ میں نے خیال کیا تھا کہ یہ مجھ پر حلال ہے تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔

---

(۱) هدایه ج۲ ص: ۳۳۸ (ف) درمختار ج۱ ص: ۲۰٤ /شرح وقایه ج۲ ص: ٤۷ / البحرالرائق ج ۳ ص: ۳۲٦.

(۲) هدایه ج۲ ص: ۵۰۹ (ف) فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱٤٦

(۳) هدایه ج۲ ص: ۵۱٤ (ف) البحرالرائق ج۵ ص: ۲۱

۳۶- والمطلقة ثلاثة وهی فی العدة وبائنا بالطلاق علیٰ مال وهی فی العدة وام ولد اعتقها مولاها وهی فی العدة(هدایه جلد ۲ ص: ٤٩۲ باب الوطی الذی یوجب الخ ......)(۱) یعنی کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں اور پھر اس سے عدت کے اندر زنا کیا، یا طلاق بائن مال لے کر دیدی پھر عدت میں زنا کیا اور ام ولد لونڈی کو آزاد کر دیا اور عدت میں اسے زناکاری کی اور غلام نے اپنے آقا کی لونڈی سے زنا کیا، اگر یہ لوگ کہہ دیں کہ ہم نے اسے حلال جانا تھا تو ان میں سے کسی پر حد نہیں۔

۳۷- والجاریة المرهونة فی حق المرتهن (هدایه یوسفی ص: ٤٩۲ ج۲ باب الوطیٔ الخ......)(۲) یعنی اگر کسی کے پاس دوسرے کی لونڈی گروی ہو اور وہ اس سے بدکاری کرے تو اس پر بھی کوئی حد نہیں (خواہ وہ کہے کہ میں اسے حلال خیال کرتا تھا خواہ کہے کہ میں اسے حرام جانتا تھا

(ملاحظہ ہو اس سے اگلا صفحہ)

۳۸- لاحد علیٰ من وطی جارية ولده وولد ولده وان قال علمت انها علی حرام (هدایه جلد۲ ص: ٤٩۳ باب الوطی الذی یوجب الخ)(۳) یعنی اگر کوئی شخص اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد کی لونڈی سے بدکاری کرے اگرچہ وہ جانتا ہو کہ یہ اس پر حرام ہے تاہم اسے حد نہ ماری جائے۔

---

(۱) هدایه ج۲ ص: ٥١٤ (ف) البحر الرائق ج٥ ص: ۲۱

(۲) هدایه ج۲ ص: ٥١٤ (ف) شرح وقایه ج۲ ص: ۲٤۹

(۳) هدایه ج۲ ص: ٥١٥ (ف) البحر الرائق ج٥ ص: ۱۹

۳۹ – من تزوج امرأةلايحل له نكاحها فوطيها لايجب عليه الحد عند ابی حنيفة (هدايه جلد۲ ص: ٤٩٤ باب الوطی……)
(۱) یعنی جو شخص ان عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرے جن سے نکاح حرام ہے (جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہ اس پر حد واجب نہیں۔) امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے۔

۴۰ – من اتی امرأة فی الموضع المكروه اوعمل عمل قوم لوط فلاحد عليه عند ابی حنيفة (هدايه جلد۲ ص: ٤٩٥ باب الوطی يوجب الحد ……)(۲) یعنی جو شخص کسی عورت کی یامرد کی پاخانہ کی جگہ میں بدکاری کرے تو اس پر حد نہیں، امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے ۔

۴۱ – من زنیٰ فی دارالحرب اوفی دارالبغی ثم خرج الينا لايقام عليه الحد (هدايه جلد۲ ص: ٤٩٥ باب الوطی الذی ……)(۳) یعنی جو شخص کفار کی حکومت میں یاباغیوں کی حکومت کے علاقہ میں زنا کرے، پھر اسلامی حکومت میں آجائے تو اس پر زناکاری کی کوئی حد نہیں۔

۴۲ – من وطی بهيمة فلاحد عليه (هدايه ج۲ ص: ٤٩٥ باب وطی ……)(٤) یعنی جو شخص چوپائے سے بدفعلی کرے اس پر حد نہیں۔

---

(۱) هدايه ج۲ ص: ۵۱۶ (ف) البحر الرائق ج۵ ص: ۲۵
(۲) ايضاً (ف) شرح وقايه ج۲ ص: ۲۵۳ / البحر الرائق ج ۵ ص: ۲۷ / فتاوی عالمگيری ج۲ ص: ۱۵۰
(۳) هدايه ج۲ ص: ۵۱۷ (ف) شرح وقايه ج۲ ص: ۲۵۳ / البحر الرائق ج ۵ ص: ۲۹ / قدوری ص: ۲۱۶ / فتاوی عالمگيری ج۲ ص: ۱٤۹
(٤) ايضاً (ف) شرح وقايه ج۲ ص: ۲۵۳ /البحر الرائق ج۵ ص: ۲۹ / فتاوی عالمگيری ج۲ ص: ۱۵۰

۴۳- **اذا زنی الصبی او المجنون بامرأة طاوعته فلاحدّ علیه و لا علیها** (هدایه ج۲ ص: ٤٩٧ باب الوطی الذی یوجب الحد)(١) یعنی اگر کوئی عورت اپنی خوشی اور رضامندی سے کسی بیوقوف یا بچے کے ساتھ زنا کرائے تو اس عورت پر کوئی حد نہیں نہ اس بیوقوف اور بچے پر کوئی حد ہے۔

۴۴- **کل شیء صنعه الامام الذی لیس فوقه امام فلاحد علیه الاالقصاص**(هدایه یوسفی جلد ٣ ص: ٤٩٨ باب الوطی الذی یوجب الحد ......)(٢) یعنی خود مختار آزاد بادشاہ جو کچھ برا کام کرے (مثلا چوری، زناکاری، شراب خوری وغیرہ) اس پر کوئی حد نہیں، ہاں اگر کسی کو قتل کر ڈالے تو قصاص ہے۔

۴۵- **اذاشهد علیه الشهود بسرقة اوبشرب خمر اوبزناء بعد حین لم یوخذ به** (هدایه جلد٢ ص: ٤٩٩ باب الشهادة علی الزنا ......)(٣) یعنی کسی چور کی چوری، شرابی کی شراب خوری، زانی کی زناکاری کی گواہوں نے وقوعہ کے کچھ دنوں بعد گواہی دی تو اس مجرم کو نہ پکڑا جائے نہ حد ماری جائے۔ (کچھ دنوں بعد سے مراد ایک ماہ بعد ہے) ملاحظہ ہو اس سے اگلا صفحہ)

۴۶- **ان شهد واانه زنیٰ بامرأة لایعرفونها لم یحد** (هدایه جلد ٢ ص: ٥٠٠ باب الشهادة علی الزنا)(٤) یعنی اگر گواہوں نے

---

(١) هدایه ج٢ ص: ٥١٨ (ف) البحرالرائق ج٥ ص: ٣٠ / فتاوی عالمگیری ج٢ ص: ١٤٩

(٢) هدایه ج٢ ص: ٥٢٠ (ف) البحرالرائق ج٥ ص: ٥٣٢ / فتاوی عالمگیری ج٢ ص: ١٥١

(٣) هدایه ج٢ ص: ٥٢٠ (٤) هدایه ج٢ ص: ٥٢١

(ف) البحرالرائق ج٥ ص: ٣٥ / فتاوی عالمگیری ج٢ ص: ١٥٢

گواہی زنا کی دی لیکن اس عورت کو وہ پہچانتے نہ تھے تو اسے حد نہ لگائی جائے، اگرچہ مرد کو پہچانتے بھی ہوں۔

۴۷- ان شهد اثنان انه زنیٰ بفلانة فاستکرهها و آخران انها طاوعته د رئ الحد عنهما جميعاً عند ابی حنيفة وهو قول زفر (هدايه ج۲ ص: ۵۰۰ باب الشهادة على الزنا......) (۱) یعنی ایک زانی کے زنا پر چار گواہ ہیں دو تو کہتے ہیں کہ وہ عورت راضی نہ تھی دو کہتے ہیں وہ بھی راضی تھی تو نہ عورت کو حد لگائی جائے گی نہ مرد کو، امام ابو حنیفہ کا فتویٰ یہی ہے اور ان کے شاگرد امام زفر بھی ان کے ساتھ ہیں۔

۴۸- ان اقر بعد ذها ب را ئحتها لم يحد عند ابی حنيفة وابی يوسف (هدايه ج ۲ ص: ۵۰۵ باب حدا لشرب)(۲) یعنی ایک شرابی نے اپنے شراب پینے کا اقرار کیا لیکن اس وقت اس کے منہ کی شراب کی بدبو چلی گئی ہے تو باوجود اس کے اقرار کے، اسے حد نہیں لگے گی۔

۴۹- كذلك اذا شهدوا عليه بعد ماذهب ريحها عندابی حنيفة وابی يوسف (هدايه يوسفی ج۲ ص: ۵۰۵ باب حد الشرب)(۳) یعنی شرابی نے شراب پی لی جب اس کے منہ کی بدبو چلی گئی تو اگرچہ گواہ گواہی دیں، تاہم حد نہیں لگائی جائے گی۔

---

(۱) ايضاً (ف) شرح وقايه ج۲ ص: ۲۵۵/فتاوی عالمگيری ج۲ ص: ۱۵۴

(۲) هدايه ج۲ ص: ۵۲۷

(ف) شرح وقايه ج۲ ص: ۲۶۲/قدوری ص: ۲۱۷/ البحرالرائق ج۵ ص: ۴۴ / فتاوی عالمگيری ج۲ ص: ۱۵۹

(۳) ايضاً (ف) شرح وقايه ج۲ ص: ۲۵۴ / البحرالرائق ج ۵ ص: ۴۴/ فتاوی عالمگيری ج۲ ص: ۱۵۹

۵۰- لان السكر من المباح لايوجب الحد كالبنج (هدايه جلد۲ ص: ۵۰٦ باب حد الشرب)(۱) یعنی جو نشہ لانے والی مباح چیزیں ہیں ان کے استعمال سے اگر نشہ آئے تو حد نہیں جیسے بھنگ کا پینا۔

۵۱- لايقطع ......كالخشب والحشيش والقصب والسمك والصيد والزرنيخ والمغرة والنورة ......ويدخل ......في الطير الدجاج والبط والحمام (هدايه ج۲ ص: ۵۱۷ باب مايقطع فيه ......)(۲) یعنی خشک لکڑیاں اور گھاس اور بانس اور مچھلی اور پرند جیسے مرغ ، بطخ، کبوتر وغیرہ اور ہڑ تال اور سرخ مٹی اور قلعی چونے کا جو چور ہو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

۵۲- لاقطع فيما يتسارع اليه الفساد كاللبن واللحم والفواكه الزطبة(هدايه ج۲ ص: ۵۱۸ باب مايقطع فيه ......)(۳) یعنی ان چیزوں کے چرانے میں بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے جو جلد خراب ہو جاتی ہیں، جیسے دودھ، گوشت اور تر میوے۔

۵۳- لايقطع في الاشربة المطوبة(هدايه ج۲ ص: ۵۱۸)(٤) یعنی نشہ والی پینے کی چیزوں کے چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

---

(۱) هدايه ج۲ ص: ۵۲۸ (ف) بدائع الصنائع ج۵ ص: ٤۹۷/ فتاوى عالمگيرى ج۲ ص: ۱٦۰ وج ۵ ص: ٤۱۵

(۲) هدايه ج۲ص: ۵۳۹(ف) د رمختارج۱ ص: ۳۳۳/ البحرالرائق ج۵ ص: ۹۰/بد ائع الصنائع ج٦ ص: ۹-۱۰/ شرح وقايه ج۲ ص: ۲۷٦ /فتاوى عالمگيرى ج۲ ص: ۱۷۵

(۳) ايضاً(ف) ايضاً (٤) ايضاً

۵۴- لافی الطنبور لانه من المعازف(هدایه ج۲ ص: ۵۱۸......)(۱) یعنی طنبورہ وغیرہ باجے گاجے چرانے سے بھی ہاتھ نہیں کٹ سکتا۔

۵۵- لافی سرقة المصحف وان کان علیه حلیة(هدایه ج۲ ص: ۵۱۸ باب مایقطع فیه ......)(۲) یعنی قرآن شریف کے چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے اگرچہ وہ سونے کے کام والا ہو۔

۵۶- لایقطع فی ابواب المسجد الحرام (هدایه ج۲ ص: ۵۱۸ باب مایقطع فیه ......)(۳) یعنی خانہ کعبہ مسجد حرام کے دروازے اگر کوئی چور چرالے جائے تو اس کے بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

۵۷- لاالصلیب من الذهب ولاالشطرنج ولاالنرد(هدایه ج۲ ص: ۵۱۹ باب مایقطع فیه ......)(٤) یعنی سونے کی صلیب اور پانسے چرانے والے کے ہاتھ نہ کاٹنے چاہئیں۔

۵۸- لاقطع علی سارق الصبی الحر وان کان علیه حلی (هدایه ج۲ ص: ۵۱۹ باب مایقطع فیه ......)(۵) یعنی اگر کوئی شخص چھوٹے بچے کو چرالے جائے اگر وہ زیور بھی پہنے ہوئے ہو تاہم اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

۵۹- لاقطع فی سرقة العبد الکبیر (هدایه ج۲ ص: ۵۱۹ باب مایقطع فیه ......)(٦) یعنی بڑی عمر کے غلام کو چرایا جائے تو بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

---

(۱) هدایه ج۲ ص: ۵٤۰ (ف) درمختار ج۱ ص: ۳۳۳/ البحرالرائق ج۵ ص: ۹۰/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ۱۰/ شرح وقایه ج۲ ص: ۲۷۷/ فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۷۷

(۲) ایضاً (۳) ایضاً (٤) ایضاً

(۵) هدایه ج۲ ص: ۵٤۰ (ف) درمختار ج۱ ص: ۳۳۳ / البحرالرائق ج۵ ص: ۹۱/ شرح وقایه ج۲ ص: ۲۷۸ / فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۷۷

(٦) ایضا

۶۰- **لافی سرقة کلب ولافهد** (هدایه ج۲ ص: ۵۱۹ باب مایقطع فیه ......)(۱) یعنی کتے اور چیتے کے چور پر ہاتھ کٹنا نہیں۔

۶۱- **لاقطع فی دف ولاطبل ولابربط ولامزمار**(هدایه) (۲) یعنی ڈھپ، طبلہ، بربط اور دوسری قسم کے باجوں کے چور کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

۶۲- **لاقطع علی النباش وهذا عند ابی حنیفة**(هدایه ج۲ ص: ۵۲۰ باب مایقطع فیه ......)(۳) یعنی کفن چور کا ہاتھ بھی نہ کاٹنا چاہئے۔

۶۳- **من سرق عینا فقطع فیها فرد ها ثم عاد فسرقها وهی بحالها لم یقطع**(هدایه ج۱ ص: ۵۲۱ باب مایقطع فیه ......)(٤) یعنی ایک شخص نے ایک چیز چرائی اس کا ہاتھ کاٹا گیا اور وہ چیز مالک کے پاس پہونچ گئی اسی چور نے پھر دوبارہ اسی چیز کو چرایا تو اب اس کا ہاتھ نہ کاٹا جائے گا

۶۴- **من سرق من ابویه اوولده اوذی رحم محرم منه لم یقطع** (هدایه ج۲ ص: ۵۲۲ فصل فی الحرز)(۵) یعنی جو شخص اپنے ماں باپ یا اولاد یا کسی اور ذی محرم رشتہ دار کی چوری کرے اس کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے گا

---

(۱) هدایه ج۲ ص: ۵٤۰ (ف) درمختار ج۱ ص: ۳۳۳ / البحرالرائق ج۵ ص: ۹۱/ شرح وقایه ج۲ ص: ۲۷۸ / فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۷۷

(۲) ایضاً

(۳) هد ایه ج۲ ص: ۵٤۱

(٤) هدایه ج۲ ص: ۵٤۲ (ف) البحرالرائق ج۵ ص: ۹۳/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ۱۷ / شرح وقایه ج۲ ص: ۲۷۹

(۵) هد ایه ج۲ ص: ۵٤۳ (ف) درمختار ج۱ ص: ۳۳٤/ البحرالرائق ج۵ ص: ۹٦/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ۲۱ / شرح وقایه ج۲ ص: ۲۸۰ فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۸۱

٦٥ - لوسرق من بيت ذی رحم محرم متاع غیر ینبغی ان لایقطع (هدایه ج۲ ص: ۵۲۲ فصل فی الحرز……)(۱) یعنی اگر کسی غیر شخص کی چیز اپنے ذی محرم رشتہ دار کے گھر سے کوئی چرالے پھر بھی اس پر حد نہیں۔

٦٦ - لاقطع علی من سرق مالاً من حمام اومن بیت اذن للناس فی دخوله فیه(هدایه جلد۲ ص: ۵۲۳ فصل فی الحرز ……)(۲) یعنی حمام میں سے یا ایسے گھر میں سے جس میں اسے جانے کی اجازت ہو کوئی چیز چرالائے تو اس پر بھی حد نہیں۔

٦٧ - لاقطع علی الضیف اذا سرق ممن اضافه (هدایه)(۳) یعنی مہمان اپنے میزبان کے گھر سے چوری کرے تو اس پر بھی حد نہیں یعنی اس کا ہاتھ بھی نہ کاٹا جائے۔

٦٨ - اذا نقب اللص البیت فدخل واخذ المال وناوله آخر خارج البیت فلاقطع علیهما (هدایه ج ۲ ص: ۵۲٤ (٤)) یعنی چور نقب لگا کر کسی کے گھر میں گیا اور وہاں سے مال لے لے کر ایک دوسرے چور کو دے دیا جو گھر کے باہر کھڑا تھا تو نہ اس کے ہاتھ کاٹے جائیں نہ اس کے۔

---

(۱) هد ایه ج۲ ص: ۵٤۳ (ف) د رمختار ج۱ ص: ۳۳٤/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ۲۱ / شرح وقایه ج۲ ص: ۲۸۰ فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۸۱

(۲) هد ایه ج۲ ص: ۵٤۵ (ف) درمختار ج۱ ص: ۳۳٤/ البحرالرائق ج۵ ص: ۹۷/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ۱۹/ شرح وقایه ج۲ ص: ۲۸۱

(۳) ایضاً

(٤) هد ایه ج۲ ص: ۵٤۵ (ف) درمختار ج۱ ص: ۳۳۵/ البحرالرائق ج۵ ص: ۱۰۰/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ۱۰/ شرح وقایه ج۲ ص: ۲۸۱

٦٩- **كذالك ان حمله علىٰ حمار فساقه واخرجه** (هدايه ج۲ ص: ٥٢٤)(۱) یعنی اگر اسی طرح مال گدھے پر لادلیا اور اسے ہنکا لایا تو بھی حد نہیں، ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

۷۰- **من نقب البيت وادخل يده فيه واخذ شيئا لم يقطع**(هدايه ج۲ ص: ٥٢٤ ، ٥٢٥ فصل فی الحرز)(۲) یعنی چور نے اگر نقب لگا کر اور اس میں سے ہاتھ بڑھا کر چوری کی تو ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے۔

۷۱- **اذا ادّعىٰ السارق ان العين المسروقة ملكه سقط القطع عنه وان لم يقم بينة معنا ه بعد ما شهد الشاهدان بالسرقة** (هدايه ج۲ ص: ٥٢٩ فصل فی كيفية القطع)(۳) یعنی ایک چور نے چوری کی ،دو گواہوں نے گواہی دی لیکن بلا دلیل جھوٹ موٹ اس نے کہہ دیا کہ یہ میرا مال ہے تو بھی اس کا ہاتھ نہ کاٹنا چاہئے۔

۷۲- **من سرق سرقات فقطع فی احداها فهو لجميعها ولايضمن شيئاً عندابی حنيفة**(هدايه ج۲ ص: ٥٥١ فصل فی كيفيةالقطع)(٤) یعنی ایک شخص نے کئی چوریاں کیں ،ایک میں پکڑا گیا اور ہاتھ کاٹا گیا تو اب کل چوری کے مال کا وہ ضامن نہیں، یعنی مال کا واپس کرنا اسکے ذمہ نہیں۔امام ابو حنیفہ کا قیاس یہی ہے،اور نہ دوبارہ اس پر کوئی حد ہے

---

(۱) هدايه ج۲ ص: ٥٤٦(ف) البحرالرائق ج٥ ص: ١٠١/ شرح وقايه ج۲ ص: ٢٨٤ / ذرمختار ج١ ص: ٢٣٥/ فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ١٨٠

(۲) ایضاً

(۳) هدايه ج۲ ص: ٥٥١ (ف) شرح وقايه ج۲ ص: ٢٨٥/ د رمختار ج ١ ص: ٣٣٦/ بدائع الصنائع ج٦ ص: ٤٣

(٤) هدايه ج۲ ص: ٥٥٣ (ف) فتاوىٰ عالمگیری ج۲ ص: ١٨٥

۷۳ – ان سرق شاة فذ بحها ثم اخرجها لم يقطع(هدايه ج۲ ص: ۵۳۲ باب مايحدث ......)(۱) یعنی اگر کسی چور نے بکری چرائی لیکن وہیں اسے ذبح کرڈالا پھر نکال لے گیا تواس کا ہاتھ بھی نہ کاٹنا چاہئے۔

۷۴ – فان سرق ثوباً فصبغه احمر قطع ولم يوخذ منه الثوب ولم يضمن قيمة الثوب وهذا عند ابى حنيفة و ابى يوسف(هدايه ج ۲ ص: ۵۳۳ باب مايحدث السارق ......)(۲) یعنی اگر چور نے کپڑا چرایا اور سرخ رنگ لیا تو ہاتھ تو کاٹا جائے گا لیکن کپڑا اسی کا ہو گیا نہ تو واپس لیا جائے نہ وہ اس کپڑے کی قیمت کا ضامن ہے امام ابو حنیفہ کی فقہ یہی ہے اور قاضی ابو یوسف کی قضا بھی یہی ہے۔

۷۵ – من امتنع من الجزية اوقتل مسلماً اوسب النبى عليه السلام اوزنىٰ بمسلمة لم ينتقض عهده (هدايه ج۲ ص: ۵۷۵ فصل في ماينبغى الذ مي)(۳) یعنی اگر ذمی کافر جزیہ ادا کرنے سے انکار کردے یا کسی مسلمان کو قتل کر ڈالے یا نبی علیہ السلام کو گالیاں دے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے، پھر بھی اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا۔

۷۶ – يجوز الانتفاع به للخرز (هدايه ج۳ ص: ۳۹ باب البيع الفاسد)(٤) یعنی سور کے بالوں سے موزہ گانٹھنا جائز ہے۔

---

(۱) هدايه ج۲ ص: ٥٥٤ باب مايحدث السارق في السرقة
(ف) فتاوىٰ عالمگيرى ج۲ ص: ۱۸۵
(۲) ايضاً (۳) هدايه ج۲ ص: ۵۹۸
(٤) هدايه ج۳ ص: ۵۵(ف) درمختار ج۲ ص: ۲۹ / بدائع الصنائع ج٤ ص: ۳۳۳/ البحر الرائق ج٦ ص: ۱۳۲ / فتاوى عالمگيرى ج۲ ص: ۱۱۵

۷۷ – لو وقع فی الماء القلیل .... عند محمد لایفسد ہ .... لان اطلاق الانتفاع به دلیل طهارته(هدایه ج ۳ باب البیع الفاسد)(۱) یعنی اگر سور کے بال تھوڑے سے پانی میں پڑ جائیں تو امام محمد کا فتوی ہے کہ وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے کہ جب ان بالوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہے تو یہ جواز دلیل ہے اس کی پاکیزگی پر (اور پاکیزہ چیز پانی میں پڑنے سے پانی ناپاک کیوں ہونے لگا؟)

۷۸– اذا امر المسلم نصرانیاً یبیع خمر اوبشرائها ففعل ذٰلك جاز عند ابی حنیفة(هدایه ج ۳ ص: ٤١ باب البیع الفاسد)(۲) یعنی مسلمان کسی نصرانی کو کہے کہ میری شراب بیچ دے یا مجھے شراب خرید دے تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔

۷۹– لاربٰو بین المولی وعبده (هدایه فاروقی ج۳ ص: ۷۰ باب الربوٰ)(۳) یعنی آقا اپنے غلام سے سود لے سکتا ہے غلام اور آقا کے درمیان کوئی سود نہیں۔

۸۰– لابین المسلم والحربی فی دارالحرب(ص: ۷۰باب الربو)(٤) یعنی مسلمان اور حربی کافر میں کفرستان میں کوئی سود نہیں (یعنی کفار کی حکومت میں مسلمان وہاں کے رہنے والے کافروں سے سود (بیاج) لے سکتا ہے۔

---

(۱) هدایه ج۳ ص: ۵۵ (ف) درمختار ج ۲ ص: ۲۶ / البحرالرائق ج٦ ص: ۱۳۳

(۲) هدایه ج۳ ص: ۵۸ (ف) درمختار ج۲ ص: ۲۷ / بدائع الصنائع ج٤ ص: ۳۳٤/ البحرالرائق ج٦ ص: ۱۳۸ / فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۱۵

(۳) هدایه ج۳ ص: ۸٦ (ف) درمختار ج۲ ص: ٤۳/ البحرالرائق ج٦ ص: ۳۲٦/ قدوری ص: ۸۳

(٤) ایضاً

۸۱- لان مالهم مباح فی دار هم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالاً مباحاً (هدایه ج۳ ص: ۷۰ باب الربوٰ)(۱) یعنی کفار کا مال کفار کی سلطنت میں مسلمانوں پر مباح ہے جس طرح چاہے لے لے، وہ مال مباح اور جائز ہی رہے گا (چاہے چوری کر کے، چاہے ڈاکہ ڈال کے، چاہے لوٹ مار کر کے، چاہے کسی اور طرح سے)

۸۲- یجوز بیع الکلب و الفهد و السباع المعلم وغیر المعلم فی ذٰلك سواء(هدایه فاروقی ج ۳ ص: ۸۵ مسائل منثوره)(۲) یعنی کتے اور چیتے اور درندوں کی خرید و فروخت جائز ہے، چاہے وہ سدھے ہوئے ہوں یعنی شکاری ہوں یا غیر شکاری۔

۸۳- لاتقبل شهادة الأعمیٰ(هدایه فاروقی ج۳ ص: ۱٤٤ باب من یقبل شهادته (۳) یعنی نابینا آدمی کی گواہی مردود ہے۔

۸۴- لوعمی بعد الاداء یمتنع القضاء عند ابی حنیفة ومحمد (هدایه ج ۳ ص: ۱٤۵ باب من یقبل شهادته)(٤) یعنی اگر کسی شخص نے گواہی دی اس کے بعد وہ نابینا ہو گیا تو اس کی گواہی پر فیصلہ کرنا منع ہے۔ امام ابو حنیفہ اور محمد کا قیاس یہی ہے۔

---

(۱) هدایه ج۳ ص: ۸٦ (ف) درمختار ج۲ ص: ۴۳/ البحرالرائق ج٦ ص: ۳۲٦/ قدوری ص: ۸۳

(۲) هدایه ج۳ ص: ۱۰۱ (ف) درمختار ج۲ ص: ۵۰/ البحرالرائق ج٦ ص: ۲۸٦ بدائع الصنائع ج٤ ص: ۳۳٤/فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ۱۱٤

(۳) هدایه ج۳ ص: ۱٦۰ (ف) درمختار ج۲ ص: ۹٤ / بدائع الصنائع ج۵ ص: ٤۰۱ / قدوری ص: ۲٤۸ / فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ٤٦٤

(٤) هدایه ج۳ ص: ۱٦۱ (ف) درمختار ج۲ ص: ۹٤/ بدائع الصنائع ج۵ ص: ٤۰۱/ فتاوی عالمگیری ج۲ ص: ٤٦۵

۸۵ – من كسر لمسلم بربطا اوطبلاً اومزماراً اودفا ا ورا ق له سكراً ا و منصفاً فهو ضامن .... وهـذ ا عند ا بى حنيفة(هدايه ج۳ ص: ۳۷۳ فصل فى غصب مالايتقوم)(۱) یعنی جو شخص کسی مسلمان کے بربط کو یا طبلے کو یا باجے کو یا ڈھول کو توڑ ڈالے یا اس کی شراب بہادے تو اسے قیمت ادا کرنی پڑے گی، امام ابو حنیفہ کا قیاس یہی ہے۔

۸٦ – بيع هذه الاشياء جا ئز وهذا عند ابى حنيفة (هدايه ج۳ ص: ۳۷۲ فصل فى غصب مالايتقوم)(۲) یعنی مزامیر، طبلہ، دف، نشہ آور چیز کی خرید و فروخت بھی جائز ہے امام ابو حنیفہ کا مذہب یہی ہے۔

۸۷ – من غصب .... لايضمن قيمته م الولد عندابى حنيفة (هدايه فاروقى ج۳ ص: ۳۷۲ فصل فى غصـ ب (۳) یعنی اگر کسی شخص نے دوسرے آدمی کی ایسی لونڈی کو غصب کر لیا جس سے اس کے ہاں اولاد ہوئی ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک غصب کرنے والا قیمت کا ضامن نہ ہوگا۔

۸۸ – حيلة المصرى اذا اراد التعجيل ان يبعث بها الىٰ خارج المصر فيضحى بها لما طلع الفجر(هدايه ج٤ ص: ٤۳۰ كتاب الاضحية)(٤) یعنی شہر کے رہنے والے لوگ قربانی نماز عید سے پہلے نہیں کر سکتے لیکن اگر وہ کرنا چاہیں تو حنفی مذہب انہیں یہ حیلہ سکھاتا ہے کہ وہ قربانی کے جانور کو شہر سے باہر بھیج دیں اور وہاں فجر ہوتے ہی ذبح کر ڈالیں۔

---

(۱) هد ايه ج۳ ص: ۳۸۸ (ف) درمختار ج۲ ص: ۲۰۹٬۲۰۹ / فتاوى عالمگيرى ج ٥ ص: ۱۳۱

(۲) ايضاً (۳) ايضاً

(٤) هد ايه ج٤ ص: ٤٤٦ (ف) درمختار ج۲ ص: ۲۲۲

۸۹- من دعى الى وليمة اوطعام فوجد ثمه لعباً اوغناء فلابأس بان يقعد وياكل قال ابوحنيفة ابتليت بهذا مرة فصبرت (هدايه ج ٤ ص: ٤٣٩ كتاب الكراهية (۱) یعنی کوئی شخص ولیمہ وغیرہ کی دعوت میں گیا وہاں کھیل تماشے یا راگ راگنیاں ہو رہی ہیں تو وہاں بیٹھنے اور کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں میں بھی ایک مرتبہ ایسی مجلس میں صبر سے بیٹھا رہا۔

۹۰- لاباس بتوسده والنوم عليه عند ابى حنيفة (هدايه ج ٤ ص: ٤٤٠ فصل فى اللبس)(۲) یعنی ریشمی تکیوں پر سر رکھنا اور ریشمی بستروں پر سونا، امام ابو حنیفہ کی رائے میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔

۹۱- ينظر الرجل من ذوات محارمه الى الوجه والرأس والصدر والساقين والعضدين (هدايه فاروقى ج ٤ ص: ٤٤٥ فصل فى الوطى والنظر)(۳) یعنی آدمی اپنی ذی محرم رشتہ دار عورت کے چہرے اور سر اور سینے اور رانوں اور بازوؤں کو دیکھ سکتا ہے۔

۹۲- لاباس بان يمس ماجاز ان ينظر اليه (هدايه ج ٤ ص: ٤٤٦ فصل فى الوطى والنظر)(٤) یعنی ان عورتوں کے ان اعضاء کو جن کا ذکر اوپر گذرا، چھو بھی سکتا ہے۔ (مساس کرنے میں بھی حرج نہیں)۔

---

(۱) هدايه ج ٤ ص: ٤٥٥ (ف) فتاوى عالمگيرى ج ٥ ص: ٣٤٣

(۲) هدايه ج ٤ ص: ٤٥٩ (ف) / درمختار ج ۲ ص: ۲۳۹ / قدورى ص: ۲۷٦ / فتاوى عالمگيرى ج ٥ ص: ۳۳۱

(۳) هدايه ج ٤ ص: ٤٦١ (ف) درمختار ج ۲ ص: ۲٤۹ / قدورى ص: ۲۸۰ / فتاوى عالمگيرى ج ٥ ص: ۳۲۹

(٤) هدايه ج ٤ ص: ٤٦۲ (ف) درمختار ج ۲ ص: ۲٤۱ / قدورى ص: ۲۸۰ / فتاوى عالمگيرى ج ٥ ص: ۳۲۹

٩٣ – لاباس ببيع العصير ممن يعلم انه يتخذه خمراً (هدايه ج٤ ص: ٤٥٦ فصل فی البیع)(١) یعنی شیرۂ انگور اس شخص کے ہاتھ بیچنا جو اس کی شراب بنائے گا، جائز ہے۔

٩٤ – من آجر بیتاً لیتخذ فیه بیت نار او کنیسة او بیعة او یباع فیه الخمر بالسواد فلاباس به وهذا عندا بی حنیفة (هدایه ج٤ ص: ٤٥٦ فصل فی البیع)(٢) یعنی کرایہ پر مکان دینا اس واسطے کہ کرایہ دار اس میں آتشکدہ بنائے یا گرجا گھر بنائے یا اس میں شراب کا پیٹھا کھولے تو کوئی حرج نہیں، امام ابو حنیفہ کا قیاس یہی ہے۔

٩٥ – یکره التعشیر والنقط (هدایه ج٤ ص: ٤٥٧ مسائل متفرقة)(٣) یعنی دس دس آیتوں پر نشان لگانا مکروہ ہے اور قرآن میں اعراب یعنی زیر زبر پیش لگانا بھی مکروہ ہے۔

٩٦ – مایتخذ من الحنطة والشعیر والعسل والذرة حلال عند ابی حنیفة ولایحد شاربه عنده وان سکر منه (هدایه ج٤ ص: ٤٨٠ کتاب الاشربة)(٤) یعنی گیہوں کی، جو کی، شہد کی، جوار کی، شراب حلال ہے اس کے پینے والے کو حد نہیں ماری جائے گی اگرچہ اس کے پینے سے اسے نشہ بھی چڑھا ہو امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

---

(١) هد ایه ج٤ ص: ٤٧٢ (ف) د رمختار ج٢ ص: ٢٤٦ / فتاوی عالمگیری ج٥ ص: ٤١٧

(٢) ایضاً (ف) د رمختار ج٢ ص: ٢٤٧

(٣) هدایه ج٤ ص: ٤٧٣ (ف) قدوری ص: ٢٧٧

(٤) هد ایه ج٤ ص: ٤٩٦ (ف) بدائع الصنائع ج٥ ص: ٤٩٧ /قدوری ص: ٢٢٣ / درمختار ج٢ ص: ٢٦٠

۹۷- نبيذ العسل والتين ونبيذ الحنطة والذرة والشعير حلال .... عندابى حنيفة (هدايه ج ٤ ص: ٤٨١ كتاب الاشربة) (١)
یعنی شہد کی، انجیر کی، گیہوں کی، جوار کی اور جو کی شراب حلال ہے۔ امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے۔

۹۸- لان المفسد هو القدح المسكر وهو حرام عند نا(هدايه ج ٤ ص: ٤٨١ كتاب الاشربة)(٢) یعنی نشہ والی چیز کا وہ پیالہ جس سے نشہ آئے وہی حرام ہے، حنفی مذہب کا فیصلہ یہی ہے، (اگر دسویں جام پر نشہ چڑھتا ہو تو نو تک حلال طیب ہیں)

۹۹- عصير العنب اذا طبخ حتى ذهب ثلثاه وبقى ثلثه حلال وان اشتد وهذا عند ابى حنيفة وابى يوسف .... اذا قصد به التقوّى (هدايه ج ٤ ص: ٤٨١ كتاب الاشربة)(٣) یعنی انگور کی شراب جس میں انگور کا شیرہ پکنے میں دو تہائی جل گیا ہو اور ایک تہائی رہ گیا ہو تو حلال ہے..... مگر قوت حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے، امام ابو حنیفہ کا مذہب یہی ہے اور ابو یوسف کی بھی یہی رائے ہے۔

۱۰۰- اذا تخللت الخمر حلت ...... ولايكره تخليلها (هدايه ج ٤ ص ٤٨٣ كتاب الاشربة)(٤) جب شراب سرکہ بن گئی تو حلال ہے اور شراب کا سرکہ بنالینا مکروہ نہیں۔

---

(١) هدايه ج٤ ص: ٤٩٧ (ف) قدوری ص: ٢٢٣
(٢) هدايه ج٤ ص: ٤٩٧ (ف) فتاوی عالمگیری ج ٥ ص: ٤١٤
(٣) هدايه ج٤ ص: ٤٩٧ (ف) قدوری ص: ٢٢٣ / فتاوی عالمگیری ج٥ ص: ٤١٢
(٤) هدايه ج٤ ص: ٤٩٩ (ف) قدوری ص: ٢٢٣ / فتاوی عالمگیری ج٥ ص: ٤١٠

ناظرین کرام! یہ ایک سو مسئلے ہدایہ شریف کے آپ نے سن لئے۔ اب آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ جس مذہب کی طرف آج اہل حدیث کو بلایا جاتا ہے اور جس مذہب کو آج اصل اسلام ہونے کا دعویٰ ہے اس کا کیا حال ہے؟ اس نے کس کس پردہ داری کے ساتھ بدکاری کو پھیلانے، بے حیائی کو پیدا کرنے، اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے، آج اگر دشمنان اسلام ان مسائل کو لے کر اسلام پر حملہ کریں تو آپ کو کس قدر نیچا دیکھنا پڑے گا؟ کیا سوا اس کے کہ آپ ان مسائل کو اسلامی مسائل نہ کہیں اور اس سے دست برداری کریں، کوئی اور جواب آپ کے پاس ہے؟

اے حنفیو! کیا یہی وہ حنفی مذہب ہے جس پر فخر کرتے ہو؟ کیا یہی امام ابو حنیفہ کے اجتہادات ہیں جن کی بنا پر انہیں امام اعظم کہتے ہو؟ کیا سچ مچ امام صاحب ہی نے زانیوں پر یہ مہربانی فرمائی ہے کہ انہیں حد معاف کر دی؟ یہاں تک کہ ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے بھی منہ کالا کرنے والے کو چھٹی دے دی، اغلام کرنے والوں کو حد سے بچالیا؟ کیا فی الحقیقت امام صاحب ہی نے شرابیوں پر یہ رحم کھایا کہ انہیں کوڑوں سے بچایا؟ کیا واقعی امام صاحب نے ہی سود کو اور شراب کو حلال بتایا، کیا امام صاحب کو واقعی چوروں سے ہمدردی تھی کہ ان کے ہاتھ کاٹنے کو ممنوع قرار دیا؟ کیا امام صاحب کی سکھائی ہوئی نماز یہی ہے کہ کپڑے ناپاک ہوں، نہ رکوع سجدہ ٹھیک ٹھکانے کا ہو، نہ قومہ جلسہ؟ نہ بسم اللہ پڑھنے کی ضرورت، نہ قرآن پڑھنے کی، مخفی راستے سے ہوا نکال دو، گویا سلام پھیر دیا، کیا امام صاحب نے یہ سکھایا ہے کہ کتے کے چمڑے کا ڈول بنالو۔ اسی کی جانماز بنالو اور نماز پڑھ لو؟ کیا حضرت امام صاحب نے

ذمیوں کا اتنا مرتبہ بڑھایا کہ انہیں رسول اکرم فداہ ابی و امی ﷺ کو بھی گالیاں دینے میں خوف نہ رہا؟ کیا امام صاحب نے ہی نکاح کی رسم کو اڑا دیا اور صرف دو جھوٹے گواہوں پر حرام عورت حلال کر دی؟ کیا امام صاحب نے حلال عورت کو محض اس سزا پر حرام کر دیا کہ اس کی عزیزہ کو چھو لیا اور اگر اس سے بد فعلی کی تو پھر حلال کر دیا؟ کیا امام صاحب نے ہی مسلمانوں کی ترقی کا یہ نیا راستہ ڈھونڈا کہ وہ کتے اور سور اور درندے اور شراب اور طبلے اور باجے بیچیں؟ کیا امام اعظم کی عظمت کا ظہور ان سے ہوا کہ انھوں نے روزے کے کفارے سے مقلدوں کو سبکدوش کیا؟ کیا یہ سچ ہے کہ امام صاحب نے مردہ عورت اور چوپائے سے صحبت اور خلاف فطرت فعل لواطت کرنے والوں کو دلیر کر دیا اور ان سے کفارہ تک بھی ہٹا دیا؟ کیا امام صاحب کی شان اسی سے ظاہر ہوئی ہے کہ انھوں نے مشت زنی (جلق) جیسے حیاسوز فعل کو بھی عین روزے کی حالت میں کوئی اہمیت نہ دی؟ کیا امام صاحب نے بھنگ جیسی خبیث چیز کو مباح قرار دے کر مسلمانوں پر احسان کیا؟ کیا امام صاحب نے کنیسوں، گرجوں، آتشکدوں اور شراب خانوں کے کھلوانے کی اجازت دے دی؟ کیا سور کو اور کتے کو امام صاحب نے فرمایا کہ یہ نجس نہیں؟

حنفیو! شرم کرو کہ ایک پاک نفس بزرگ، زاہد و متقی کے ذمے ایسے گندے مسائل تھوپنے میں تمہیں غیرت نہیں آتی۔ اب ایمان سے بتاؤ امام صاحب کے تم دوست ہو یا دشمن؟ اور کیا اب بھی ھدایہ اور ان جیسی فقہ کی اور کتابوں کو معتبر ہی مانتے چلے جاؤ گے؟

ہم محمدی توڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ان فقہ کی کتابوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان رائے قیاس کے مجموعے کا نام اسلامی کتب رکھنا اسلام سے صریح دشمنی کرنا بلکہ ان کتابوں کو حنفی مذہب کی کتاب ماننا بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیر باندھنا اور ان سے سخت تر قابل شرم مخفی عداوت رکھنا ہے ﴿یااھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولانشرك به شیئا ولایتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوافقولوا اشھدوا بانا مسلمون﴾ اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہم تم میں متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کو رب بنالیں کہ اس کے تمام احکام مان لیا کریں، اے اہل کتاب اگر تم اس صاف سچی اور سیدھی بات کو نہیں مانتے تو نہ مانو مگر گواہ رہو کہ ہم تو مانتے ہیں۔ فقط واللہ الموفق

نوٹ: -- ان سو مسائل میں ہدایہ جلد اول ودوم کے کل صفحات مطبوعہ یوسفی لکھنؤ کے ہیں اور جلد سوم وچہارم کے کل صفحات مطبوعہ فاروقی دہلی کے ہیں(1) اگر کسی صاحب کے پاس اس مطبع کی کتابیں نہ ہوں تو ان کی سہولت کے لئے باب کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے جس سے بآسانی آپ ہر مسئلہ اصل کتاب میں نکال سکتے ہیں۔

---

(1) ان سو مسائل کے جدید حوالے جو حاشیہ میں درج ہیں وہ سب کے سب **ھدایہ** (مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند کے ہیں)
نیز یہ مسائل ہدایہ کے علاوہ بھی جن کتابوں میں ہیں ان کا حوالہ بھی فائدہ (ف) کے عنوان سے واضح کیا گیا ہے، ہدایہ کے علاوہ درج ذیل کتابوں سے حوالے درج کئے گئے ہیں۔ قدوری (مطبوعہ المکتبۃ الامدادیۃ دیوبند) فتاوی عالمگیری، البحر الرائق، بدائع الصنائع، درمختار (مطبوعہ مکتبۃ زکریا دیوبند) فتاوی قاضی خان (مطبع عالی لکھنؤ)

مذہبی دنگل

ایک سو اختلافی مسائل

ہدایہ میں امام صاحب اور ان کے شاگردوں کا اختلاف

اس عنوان کو پڑھ کر آپ حیران ہوں گے کہ یہ کیا؟ لیکن جب میں آپ کے سامنے واقعات کو رکھوں گا تو آپ کی حیرت دور ہو جائے گی، میرا مقصود اس عنوان سے یہ ہے کہ میں آپ کو دکھاؤں کہ حنفی مذہب میں بالخصوص اور کتاب ھدایہ میں بالعموم کس قدر اکھاڑہ بندی ہے اور کس قدر مزے مزے کے دنگل ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل نقشہ ملاحظہ فرمایئے جس سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ایک ہی مسئلہ ہے، امام ابو حنیفہ کچھ کہتے ہیں ان کے شاگرد امام محمد کچھ کہتے ہیں، ان کے دوسرے شاگرد امام ابو یوسف کچھ کہتے ہیں، ان کے اور شاگرد امام زفر کچھ کہتے ہیں، اب اس وقت کہیں کسی کا قول معتبر مانا جاتا ہے کہیں دوسرے کسی کا، غرض اس لطف دہ مذہبی دنگل کو ملاحظہ فرمایئے، مندرجہ ذیل کل صفحات جلد اول مطبوعہ مجتبائی کے ہیں، عربی نقل نہیں کی تاکہ تطویل نہ ہو(۱)

---

(۱) اس اڈیشن میں عربی عبارت مع حوالہ درج ہے۔ سارے حوالے هدایه مطبوعه مکتبة تهانوی دیوبند کے ہیں

۱- وضو میں کہنیوں اور ٹخنوں کا دھونا فرض ہے ۔(۱)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 〃 فرض ہے	امام محمد
〃 〃 〃 〃 〃 فرض ہے	امام ابو یوسف
〃 〃 〃 〃 〃 فرض نہیں ہے	امام زفر
۲- داڑھی کا خلال کرنا جائز ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 جائز ہے	امام محمد
〃 〃 〃 سنت ہے	امام ابو یوسف
۳- تھوڑی سی قے کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۳)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 〃 وضو نہیں ٹوٹتا	امام محمد
〃 〃 〃 〃 وضو نہیں ٹوٹتا	امام ابو یوسف
〃 〃 〃 〃 وضو ٹوٹ جاتا ہے	امام زفر
۴- جو خون نکل کر نہ بہے وہ وضو نہیں توڑتا (۴)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 وضو نہیں توڑتا	امام محمد
〃 〃 〃 〃 وضو نہیں توڑتا	امام ابو یوسف
〃 〃 〃 〃 وضو توڑ دیتا ہے	امام زفر

(۱) المرفقان والکعبان تدخلان فی الغسل عندنا خلافاً لزفر (ھدایہ ج ۱ ص:۱۶)

(۲) "وتخلیل اللحیة ......قیل ھوسنة عندابی یوسف جائز عندابی حنیفة ومحمد" (ھدایہ ج۱ صـ ۱۹)

(۳)" والقیء ملء الفم ...... وقال زفر قلیل القیء وکثیرہ سواء" (صـ ۲۳)

(٤) والدم والقیح اذا خرجا من البدن فتجاوزا الی موضع یلحقه حکم التطهیر ..... وقال زفر قلیل القیء وکثیرہ سواء وکذا لایشترط السیلان (صـ ۲۳)

۵-اگر ایک ہی مجلس میں کئی بار قے کرے جسکا مجموعہ منہ بھر جانے کے برابر ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(۱) " " " " وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔	امام محمد امام ابو یوسف
۶- اگر ایک ہی وجہ سے کئی بار قے کرے جس کا مجموعہ منہ بھر جانے کے برابر ہو تو وضو نہیں ٹوٹتا۔(۲) " " " " وضو ٹوٹ جاتا ہے۔	امام محمد امام ابو یوسف
۷- اگر بلغم کی قے کرے تو وضو نہیں ٹوٹتا (۳) " " " وضو نہیں ٹوٹتا " " " " وضو ٹوٹ جاتا ہے	امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۸-اگر قے میں بہنے والا خون نکلا ہے گو تھوڑا ہو تو وضو توڑ دیتا ہے (۴) " " " " وضو نہیں توڑتا ہے " " " " وضو توڑ دیتا ہے	امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۹- پھوڑا پھنسی چھیلنے سے اگر خون نکل کر نہ بہا تو وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔(۵) =	امام ابو حنیفہ

(۱) ولوقاء متفرقاً بحيث جمع يملا الفم فعند ابى يوسف يعتبر اتحاد المجلس وعند محمد يعتبر اتحاد السبب وهو الغثيان (هدايه ج ۱ صـ ۲٤)
(۲) ايضاً(۳) فان قاء بلغماً فغير ناقض عند ابى حنيفة ومحمد وقال ابويوسف ناقض (٤) ولوقاء دماء وهو علق يعتبر فيه ملٔ الفم .... فكذلك عند محمد ...... وعندهما ان سال بقوة نفسه ينقض الوضوء وان كان قليلا(هدايه صـ۲۵)
(۵) فان قشرت نفطة فسال منها ماء اوصديداوغيره ان سال عن راس الجرح نقض وان لم يسل لاينقض وقال زفر ينقض فى الوجهين (هدايه صـ ۲۸)

پھوڑا پھنسی چھیلنے سے اگر خون نکل کر	
نہ بہا تو وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔	امام ابو یوسف
" " " " " وضو ٹوٹ جاتا ہے	امام زفر
۱۰- بوجہ شہوت منی نکل کر اپنی جگہ سے	
نہ بڑھے تو غسل فرض نہیں (۱)	امام ابو حنیفہ
" " " " " "	امام محمد
" " " " " غسل فرض ہے	امام ابو یوسف
" " " " " " "	امام زفر
۱۱- وضو کا پانی ناپاکی کو دور نہیں کرتا (۲)	ابو حنیفہ
" " " دور کر دیتا ہے	امام زفر
۱۲-وضو کیا ہوا پانی خود بھی نجس ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
" " " نجس نہیں ہے	امام محمد
" " " نجس ہے	امام ابو یوسف

(۱) المعتبر عند ابی حنیفة ومحمد انفصاله عن مکانه علیٰ وجه الشهوة وعند ابی یوسف ظهوره ایضاً اعتبارا للخروج بالمزایلة اذا الغسل یتعلق بهما (هدایه ج۱ صـ ۳۱)

(۲) الماء المستعمل لایطهر الاحداث ...... وقال زفر ان کان المستعمل متوضیاً فهو طهور وطاهر (هدایه ج۱ صـ ۳۸)

(۳) قال محمد هو طاهر غیر طهور وقال ابوحنیفة وابویوسف هو نجس (هدایه ج۱ صـ ۳۸)

۱۳- ایسا حوض جس کے ایک طرف نجاست پڑی ہو تو بھی اس کے دوسرے کنارے سے وضو کرنا جائز ہو، وہ ہے کہ ایک طرف غسل کرنے سے دوسری طرف کا پانی حرکت نہ کرے (۱) یعنی اگرچہ ہاتھ کے ہلانے یا وضو کرنے سے حرکت کر جائے پھر بھی پاک ہے۔	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 نہ ہلے یعنی اگر وضو کرنے سے ہل جائے تو ناپاک ہے لیکن ہاتھ ہلانے سے ہل جائے تو پاک ہے۔	امام محمد
〃 〃 〃 〃 〃 طرف نہ ہلے یعنی اگر ہاتھ سے ہلانے سے ہل جائے تو ناپاک ہے۔	امام ابو یوسف
۱۴- اگر کوئی وضو کی نیت بغیر بھی کسی پانی سے وضو کرے تو وہ پانی بھی ناپاک ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 ناپاک نہیں ہے	امام محمد

(۱) والغدير العظيم ...... اذا وقعت نجاسة فی احد جانبيه جاز الوضوء من الجانب الآخر ..... ثم عن ابی حنيفة انه يعتبر التحريك بالاغتسال وهو قول ابی يوسف وعنه بالتحريك باليد وعن محمد بالتوضی (هدايه ج۱ صـ ۳٦)

(۲) يكون الماء طاهراً لكنه نجس حكماً وقال محمد وهو رواية عن ابی حنيفة هو طاهر غير طهور (ج۱ صـ ۳۸)

مسئلہ	امام
۱۵- حوض کبیر میں جس جانب نجاست گرے وہ	
نجاست گرنے کی جگہ ناپاک ہے	امام ابو حنیفہ
ناپاک نہیں ہے (۱)	امام ابو یوسف
۱۶- اگر جنبی کسی کنویں میں سے ڈول نکالنے کے لئے	امام ابو حنیفہ
اترے تو اس پر سے غسل ساقط نہیں ہوتا (۲)	
ساقط ہو جاتا ہے	امام محمد
ساقط نہیں ہوتا ہے	امام ابو یوسف
۱۷- اگر جنبی کسی کنویں میں ڈول نکالنے کے لئے	
اترے تو اس کنویں کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
پانی ناپاک نہیں ہوتا	امام محمد
پانی ناپاک نہیں ہوتا	امام ابو یوسف
۱۸- جن جانوروں کا گوشت حلال ہے	
ان کا پیشاب ناپاک ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
پاک ہے	امام محمد
ناپاک ہے	امام ابو یوسف

(۱) جاز الوضوء من الجانب الآخر اشارة الیٰ انه ینجس موضع الوقوع وعن ابی یوسف انه لاینجس الا بظهور النجاسة فیه (هدایه ج۱ ص۳۷)

(۲) والجنب اذا انغمس فی البئر لطلب الدلو فعند ابی یوسف الرجل بحاله والماء بحاله ......وعند محمد کلاهما طاهران ...... وعند ابی حنیفة کلاهما نجسان (هدایه ج۱ ص۳۹-۴۰)

(۳) ایضاً (۴) ان بول ما یوکل لحمه طاهر عنده نجس عندهما (هدایه ج۱ ص۴۲)

۱۹-اگر کنویں میں بکری پیشاب کر دے تو اگرچہ غالب نہ آگیا ہو تو بھی کنویں کا سارا پانی نکال دینا چاہیے (۱)	امام ابو حنیفہ
" " اگر غالب نہ آیا ہو تو پانی نہ نکالے	امام محمد
" " سارا پانی نکال دینا چاہیے	امام ابو یوسف
۲۰-حلال جانوروں کا پیشاب بطور دوا کے پینا بھی حلال نہیں (۲)	امام ابو حنیفہ
" " پینا حلال ہے	امام محمد
" " پینا حلال ہے	امام ابو یوسف
۲۱- بطور دوا کے نہ ہو تو بھی پینا حلال نہیں	امام ابو حنیفہ
" " حلال ہے	امام محمد
" " حلال نہیں	امام ابو یوسف
۲۲- بلی کا جھوٹا مکروہ ہے	امام ابو حنیفہ
" "	امام محمد
" " مکروہ نہیں	امام ابو یوسف

(۱) فان بالت فیہا شاۃ ان نزح الماء کلہ عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد لاینزح الا اذا غلب علی الماء (ھدایہ ج ۱ صـ ۴۲)

(۲) عند ابی حنیفۃ لایحل شربہ للتداوی وعند ابی یوسف یحل للتداوی وعند محمد یحل للتداوی وغیرہ لطہارتہ عندہ (ج ۱ صـ ۴۲)

(۳) ایضاً

(۴) سور الھرۃ طاھر مکروہ وعند ابی یوسف انہ غیر مکروہ (ج ۱ صـ ۴۵)

۲۳- شکاری پرندے کی چونچ اگرچہ صاف ہو	
" " پھر بھی اس کا جھوٹا مکروہ ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
" " " " " مکروہ نہیں	امام ابو یوسف
۲۴- گدھے کا اور خچر کا جھوٹا نجس ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
" " " " پاک ہے	امام محمد
۲۵- ایسے جھوٹے پانی کے سوا جب صاف پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمّم کرلے خواہ وضو کر کے تیمّم کرے خواہ تیمّم کر کے وضو کرے۔ (۳)	امام ابو حنیفہ
" پہلے وضو کرنا ضروری ہے	امام زفر
۲۶- کھجور کی نبیذ سے وضو جائز ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
" " " وضو بھی کرے اور تیمّم بھی	امام محمد
" " " تیمّم کرے، وضو جائز نہیں	امام ابو یوسف

(۱) وکذا سور سباع الطیر ...... وعن ابی یوسف انها اذا کانت محبوسة یعلم صاحبها انه لاقذر علی منقارها لایکره (هدایه ج۱ صـ ٤٦)

(۲) سور الحمار والبغل مشکوك ...... ویروی نص محمد علیٰ طهارته وعن ابی حنیفة انه نجس (هدایه ج۱ صـ ٤٧)

(۳) فان لم یجد غیرهما یتوضأ بهما ویتیمم ویجوز ایهما قدم وقال زفر لایجوز الا ان یقدم الوضوء (هدایه ج۱ صـ ٤٧)

(٤) فان لم یجد الا نبیذ التمر قال ابوحنیفة یتوضأبه ولایتیمم ...... وقال ابویوسف یتیمم ولایتوضأبه . وقال محمد یتوضأ به ویتیمم (ج۱ ص: ٤٧-٤٨)

۲۷- کھجور کی نبیذ جو پکی ہوئی جھاگ والی ہو	
اس سے بھی وضو جائز ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 وضو جائز نہیں	امام محمد
۲۸- ایسی نبیذ کا پینا بھی حلال ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 حرام ہے	امام محمد
۲۹- جنبی شخص اگر اپنے شہر میں ہے اور نہانے کی وجہ سے اسے بسب سردی کے مر جانے کا خوف ہے یا بیمار پڑ جانے کا، تو اسے تیمّم کر لینا جائز ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 جائز نہیں	امام محمد
〃 〃 〃 جائز نہیں	امام ابو یوسف
۳۰- کنکر، پتھر، ریت، چونہ، گچ، سرمہ، ہڑتال وغیرہ زمینیات سے تیمّم ہو سکتا ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 تیمّم ہو سکتا ہے	امام محمد
〃 〃 〃 سوائے مٹی اور ریت کے نہیں ہو سکتا	امام ابو یوسف

(۱) وان اشتد فعند ابی حنیفة یجوز التوضی به لانه یحل شربه وعند محمد لایتوضأ به لحرمة شربه عنده (هدایه ج۱ صـ ٤٨) (۲) ایضاً

(۳) ولوخاف الجنب ان اغتسل ان یقتله البرد او یمرضه یتیمم بالصعید ...... ولوکان فی المصر کذالك عند ابی حنیفة خلافاً لهما(هد ایه ج۱ صـ ٤٩)

(٤) یجوز التیمم عند ابی حنیفة ومحمد بکل ماکان من جنس الارض کالتراب والرمل والحجر والجص والنورة والکحل والزرنیخ وقال ابویوسف لایجور الا بالتراب والرمل " (هد ایه ج۱ صـ ٥١)

۳۱- تیمم میں نیت فرض ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
" " فرض نہیں	امام زفر
۳۲-اگر کوئی نصرانی اسلام لانے کے لئے تیمم کرے تو اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا (۲)	امام ابو حنیفہ
" " نہیں پڑھ سکتا	امام محمد
" " پڑھ سکتا ہے	امام ابو یوسف
۳۳-اگر کوئی مسلمان تیمم کرے پھر مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) پھر اسلام لائے تو اس کا تیمم باقی رہتا ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
" " باقی نہیں رہتا	امام زفر
۳۴-اگر امام یا مقتدی کا وضو نماز عید میں ٹوٹ جائے تو وہ تیمم کرلیں اور نماز پوری کرلیں (۴)	امام ابو حنیفہ
" " تیمم نہ کریں	امام محمد
" " تیمم نہ کریں	امام ابو یوسف

(۱) والنية فرض في التيمم وقال زفر ليس بفرض (هدايه ج۱ صـ ۵۱)

(۲) فان تيمم نصراني يريد به الاسلام ثم اسلم لم يكن متيمما عند ابي حنيفة ومحمد وقال ابويوسف هو متيمم (هدايه ج۱ صـ ۵۲)

(۳) فان تيمم مسلم ثم ارتد والعياذ بالله ثم اسلم فهو على تيممه وقال زفر يبطل تيممه (هدايه ج۱ صـ ۵۲)

(۴) وان احدث الامام او المقتدى في صلوٰة العيد تيمم وبنى عند ابي حنيفة وقالا لا يتيمم (هدايه ج۱ صـ ۵۴)

مسئلہ	امام
۳۵- اگر کسی شخص نے سفر میں پانی نہ ہونے کے وقت اپنے رفیق سے مانگے بغیر تیمم کرلیا تو جائز ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
" " " " جائز نہیں ہے	امام محمد
" " " " جائز نہیں ہے	امام ابو یوسف
۳۶- جراب اگر پیر کی تین انگلیوں کے ظاہر ہونے سے کم پھٹی ہوئی ہو تو اس پر مسح جائز ہے۔ (۲)	امام ابو حنیفہ
" " " " " جائز نہیں	امام زفر
۳۷- محض جرابوں پر مسح جائز نہیں اگرچہ وہ بہت موٹی ہوں (۳)	امام ابو حنیفہ
" " " " جائز ہے	امام محمد
" " " " جائز ہے	امام ابو یوسف
۳۸- حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین راتیں کامل ہیں (۴)	امام ابو حنیفہ
" دو دن کامل اور تیسرے دن کا اکثر حصہ	امام ابو یوسف

(۱) ولو تیمم قبل الطلب اجزاہ عند ابی حنیفة ......وقالا لایجزیہ (ج ۱ ص ٥٦)

(۲) لایجوز المسح علی خف فیہ خرق یتبین منہ قدر ثلاث اصابع من اصابع الرجل وان کان اقل من ذلك جاز وقال زفر والشافعی لایجوز (ج ۱ صـ ٥٨)

(۳) لایجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة الا ان یکونا مجلدین اومنعلین وقالا یجوز اذا کانا ثخینین (ج ۱ صـ ٦١)

(٤) اقل الحیض ثلثة ایام ولیالیها ... وعن ابی یوسف انه یومان والاکثر من الیوم الثالث (ج ۱ صـ ٦٢)

۳۹-گدلا رنگ بھی حیض ہے اگرچہ اول دنوں میں ہو (۱)	امام ابو حنیفہ
" " " حیض نہیں	امام ابو یوسف
۴۰- مستحاضہ عورت، سلسل البول والا، ہمیشگی کی نکسیر پھوٹنے والا، جس کے زخم سے ہر وقت خون بہتا ہو جب ایک وضو سے ایک وقت کی نماز پڑھ چکا تو وقت گذرنے کے بعد دوسری نماز کے لئے وضو کرلے جب وقت دوسری نماز کا آئے پڑھ لے یعنی وقت سے پہلے وضو کر سکتا ہے۔ (۲)	امام ابو حنیفہ
" " " وقت سے پہلے وضو نہیں کر سکتا	امام زفر
۴۱- اگر ایسے شخص نے سورج نکلنے کے وقت وضو کیا تو ظہر کی نماز اس سے پڑھ سکتا ہے۔ (۳)	امام ابو حنیفہ
" " " پڑھ سکتا ہے	امام محمد
" " " نہیں پڑھ سکتا ہے	امام ابو یوسف

(۱) وماتراه المرأة من الحمرة والصفرة والكدرة حيض . وقال ابويوسف لاتكون الكدرة من الحيض (هدايه ج۱ ص ۶۳)

(۲) والمستحاضة ومن به سلس البول والرعاف الدائم والجرح الذى لايرقا يتوضؤن لوقت كل صلوٰة فيصلون بذلك الوضوء فى الوقت ماشاء وا من الفرائض والنوافل ......وقال زفر استانفوا اذا دخل الوقت (ج۱ ص ۶۷-۶۸)

(۳) فان توضؤاحين تطلع الشمس اجزأهم حتى يذهب وقت الظهر وهذا عندابى حنيفة ومحمد وقال ابويوسف وزفر اجزاهم حتى يدخل وقت الظهر (هدايه ج۱ ۶۸)

مسئلہ	امام
۴۲- اگر کسی عورت نے ایک حمل میں دو بچے ہوں تو نفاس کی مدت اول بچے سے شروع ہو گی اگرچہ دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہوا ہو (۱)	امام ابو حنیفہ
" " غلط ہے بلکہ آخر کے بچہ سے شروع ہو گی	امام محمد
" " اول بچہ سے شروع ہو گی	امام ابو یوسف
" " " آخر بچہ سے شروع ہو گی	امام زفر
۴۳- سرکہ، گلاب کے پانی وغیرہ سے اگر نجاست دھوئی جائے تو پاک ہو جاتی ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
" " " پاک نہیں ہوتی ہے	امام محمد
" " " پاک ہو جاتی ہے	امام ابو یوسف
" " " پاک نہیں ہوتی ہے	امام زفر
۴۴- بدن پر بھی اگر نجاست لگی ہو تو ان چیزوں سے بدن پاک ہو جاتا ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
" " پاک نہیں ہوتا ہے	امام ابو یوسف

(۱) فان ولدت ولدين في بطن واحد فنفاسها من الولد الاول عند ابى حنيفة وابى يوسف وان كان بين الولدين اربعون يوماً وقال محمد من الولد الآخير وهو قول زفر (هدايه ج۱ صـ ۷۰)

(۲) ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ......وهذا عند ابى حنيفة وابى يوسف وقال محمد وزفر والشافعى لايجوز الا بالماء (هدايه ج۱ صـ ۷۱)

(۳) لايفرق بين الثوب والبدن وهذا قول ابى حنيفة ......وعنه انه فرق بينهما فلم يجوز فى البدن بغير الماء (هدايه ج۱ صـ ۷۲)

۴۵- جراب پر اگر پاخانہ، خون، منی وغیرہ نجاست لگ جائے تو سوکھنے کے بعد زمین پر رگڑ لینے سے پاک ہو جاتی ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
" " پاک نہیں ہوتی ہے	امام محمد
۴۶- اگر نجاست تر ہو تو زمین پر ملنے سے پاک نہیں ہوتی ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
" " اگر نشان باقی نہ رہے تو پاک ہو جاتی ہے	امام ابو یوسف
۴۷- زمین پر اگر نجاست ہو اور وہ دھوپ سے سوکھ جائے، اثر جاتا رہے تو زمین پاک ہو جاتی ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
" " " پاک نہیں ہوتی	امام زفر
۴۸- ہتھیلی کی چوڑائی کے برابر پاخانہ پیشاب وغیرہ جیسی غلیظ نجاست اگرچہ لگی ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی (۴)	امام ابو حنیفہ
" " " نماز نہیں ہو گی	امام زفر

(۱) واذا اصاب الخف نجاسة لها جرم كالروث والعذرة والدم والمنی فجفت فدلكه بالارض جاز ...... وقال محمد لایجوز (هدایه ج۱ صـ ۷۲)

(۲) وفی الرطب لایجوز حتی یغسله لان المسح بالارض یکثره ولایطهره وعن ابی یوسف انه اذا مسحه بالارض حتی لم یبق اثرالنجاسة یطهر (صـ ۷۲)

(۳) وان اصابت الارض نجاسة فجفت بالشمس وذهب اثرها جازت الصلوٰة علیٰ مكانها وقال زفر لا تجوز (صـ ۷٤)

(٤) وقدرالدرهم ومادونه من النجس المغلظ كالدم والبول والخمر وخرء الدجاج وبول الحمار جازت الصلوٰة معه وقال زفر والشافعی قليل النجاسة وكثيرها سواء (صـ ۷٤)

۴۹- کپڑے کا پاؤ سے کم حصہ اگر نجاست خفیفہ میں لتھڑ گیا ہو جیسے اونٹ کا پیشاب وغیرہ تو نماز جائز ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
اگر ایک بالشت چوڑا اور ایک بالشت لمبا ہو تو جائز نہیں	امام ابو یوسف
۵۰- اگر کپڑے میں لید یا گائے وغیرہ کا گوبر ہتھیلی کی چوڑائی سے زیادہ لگ گیا ہو تو نماز جائز نہیں (۲)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 جائز ہے	امام محمد
〃 〃 〃 〃 جائز ہے	امام ابو یوسف
〃 〃 〃 〃 جائز ہے	امام زفر
۵۱- گھوڑے کا پیشاب اگر کپڑے پر بہت زیادہ نہ لگا ہو تو حرج نہیں (۳)	امام ابو حنیفہ
〃 بہت زیادہ لگ جائے تو بھی حرج نہیں	امام محمد
〃 بہت زیادہ نہ لگا ہو تو حرج نہیں	امام ابو یوسف
۵۲- اگر حرام پرندوں کی بیٹ ہتھیلی کی چوڑائی سے زیادہ لگ جائے تو بھی اس کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 〃 نماز نہیں ہوتی ہے	امام محمد
〃 〃 〃 〃 نماز ہو جاتی ہے	امام ابو یوسف

(۱) وان کانت مخففة کبول مایوکل لحمه جازت الصلوٰة معه حتی یبلغ ربع الثوب ......وعن ابی یوسف شبر فی شبر (هدایه ج۱ صـ ۷۵)

(۲) واذا اصاب الثوب من الروث او من اخثاء البقر اکثر من قدر الدرهم لم تجز الصلوٰة فیه عند ابی حنیفة ......وقالا یجزیه ......وزفر فرق بینهما (ج۱ صـ۷۵)

(۳) وان اصابه بول الفرس لم یفسده حتی یفحش عند ابی حنیفة وابی یوسف وعند محمد لاتمنع وان فحش (صـ ۷۶)

(٤) وان اصابه خرء مالایوکل لحمه من الطیور اکثر من قدرالدرهم اجزات الصلوٰة فیه عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد لایجوز (صـ ۷۶-۷۷)

۵۳- مچھلی کا خون اگر چہ کپڑے کے بہت زیادہ حصہ پر لگا ہو پھر بھی نماز ہو جاتی ہے۔ (۱)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 〃 نماز نہیں ہوتی ہے	امام ابو یوسف
۵۴- جب ہر چیز کا سایہ دگنا ہو جائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
جب سایہ برابر ہو جائے تو وقت شروع ہوتا ہے	امام محمد
جب سایہ ہم مثل ہو گیا تو وقت شروع ہو گیا	امام ابو یوسف
۵۵- جب تک ہر چیز کا سایہ دگنا نہ ہو جائے ظہر کا وقت ہے (۳)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 ایک گنا ہونے پر وقت نکل گیا	امام محمد
〃 〃 برابر ہونے پر وقت گذر گیا	امام ابو یوسف
۵۶- جب تک سرخی کے بعد کی سفیدی ہے مغرب کا وقت باقی ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
باقی نہیں بلکہ سرخی کے خاتمہ کے ساتھ ختم ہے	امام محمد
باقی نہیں بلکہ سرخی کے خاتمہ کے ساتھ ختم ہے	امام ابو یوسف

(۱) وان اصابه من دم السمك ......اكثر من قدر الدرهم اجزات الصلوٰة فيه ......وعن ابی یوسف انه اعتبر فيه الكثير الفاحش فاعتبره نجساً (ج ۱ ص ۷۷)

(۲) وآخر وقتها عند ابی حنيفة اذا صار ظل كل شیء مثليه سوی فئ الزوال وقالا اذا صار الظل مثله (ج ۱ ص ۸۱) (۳) ایضا

(٤) وآخر وقتها حين يغيب الشفق ... ثم الشفق هو البياض الذی فی الافق بعد الحمرة عند ابی حنيفة وعند هما هو الحمرة (ج ۱ ص ۸۱ - ۸۲)

۵۷- جمعہ کے دن زوال کے وقت نوافل	
پڑھنا منع ہے	امام ابو حنیفہ
" " " منع نہیں جائز ہے	امام ابو یوسف
۵۸-امیر کو بعد از اذان خبر اذان کرنا جائز نہیں ہے (۲)	امام محمد
" " " جائز ہے	امام ابو یوسف
۵۹- موذن کو اذان و اقامت کے درمیان بیٹھنا	
چاہئے سوائے مغرب کی اذان و اقامت کے (۳)	امام ابو حنیفہ
نہیں، بلکہ مغرب میں بھی بیٹھنا چاہئے	امام محمد
" " مغرب کے وقت بھی بیٹھے	امام ابو یوسف
۶۰-اگر کئی ایک نمازوں کی قضا کرنی ہے تو پہلی نماز کے	
بعد دوسری کے لئے اذان کہنے نہ کہنے کا اختیار ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
" اذان نہ کہے صرف اقامت کہے	امام محمد

(۱) لاتجوز الصلوٰة عند طلوع الشمس ولاعند قيامها فى الظهيرة ولاعند غروبها ......وحجة علىٰ ابى يوسف فى اباحة النفل يوم الجمعة وقت الزوال (هدايه ج۱ صـ ۸٤- ۸۵)

(۲) قال ابويوسف لاارى باساً ان يقول الموذن للامير فى الصلوات كلها السلام عليك ايها الامير ورحمة الله وبركاته حى على الصلوة حتى على الفلاح الصلوٰة يرحمك الله واستبعده محمد (هدايه ج ۱ صـ ۸۹)

(۳) ويجلس بين الاذان والاقامة الا فى المغرب وهذا عند ابى حنيفة وقالا يجلس فى المغرب ايضاً (ج ۱ صـ ۸۹)

(٤) فان فاتته صلوات اذن للاولىٰ واقام لما روينا وكان مخيرا فى الباقى وعن محمد انه يقام لمابعدها (ج۱ صـ ۹۰)

۶۱- صبح کی نماز کے وقت سے پہلے اذان جائز نہیں (۱) پہلے اذان جائز ہے	امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف
۶۲- عورت کی نماز میں اگر پاؤ پنڈلی سے کم کھلی ہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر پاؤ کھلی ہوئی ہے تو نماز دہرانی پڑے گی (۲) نماز دہرانی پڑے گی پاؤ بلکہ اس سے زیادہ کھلی ہوئی ہو تو بھی کوئی حرج نہیں نماز دہرانی نہیں پڑے گی۔	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۶۳- بال، پیٹ اور ران میں سے کسی ایک کا چوتھائی کھل جانا جواز صلوٰۃ کے لئے مانع ہے (۳) مانع ہے نصف کا کھلنا مانع صلوٰۃ ہے۔	امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۶۴- عورت کی شرمگاہ بھی اگر چوتھائی سے کم کھلی ہوئی ہو تو نماز ہو جائے گی، چاہے قبل ہو یا دبر، ہاں اگر پاؤ سے زیادہ ہے تو نماز لوٹانی پڑے گی۔ (۴) نماز لوٹانی پڑے گی پاؤ سے زیادہ بھی اگر کھلی ہو تو نماز ہو جائے گی	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف

(۱) ولایوذن لصلوٰۃ قبل دخول وقتها ...... وقال ابویوسف وهو قول الشافعی رحمه الله تعالیٰ یجوز للفجر فی النصف الاخیر من اللیل (ج۱ ص ۹۱-۹۲)

(۲) فان صلت وربع ساقها مکشوف اوثلثها تعید الصلوٰۃ عند ابی حنیفة ومحمد وان کان اقل من الربع لاتعید وقال ابویوسف لاتعید ان کان اقل من النصف (ج۱ ص ۹۳)

(۳) والشعر والبطن والفخذ کذالك یعنی علیٰ هذا الاختلاف (ج۱ ص ۹۴)

(۴) والعورة الغلیظة علیٰ هذا الاختلاف (ایضاً)

۶۵-مرد کے گھٹنے اور دو کر بھی اگر پاؤ سے کم ننگا ہے تو شوق سے نماز پڑھ لے اگر پا ؤ ہے تو نماز نہیں ہو گی(۱)	امام ابو حنیفہ
نماز نہیں ہو گی	امام محمد
پا ؤ سے زیادہ بھی اگر کھلا ہوا ہو تو بھی نماز ہو جائے گی	امام ابو یوسف
۶۶-اگر تین چو تھائی سے زیادہ کپڑا ناپاک ہے اور ناپاکی کو دور کرنے کی کوئی چیز نہیں تو اسی کو پہنے ہوئے نماز پڑھنے کا اور ننگا ہو کر پڑھنے کا نمازی کو اختیار ہے(۲)	امام ابو حنیفہ
اس کپڑے کو پہنے ہوئے نماز پڑھنا ضروری ہے	امام محمد
نمازی کو اختیار ہے	امام ابو یوسف
۶۷-اگر نمازی اللہ اکبر کے بدلے لا الٰہ الا اللہ کہہ کر نماز شروع کرے یا کوئی اور نام اللہ کا لے لے تو کافی ہے جائز ہے(۳)	امام ابو حنیفہ
جائز ہے	امام محمد
جائز نہیں	امام ابو یوسف

(۱) والذکر یعتبر بانفرادہ (ج۱ صـ ۹٤)

(۲) ولولم یجد مایزیل به النجاسة صلی معها ولم یعد وهذ اعلیٰ وجهین ان کان ربع الثوب اواکثر منه طا هراً یصلی فیه ولوصلی عریاناً لایجزیه لان ربع الشیء یقوم مقام کله وان کان الطا هر اقل من الربع فکذالك عند محمد ...... وعند ابی حنیفة وابی یوسف یتخیر بین ان یصلی عریاناً وبین ان یصلی فیه (ج۱ صـ ۹۵)

(۳) فان قال بدل التکبیر الله اجل اواعظم اوالرحمن اکبر اولااله الا الله اوغیره من اسماء الله تعالیٰ اجزاه عندابی حنیفة ومحمد وقال ابویوسف ان کان یحسن التکبیر لم یجز (هدایه ج۱ صـ ۱۰۰)

۶۸-اگر نماز کو فارسی زبان میں شروع کرے یا اس میں عربی قرآن نہ پڑھے بلکہ فارسی پڑھے اگرچہ عربی جانتا ہو تو بھی جائز ہے (۱)	امام ابو حنیفہ
جائز نہیں	امام محمد
جائز نہیں	امام ابو یوسف
۶۹شروع نماز میں صرف سبحانک اللہم...... پڑھے (۲)	امام ابو حنیفہ
سبحانک اللھم کیساتھ انی وجھت بھی پڑھے	امام ابو یوسف
۷۰-امام ربنا و لك الحمد نہ پڑھے (۳)	امام ابو حنیفہ
چپکے سے پڑھ لے	امام محمد
چپکے سے پڑھ لے	امام ابو یوسف
۷۱- دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا، سمع الله لمن حمده کے بعد سیدھا کھڑا ہونا، رکوع اور سجدے میں اطمینان کرنا فرض نہیں (۴)	امام ابو حنیفہ
فرض نہیں	امام محمد
فرض ہے	امام ابو یوسف

(۱) فان افتتح الصلوٰۃ بالفارسیة اوقرأ فیها بالفارسیة ......وهو یحسن العربیة اجزاه عند ابی حنیفة وقالا لایجزیه (ج۱ ص: ۱۰۱)

(۲) ثم یقول سبحانك اللهم وبحمدك الی آخره وعن ابی یوسف انه یضم الیه قوله انی وجهت وجهی الی آخره (ج۱ صـ ۱۰۲)

(۳) ویقول الموتم ربنا ولك الحمد ولایقولها الامام عند ابی حنیفة وقالا یقولها فی نفسه (ج۱ صـ ۱۰۶)

(٤) اما الاستواء قائماً فلیس بفرض وکذا الجلسة بین السجدتین والطمانینة فی الرکوع والسجود وهذا عند ابی حنیفة ومحمد وقال ابویوسف یفترض ذلك كله (ج۱ صـ ۱۰۶)

۷۲- سجدے میں صرف ناک یا صرف پیشانی زمین پر رکھنی جائز ہے دونوں کا رکھنا ضروری نہیں (۱)	امام ابو حنیفہ
صرف ناک پر اکتفاء جائز نہیں	امام محمد
صرف ناک پر اکتفاء جائز نہیں	امام ابو یوسف
۷۳- اگر امام مقتدی کے سامنے ہو تو دونوں طرف سلام پھیرنے میں اس کی نیت رکھے (۲)	امام ابو حنیفہ
نیت رکھے	امام محمد
صرف اول سلام میں نیت رکھے	امام ابو یوسف
۷۴- اگر عشا کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھی اور دوسری سورت نہیں ملائی تو وہ آخر کی رکعتوں مین سورہ بھی ملالے اور بلند آواز سے قرأت پڑھے (۳)	امام ابو حنیفہ
	امام محمد
پچھلی دو رکعتوں میں بھی سورت نہ پڑھے	امام ابو یوسف
۷۵- کم سے کم صرف ایک آیت کا پڑھ لینا کافی ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
تین چھوٹی آیتیں اور بڑی لمبی ہو تو ایک آیت	امام محمد
تین چھوٹی آیتیں اور بہت بڑی ہو تو ایک آیت	امام ابو یوسف

(۱) فان اقتصر علیٰ احد هما جاز عند ابی حنیفة وقالا لایجوز الاقتصار علی الانف (هدایه ج۱ ص: ۱۰۸)

(۲) وان کا ن بحذ انه نواه فی الاولیٰ عند ابی یوسف ......وعند محمد وهو روایة عن ابی حنیفة نواه فیهما (ج۱ صـ ۱۱٤)

(۳) وان قرأ الفاتحة ولم یزد علیها قرأ فی الاخریین الفاتحة والسورة وجهر وهذا عند ابی حنیفة ومحمد وقال ابویوسف لایقضی واحدة منهما (صـ ۱۱٦)

(٤) وادنیٰ مایجزی من القرأة فی الصلوٰة آیة عند ابی حنیفة وقالا ثلاث آیات قصار او آیة طویلة (ج۱ صـ ۱۱۸)

مسئلہ	امام
۷۶- ظہر کی دو رکعتوں کو برابر کی پڑھے (۱) پہلی رکعت دوسری کی نسبت لمبی پڑھے برابر پڑھے	امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۷۷- مقتدی امام کے پیچھے نہ پڑھے (۲) احتیاط کے طور پر پڑھ لینا اچھا ہے نہ پڑھے	امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۷۸-سب سے زیادہ امامت کے قابل وہ ہے جو سب سے زیادہ سنت کو جانتا ہو (۳) نہیں، بلکہ وہ جو سب سے زیادہ قرآن پڑھنا جانتا ہو	 امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف
۷۹-امام کے ساتھ اگر ایک ہی مقتدی ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو (۴) اتنا پیچھے کھڑا رہے کہ امام کی ایڑی کے پاس اس کی انگلیوں کا سرا ہو	 امام ابو حنیفہ امام محمد
۸۰-اگر ایک امام دو مقتدی ہوں تو امام آگے بڑھ کر کھڑا رہے (۵) امام بھی انکے ساتھ انکے بیچ میں کھڑا رہے	 امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف

(۱) ورکعتا الظهر سواء وهذا عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد احب الی ان یطیل الرکعة الاولیٰ علی الثانیة (ج۱ صـ ۱۲۰)

(۲) ولایقرأ الموتم خلف الامام ......ویستحسن علیٰ سبیل الاحتیاط فیما یرویٰ عن محمد ویکره عند هما (ج۱ صـ ۱۲۱)

(۳) اولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة وعن ابی یوسف اقرؤهم (صـ ۱۲۱)

(٤) ولایتاخر عن الامام وعن محمد انه یضع اصابعه عند عقب الامام (۱۲۳)

(٥) وان ام اثنین تقدم علیهما وعن ابی یوسف یتوسطهما (ج۱ صـ ۱۲۳)

۸۱- بڑھیا عورتیں فجر، مغرب، عشاء میں مسجد آسکتی ہیں یعنی ظہر، عصر میں نہیں آسکتیں (۱) ظہر، عصر میں بھی آسکتی ہیں	امام ابو حنیفہ امام محمد
۸۲متیمم کے پیچھے وضو والا نماز پڑھ سکتا (۲) نہیں پڑھ سکتا ہے پڑھ سکتا ہے	امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۸۳- جو امام بیٹھ کر نماز پڑھتا ہو اسکی اقتدا میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا پڑھ سکتا ہے (۳) نہیں پڑھ سکتا ہے	امام ابو حنیفہ امام محمد
۸۴- رکوع سجدہ کرنے والا اشارے سے پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا (۴) پڑھ سکتا ہے	امام ابو حنیفہ امام زفر
۸۵- امی شخص نماز پڑھاتا ہو اور اس کے پیچھے پڑھے ہوئے لوگ بھی ہوں اور بے پڑھے بھی تو کسی کی نماز نہیں ہوتی امام کی اور بے پڑھوں کی ہو جاتی ہے	امام ابو حنیفہ محمد، ابو یوسف

(۱) ولا بأس للعجوز ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء وهذا عند ابی حنیفة وقالا یخرجن فی الصلوٰت کلها (ج۱ ص ۱۲۶)

(۲) ویجوز ان یوم المتیمم المتوضئین وهذا عند ابی حنیفة وابی یوسف وقال محمد لایجوز (ج۱ ص ۱۲۶)

(۳) ویصلی القائم خلف القاعد وقال محمد لایجوز (ج۱ ص ۱۲۷)

(۴) ولایصلی الذی یرکع ویسجد خلف المومی...... وفیه خلاف زفر (ایضا)

(۵) اذ صلی امی بقوم یقرون وبقوم امیین فصلاتهم فاسدة عند ابی حنیفة وقالا صلوٰة الامام ومن لم یقرأ تامة (ج۱ ص ۱۲۷)

مسئلہ	امام
۸۶- اگر دو پہلی رکعتیں تو پڑھے ہوئے امام نے پڑھائیں، پچھلی دو بے پڑھے امام نے تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی (۱)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 نماز فاسد نہیں ہو گی	امام زفر
۸۷- اگر امام قرأت نہ پڑھ سکے اور کسی اور کو آگے کر دے تو جائز ہے (۲)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 جائز نہیں ہے	امام محمد
〃 〃 جائز نہیں ہے	امام ابو یوسف
۸۸- ایک شخص تیمم سے نماز پڑھ رہا ہے تشہد میں تھوڑی دیر بیٹھ چکا ہے اب اس نے پانی دیکھ لیا تو نماز باطل ہو جائے گی (۳)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 نماز باطل نہیں ہو گی	امام محمد
〃 〃 نماز باطل نہیں ہو گی	امام ابو یوسف
۸۹- موزے پر مسح کئے ہوئے ہے تشہد میں بیٹھا ہے اور مدت گذر چکی تو نماز باطل ہے (۴)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 نماز باطل نہیں ہے	امام محمد
〃 〃 نماز باطل نہیں ہے	امام ابو یوسف

(۱) فان قرأ الامام فی الاولیین ثم قدم فی الاخریین امیاً فسدت صلواتهم وقال زفر لا تفسد (ج۱ صـ ۱۲۸)

(۲) وان حصر الامام عن القرأة فقدم غیره اجزاهم عند ابی حنیفة وقالا لایجزیهم (ج ۱ صـ ۱۳۰)

(۳) فان رای المتیمم الماء فی صلاته بطلت وقد مر من قبل فان رأه بعد ما قعد قدر التشهد بطلت الصلوٰة فی قول ابی حنیفة وقالا تمت صلوته (ایضا)

(۴) او کان ماسحا فانقضت مدة مسحه (ایضا)

۹۰-ایسی حالت میں جرابیں اتار ڈالیں تو نماز باطل ہے(۱)	ابو حنیفہ
〃 〃 نماز باطل نہیں ہے	امام محمد
〃 〃 〃 نماز باطل نہیں ہے	امام ابو یوسف
۹۱- ایسی حالت میں امی تھا اور کوئی سورت سیکھ گیا تو بھی نماز باطل ہے(۲)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 باطل نہیں ہے	امام محمد
〃 〃 باطل نہیں ہے	امام ابو یوسف
۹۲- اسی طرح اگر ننگا تھا اور کپڑا پالیا تو بھی نماز باطل ہے(۳)	امام ابو حنیفہ
〃 باطل نہیں ہے	امام محمد
〃 باطل نہیں ہے	امام ابو یوسف
۹۳- اسی طرح اگر اشارے سے پڑھتے ہوئے اب رکوع و سجود پر قادر ہوا تو بھی نماز باطل ہو جائے گی(۴) اگرچہ آخر تشہد میں ہو	امام ابو حنیفہ
〃 نماز باطل نہیں ہو گی	امام محمد
〃 نماز باطل نہیں ہو گی	امام ابو یوسف
۹۴- یا کوئی پہلے کی فوت شدہ نماز یاد آ گئی تو بھی باطل ہے (۵)	امام ابو حنیفہ
〃 〃 باطل نہیں ہے	امام محمد
〃 〃 باطل نہیں ہے	امام ابو یوسف
۹۵- قاری امام نے بے وضو ہو کر امی امام کو آگے بڑھا دیا تو بھی باطل ہے(۶)	امام ابو حنیفہ
باطل نہیں ہے	امام محمد
باطل نہیں ہے	امام ابو یوسف

۹۶- جمعہ پڑھتے ہوئے عصر کا وقت آ گیا تو بھی باطل ہے(۱) باطل نہیں ہے باطل نہیں ہے	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۹۷- پٹیوں پر مسح کیا تھا اب زخم اچھا ہو گیا پٹی پھٹ گئی اور یہ آخری التحیات میں ہے بقدر تشہد کے بیٹھ بھی چکا ہے تو بھی نماز باطل ہو جائے گی (۲) باطل نہیں ہو گی باطل نہیں ہو گی	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۹۸- عذر والے کا عذر ایسی حالت میں جاتا رہا۔ مثلاً استحاضہ وغیرہ تو بھی باطل ہے(۳) باطل نہیں ہے باطل نہیں ہے	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۹۹- امام اگر قرآن دیکھ کر نماز میں قرأت پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی(۴) فاسد نہیں ہو گی فاسد نہیں ہو گی	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف
۱۰۰- نماز میں آیتوں کا اور تسبیحوں کا اور سورتوں کا ہاتھ پر گننا مکروہ ہے(۵) مکروہ نہیں ہے مکروہ نہیں ہے	 امام ابو حنیفہ امام محمد امام ابو یوسف

یہ ایک سو مسائل ہو گئے، میں چاہتا ہوں کہ اب اس بحث کو بھی ختم کر دوں ورنہ اگر صرف ان شاگردوں استادوں کا خلاف جو صرف اسی کتاب ہدایہ میں ہے پورا نقل کیا جائے تو سیکڑوں صفحہ کی ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے، ایک ہی مذہب کے یہ چاروں پیشوا ہیں، ایک ہی محل کے یہ چاروں ستون ہیں، پھر آپس میں استادی شاگردی کا تعلق بھی ہے، مگر اختلاف اس قدر ہے کہ ایک فرض بتائے دوسرا مکروہ کہے۔ ایک حلال بتائے دوسرا حرام کہے، ایک پاک بتائے دوسرا ناپاک کہے، ایک جائز کہے دوسرا ناجائز کہے، غرض ایک اکھاڑہ ہے جہاں عجب عجب داؤں پیچ اور دلچسپ لڑائی ہو رہی ہے،

برادران! ایک گاڑی میں دو گھوڑے ہوں ایک مشرق کی جانب گھسیٹے دوسرا مغرب کی طرف، تو کیا گاڑی چل سکے گی؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس

صفحہ ۲۳۹ کا حاشیہ نمبر ا، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ / صفحہ نمبر ۲۴۰ کا حاشیہ نمبر ا، ۲، ۳،

او خلع خفيه بعمل يسير او كان امياً فتعلم سورة اوعريانا فوجد ثوبا اومؤميا فقد ر على الركوع والسجود اوتذكر فائتة عليه قبل هذه اواحدث الامام القارى فاستخلف اميا اودخل وقت العصر وهو فى الجمعة اوكان ماسحا على الجبيرة فسقطت عن برأ اوكان صاحب عذر فانقطع عذره كالمستحاضة ومن بمعناها بطلت الصلوٰة فى قول ابى حنيفة وقالا تمت صلاته (هدايه ج۱ صـ ۱۳۰)

(٤) واذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلوته عند ابى حنيفة وقالا هى تامة (هدايه ج۱ ۱۳۷)

(٥) ويكره عد الآى والتسبيحات باليد فى الصلوٰة وكذلك عد السور ...... وعن ابى يوسف ومحمد انه لابأس بذلك (هدايه ج۱ صـ ۱٤۷)

کے پرپرزے الگ ہو جائیں گے، اسی طرح ایک اقلیم کے کئی ایک
خودسر بادشاہ جو ایک کے حکم کو دوسرا، اور دوسرے کی خواہش کو تیسرا،
اور تیسرے کے فرمان کو چوتھا ٹالتا چلا جائے، ایک کے خلاف ایک ہو جائے
تو کیا یہ سلطنت برقرار رہ سکتی ہے؟

برادران! کیا آپ کو یہ منظر مکروہ نہیں معلوم ہوتا؟ کیا یہ سین
آپ کی نگاہوں میں بدزیب نہیں دکھائی دیتا؟ کیا یہ اختلاف، تضاد
اور تخالف آپ کو بھلا لگتا ہے؟ کیا تقلید شخصی اسی کو کہتے ہیں؟ کیا امام
صاحب کے خلاف ان کے شاگرد کریں تو وہ مقلد رہیں گے؟ پھر ان کے بعد
والے امام صاحب کا قول چھوڑ کر ان کے شاگردوں کا قول لے کر مقلد رہ
سکتے ہیں؟ کیا امام صاحب کے شاگردوں کو بحیثیت مقلد ہونے کے امام
صاحب کے خلاف کرنے کا حق حاصل تھا؟ اور اگر ناحق وہ ایک عہدہ پر بیٹھ
گئے تو بعد والوں کو اپنے امام کے خلاف ان کے احکام ماننے کا، یا ان میں ترجیح
قائم کرنے کا، یا دلائل ٹٹولنے کا، یا فیصلے کرنے کا باوجود تقلید شخصی امام معین
کے دعویدار ہونے کے کوئی حق حاصل تھا؟ چونکہ تردید تقلید اس وقت
میرا موضوع نہیں اس لئے میں اس مضمون پر مزید روشنی ڈالے بغیر اپنے
اصلی موضوع پر آتا ہوں۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ اختلاف، تضاد و تخالف
کی جیتی جاگتی تصویر، مذہبی دنگل کا عجیب نظارہ، علمی اکھاڑے کے شہ زور
پہلوان فقہیت کی اعلیٰ بانک بنوٹ اگر دیکھنی ہو تو کتاب ہدایہ کی سیر کرنی
چاہئے، میں نے صرف ایک سو کے قریب صفحات میں سے ایک سو
اختلافات تو نقل کر دیئے بہت سے چھوڑ بھی دیئے ہیں، بہت سے صفحے

اصل کتاب کے حواشی سے پر ہیں۔ اگر کل کتاب پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے اور پھر اس کا مرقع قائم کیا جائے۔ تصویر کھینچی جائے، فوٹو اتارا جائے تو سچ مچ کی جماعت میں صف ماتم بچھ جائے گی، بین و بکا کی صدائیں اٹھنے لگیں گی وہ افسوسناک منظر ہو گا کہ کوئی دیکھ بھی نہ سکے، ایک سو صفحات کا یہ حال ہے تو کل کتاب کے جو تیرہ سو صفحے کی ہے سب اختلافات نقل کئے جائیں تو عجب تماشے کی چیز بن جائے، اب میں اس بحث کو ختم کر کے ناظرین کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ کتاب ہدایہ میں خود امام ابو حنیفہ کے اقوال بھی ایک کے خلاف ایک، بہت سی جگہ منقول ہیں

ہدایہ میں ابو حنیفہؒ کے اقوال میں اختلاف

ہمارے بعض بھولے بھائیوں کو حدیث سے الگ کرنے کے لئے اکثر اوقات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حدیث پر تم عمل نہیں کر سکتے کیونکہ حدیثیں ایک ہی مسئلہ میں کئی طرح کی ہوتی ہیں کسی میں کچھ ہوتا ہے کسی میں کچھ ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مجتہدین کی تقلید کی جائے تاکہ وہ ان اختلاف والی حدیثوں میں سے نتھار کر، نچوڑ کر، عطر نکال کر، پھوک اور کھلی پھینک کر ہمیں دیدے۔ لیکن افسوس کہ فقہاء کے اقوال بھی ایک مسئلہ میں کئی کئی نظر آتے ہیں یہ تو ہے ہی کہ یہ مذہبی کتابیں اختلاف سے پر ہیں لیکن ایک کا قول دوسرے کے خلاف ہونا الگ چیز ہے اور ایک ہی شخص سے کئی ایک اقوال کا ہونا اور ان میں بھی ایک کا ایک سے خلاف ہونا یہ تو کھلی دلیل ان تمام اقوال کے باطل ہونے کی ہے، حدیث میں تو یہ بات نہیں، دو صحیح

حدیثیں دنیا کے پردے پر ایسی نہیں جن میں نہ رفع ہونے والا تضاد ہو، لیکن باوجود اس کے لوگوں کی نظروں میں اختلاف چھپا کر انہیں اتباع حدیث نبوی سے روکا جاتا ہے، لیکن اب میں آپ کو صرف ہدایہ کے بعض وہ مواقع بتلاتا ہوں جنہیں دیکھ کر آپ بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ فرمان خداوندی سچ اور بالکل سچ ہے کہ " لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيرا "(۱) یعنی یقیناً ایسا اختلاف دلیل ہے ان دلائل کے خدا کی طرف سے نہ ہونے کی۔ میں بطور مثال کے صرف چند مواقع ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں۔

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۲ باب الماء ...... (۲) میں لکھتے ہیں "عند ابی حنیفه هو طاهر " یعنی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی پاک ہے۔ اسی صفحہ میں لکھتے ہیں " وقال ابو حنيفة ...... هو نجس " یعنی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں وضو وغیرہ میں استعمال کیا ہوا پانی ناپاک، نجس ہے (یعنی پاک بھی ہے اور ناپاک بھی ہے)

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۲ باب الماء ......(۳) میں لکھتے ہیں "عن ابی حنیفة نجاسة غليظة " یعنی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اس پانی کی ناپاکی بھی غلیظ ہے یعنی پیشاب پاخانہ کی طرح نجس ہے، اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "هو قوله نجاسة خفيفة" یعنی امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں اس کی نجاست غلیظ نہیں ہے یعنی پیشاب پاخانہ جیسی نجاست نہیں ہے بلکہ اس سے بہت کم درجہ کی ہے (یعنی غلیظ نجاست ہے بھی اور غلیظ نجاست نہیں بھی ہے)

---

(۱) النساء ٤/ ٨٢

(۲) هدایه ج۱ صـ ۳۸ باب الماء الذی یجوز به الوضوء ومالایجوز به

(۳) ایضاً

ہدایہ مجتبائی جلد اول ص: ۲۴ باب الماء ...... (۱) میں لکھتے ہیں " عند ابی حنیفة کلاهما نجسان " یعنی اگر جنبی کنویں میں اترا تو اس کا غسل نہیں اترتا۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے۔ اسی صفحہ میں لکھتے ہیں " ان الرجل طاهر " یعنی جنبی پاک ہو جاتا ہے، جنبی کا غسل اتر جاتا ہے، امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی غسل نہیں بھی اترا اور اتر بھی گیا)

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ۲۴ باب المسح ...... (۲) میں لکھتے ہیں "لایجوز المسح علی الجوربین عند ابی حنیفة "یعنی جورب پر مسح جائز نہیں، امام ابو حنیفہ کا یہی فرمان ہے۔ اسی صفحہ میں لکھتے ہیں " وعنه انه رجع الیٰ قولهما " یعنی جورب پر مسح جائز ہے امام ابو حیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی مسح جائز نہیں بھی اور جائز ہے بھی)

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ۵۶ باب الانجاس (۳) میں لکھتے ہیں " فاذا جف علی الثوب اجزأ فیه الفرك " یعنی جب منی کپڑے پر سوکھ جائے تو کھرچنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے (امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے) اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "وعن ابی حنیفة انه لایطهر "یعنی جب منی کپڑے پر سوکھ جائے تو کھرچنے سے پاک نہ ہوگا۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی کھرچنے سے کپڑا پاک بھی ہو گیا اور پاک نہیں بھی ہوا)۔

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ۶۴ باب المواقیت (۴) میں لکھتے ہیں " وآخر وقتها عند ابی حنیفة اذا صار ظل کل شیء مثلیه "یعنی ظہر کا

---

(۱) هدایه ج۱ صـ ۴۰ باب الماء الذی یجوز به الوضوء
(۲) هدایه ج۱ صـ ۶۱ باب المسح علی الخفین
(۳) هدایه ج۱ صـ ۷۳ باب الانجاس وتطهیرها
(٤) هدایه ج۱ صـ ۸۱ باب المواقیت

وقت ہر چیز کا سایہ دو گنا ہو جانے تک ہے (امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے) اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "اذا صار الظل مثله وهو رواية عن ابي حنيفة " یعنی ظہر کا وقت ہر چیز کا ایک گنا سایہ ہو جانے تک ہے۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی ایک گنا سایہ ہونے پر وقت نکل گیا اور نہیں بھی نکلا)

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ٦٤ باب المواقیت (١) میں لکھتے ہیں " واول وقت العصر " یعنی دو گنا سایہ جب ہو جائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "واول وقت العصر ......) یعنی ایک گنا سایہ جب ہو جائے تب عصر کا وقت شروع ہوتا ہے امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی ایک گنا سایہ ہونے پر عصر کا وقت ہو گیا اور نہیں بھی ہوا)

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ٦٦ باب المواقیت(٢) میں لکھتے ہیں " ثم الشفق هو البياض الذى فى الافق بعد الحمرة عند ابى حنيفة " یعنی جب تک شفق غائب نہ ہو مغرب کی نماز کا وقت ہے اور شفق کہتے ہیں اس سفیدی کو جو آسمان کے کناروں پر سرخی کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی سرخی کے چلے جانے کے بعد بھی مغرب کی نماز کا وقت ہے، امام ابو حنیفہ یہی فرماتے ہیں۔ اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "هوالحمرة وهو رواية عن ابى حنيفة " یعنی شفق کہتے ہیں سرخی ہی کو، تو سرخی کے چلے جانے کے بعد مغرب کا وقت نہیں رہتا۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی سرخی کے چلے جانے کے بعد مغرب کا وقت ہے بھی اور نہیں بھی ہے)

---

(١) هدايه ج١ ص ٨١ باب المواقيت

(٢) هدايه ج١ ص ٨٢ باب المواقيت

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ۴۷ باب الاذان(۱) میں لکھتے ہیں "یکرہ ان یقیم علی غیر وضوء" بے وضو اقامت کہنا مکروہ ہے امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے۔ اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "ویروی انہ لاتکرہ الاقامۃ ایضاً" یعنی بے وضو اقامت کہنا مکروہ نہیں۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے (یعنی مکروہ ہے بھی اور مکروہ نہیں بھی ہے)

ہدایہ جلد اول مجتبائی ص: ۹۰ باب صفۃ الصلوٰۃ (۲) میں لکھتے ہیں "فان اقتصر علیٰ احد ھما جاز عند ابی حنیفۃ" یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمین پر ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو بھی جائز ہے، امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے اسی صفحہ میں لکھتے ہیں "لایجوز ......"(۳) یعنی اگر سجدے میں صرف ناک زمین پر ٹکائے پیشانی نہ لگائے تو جائز نہیں۔ امام ابو حنیفہ کا فرمان یہی ہے۔ (یعنی جائز بھی ہے اور ناجائز بھی ہے)

مجھے نمونۃً ناظرین کو بطور تنبیہ کے یہ چند مسائل سنانے تھے اس لئے اس تھوڑے سے نمونہ پر اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔ ذرا انصاف سے اس عنوان کے مسائل پر ایک مرتبہ اور نظر ڈال جائیے، کیا کیا گل کاریاں ہو رہی ہیں؟ ایک پانی کو پاک کہا جاتا ہے اسی کو ناپاک کہا جاتا ہے ایک جگہ اس کی ناپاکی کو خفیف بتلائی جاتی ہے ایک جگہ غلیظ کہی جاتی ہے اور سب کے قائل امام ابو حنیفہ، ایک شخص کو نہانے کی حاجت سے فارغ ہو گیا ہوا کہا جاتا ہے اور اسی کو غیر فارغ بھی سمجھا جاتا ہے۔ جورب پر مسح جائز بھی ہے اور جائز

---

(۱) ھدایہ ج۱ صـ ۹۰ – ۹۱ باب الاذان

(۲) ھدایہ ج۱ صـ ۱۰۸ باب صفۃ الصلوٰۃ

(۳) یہ عبارت اس طرح ہے "وقالا لایجوز الاقتصار علی الانف الامن عذر وھو روایۃ عنہ (ھدایہ ج۱ صـ ۱۰۸)

نہیں بھی ہے، سوکھی منی کھرچنے سے پاک ہو جاتی ہے اور پاک نہیں بھی ہوتی، اور سب کے قائل ابو حنیفہ، کیا لطف کی بات ہے کہ ڈیڑھ گنا سایہ ہونے پر ایک شخص کہے ظہر کا وقت ہے وہ بھی سچا، جو کہے نہیں ہے وہ بھی سچا، عصر کا وقت ایک گنے سایہ پر ہو گیا یہ بھی امام کا فرمان، اور نہیں ہوا یہ بھی امام صاحب کا فرمان۔ سرخی کے جاتے ہی وقت مغرب گیا، یہ بھی امام صاحب کا قول، وقت نہیں گیا، یہ بھی امام صاحب کا قول۔ بے وضو اقامت کہنی مکروہ بھی، امام صاحب کہتے ہیں مکروہ نہیں بھی، امام صاحب کہتے ہیں صرف ناک پر ہی سجدہ کر لینے سے نماز جائز بھی امام صاحب کے نزدیک، اور ناجائز بھی امام صاحب کے نزدیک۔

حنفیو! خدا کا واسطہ ذرا غور تو کرو آخر ایک روز احکم الحاکمین سے واسطہ پڑنا ہے خدا سے معاملہ ہونا ہے اپنے حساب کتاب کا خیال کرو اور ایک اس شخص کے اقوال کو جو غیر معصوم ہے، جو ٹھیک بھی کہتا ہے اور غلط بھی کہتا ہے اپنے ذمہ واجب التعمیل نہ سمجھو، ان کتابوں کو جو امتیوں کے رائے قیاس کا مجموعہ ہے جس میں ایک ہی کام کو جائز بھی لکھا ہے اور ناجائز بھی، شریعت کی کتابیں نہ جانو، میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اگر صرف اسی کتاب سے امام صاحب کے اقوال کا اختلاف پوری طرح نقل کیا جائے تو ایک عجیب چیز بن جائے، میں نے ان نوے صفحات میں سے بھی بہت سے مختلف اقوال بیان کرنے چھوڑ دیئے ہیں، ایک ایک مسئلہ میں امام صاحب سے چار چار اقوال منقول ہیں جو ایک دوسرے کے خلاف ہیں، بھلا یہ کوئی شریعت ہوئی غور تو کرلو، آخر خدا سے کام پڑنا ہے، رسول کی شفاعت کا آسرا ہے، حوض کوثر کی امید ہے۔

خاتمہ

میرا ارادہ اس کتاب کو اس قدر طول دینے کا نہ تھا لیکن خدا کی مرضی یونہی تھی اور یہ مضمون طول پکڑ گیا، میں مکرر اپنی پوزیشن کو صاف کر دوں کہ میرا ارادہ نہ تو کسی پر طعن و تشنیع کا ہے نہ اپنی علیت کے اظہار کا، نہ ان اسلاف کی آبروریزی کا، نہ انہیں برا بھلا کہنے کا، لیکن اسلام نے ایک محکمہ تحقیق و تنقید کا بھی قائم کیا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر یہ محکمہ نہ ہوتا یا اس محکمہ کے کارندے دنیا کے لوگوں سے خوفزدہ ہو کر یا بڑوں کی بڑائی سے مرعوب ہو کر تنقید و تحقیق کے کام میں سستی و مداہنت کرتے تو جس طرح آج دوسرے ادیان باطل کے ساتھ مخلوط ہوتے ہوتے بالکل مسخ ہو گئے یہی حالت (خاکم بدہن) اسلام کی بھی ہو جاتی اس لئے فرمان خداوندی "فتبینوا" کے ماتحت نقاد کی ایک جماعت برابر ہمیشہ ہر زمانہ میں رہی اور بلا خوف لومۃ لائم وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف رہے راویان حدیث پر ان کی جرحیں ہوئیں ائمہ کرام پر، محدثین عظام پر ان کی حق گوئی نے ریمارک کئے، بڑے بڑوں کی اغلاط پر ان کی صاف گوئی نے تنبیہ کی، یہاں تک کہ جرح اور تعدیل کا ایک مکمل باقاعدہ فن بن گیا اور اس وجہ سے قرآن اپنی اصلی صورت میں، حدیث اپنے اصلی رنگ میں، اقوال سلف اپنی جگہ میں، احکام شرع اپنے مقام پر جوں کے توں کمی زیادتی سے مبرا اور کذب و دروغ سے منزہ باقی رہ سکے اور دیگر ادیان کی طرح یہ خدائی دین باطل میں خلط ملط ہو کر چھپ نہ سکا۔

ہمارے اس زمانے میں جبکہ علم کا چرچا کم ہو گیا، فنون دین پس پشت ڈال دیئے گئے، ہمتیں پست ہو گئیں ارادے ضعیف ہو گئے، کوششیں کم

ہو گئیں تو ہم منجملہ اور فنون دین کے خصوصیت کے ساتھ اس تنقیدی محکمہ سے بالکل غافل ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ آج اگر کوئی شخص اس نفیس فن کو چھیڑے بھی تو اسے بغض وعداوت سب وشتم توہین وحقارت پر محمول کیا جانے لگا، خود مجھے بھی اس کا احساس ہے کہ لوگ میری نسبت بھی ممکن ہے ایسے ہی خیالات کریں لیکن ان کے یہ خیالات مجھے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ ان شاء اللہ تعالی

مجھے اپنے خدائے عزوجل سے کامل امید ہے کہ وہ میری نیت کے مطابق مجھے میری اس محنت کا پورا صلہ دے گا میرا ارادہ صرف یہی تھا اور یہی ہے کہ جو لوگ ان فقہ کی کتابوں کو مدار دین بنائے بیٹھے ہیں انہیں جتا دوں کہ ان میں کیا کیا نقص ہیں، میں چاہتا ہوں کہ قرآن وحدیث کی جگہ جو امتیوں کے رائے قیاس کے مجموعے نے لے رکھی ہے یہ خالی کرالی جائے، مجھے یہ مسلم ہے کہ ہدایہ والے مجھ سے اچھے اور بہت اچھے، مجھ سے زیادہ عالم اور بہت زیادہ عالم، لیکن ساتھ ہی میرا ایمان ہے کہ وہ غلطی سے معصوم نہیں، خطا سے پاک نہیں، بھول چوک سے محفوظ نہیں، ان کی کتاب خدا کی کتاب کا مرتبہ نہیں پاسکتی، ان کی باتیں حدیث رسول اللہ ﷺ کا درجہ نہیں پاسکتیں، ان کی باریک بینیاں نکتہ رسیاں، دور نظریاں غوامض فقہیہ، مضامین علمیہ وحی الٰہی کا ہم پلہ نہیں ہوسکتے، بحیثیت انسان ہونے کے، بہ حیثیت امتی ہونے اور نبی نہ ہونے کے ان سے لغزشیں ہوئیں غلطیاں ہوئیں بھول چوک ہوئی، الٹ پلٹ ہوا، میں نے صرف ان اغلاط کو ناظرین کے سامنے اپنی مہینوں کی محنت اور کاوش اور عرق ریزی کے بعد جمع کر کے رکھ دیا ہے تاکہ وہ جو یکطرفہ فیصلہ اپنے دماغوں میں کتاب ہدایہ کی نسبت اور دوسری فقہ حنفی کی کتابوں کی نسبت کر کے بآرام فارغ ہو کر تکیہ لگا کر بیٹھ

گئے ہیں، اس پر دوبارہ غور کریں میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ممکن ہے میری تنقید بھی تنقیدی نگاہ کی محتاج ہو ﴿وما ابرئ نفسی﴾ ﴿وما اوتیتم من العلم الا قلیلا﴾ ﴿وفوق کل ذی علم علیم﴾ میں نے حسب استطاعت بہت غور وخوض پوری تحقیق اور نہایت تدبر کے بعد ہر مضمون کو سپرد قلم کیا ہے اور بطور نمونہ ہر عنوان کے چند اختصارات درج کئے ہیں حالانکہ اسی طرز کے اور اس کے سوا کے اور بھی بہت سے عنوان ابھی قائم ہو سکتے ہیں۔ بلکہ صرف ان مندرجہ بالا عنوانوں کو بھی کامل کیا جائے تو اس سے دس گنی بلکہ پچاس گنی بڑی کتاب بن سکتی ہے، اب آخری التماس یہ ہے کہ میرے مسلمان بھائی ان کتابوں پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں اور صرف قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ کو قابل عمل جانیں۔

دعا: آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں نیک سمجھ عطا فرمائے اور اپنے نبی کی عزت ومحبت ہمارے دلوں میں دنیا کے کل لوگوں کی عزت ومحبت سے زیادہ بٹھادے، ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے ہر چھوٹے بڑے چھپے کھلے کام میں ارشاد خداوندی اور فرمان پیغمبری ٹٹولیں، پھر اس پر بلاقید ے عامل بن جائیں۔ دین کے ٹکڑے یا صرف چار ٹکڑے کرنے سے ہم بچیں ہر کلام خداوندی کو، ہر سنت نبوی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور خدا کے پورے دین کے عامل بن کر رسول اللہ ﷺ کی تمام سنتوں کے عاشق بن کر دنیا کی چندروزہ زندگی کو گذار دیں اور سرخروئی سے آخرت کی بے انتہا نعمتوں کو حاصل کرنے اس ابدی زندگی کو خوشی خرمی اور رضائے رب اور خوشنودئ خدا کے ماتحت جنت الفردوس میں امن چین سے، راحت وآرام سے حاصل کرنے کے بفضل خداوند قدوس حقدار بن جائیں۔

خداوند! میری اس محنت کو ٹھکانے لگا! میری اس عبادت کو قبول فرما! مجھے دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرما! اور دنیا کے تمام مسلمانوں کو سچے مسلمان بنا! ہم سب کو صراط مستقیم پر چلا! ہم پر مہر و کرم کی نظر رکھ! آفات و بلیات سے بچا! ہمارا انجام اچھا کر! ہم سے تو خوش ہو جا! اے پروردگار! تو اپنے تمام مقرب بندوں اور ہمارے بزرگ سلف صالحین، محدثین، مجتہدین، امامان دین، اور اپنے تمام نبیوں پر رحمتیں اور سلامتیاں نازل فرما! بالخصوص تو اپنا خاص درود و سلام اپنے خاص الخاص رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واھل بیتہ وسلم پر نازل فرما! ہمیں آپ کے سچے امتیوں میں گن! اور آپ کے جھنڈے تلے ہمیں جمع کر!

آمین یا الہ الحق آمین!

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الراقم: محمد بن ابراھیم عفا عنہ اللہ العفو الرحیم (میمن)

متوطن شہر جوناگڈھ ملک کاٹھیاواڑہ

مدرس مدرسہ محمدیہ واڈیٹر اخبار محمدی اجمیری دروازہ شہر دہلی

۲۹/رجب المرجب ۱۳۲۵ھ

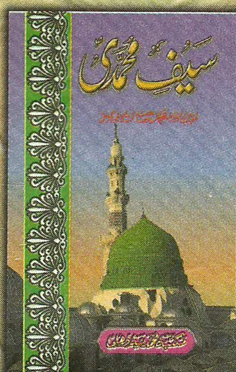
تاریخ تکمیل کتابت ۳۱/اگست ۲۰۰۰ء بروز جمعرات

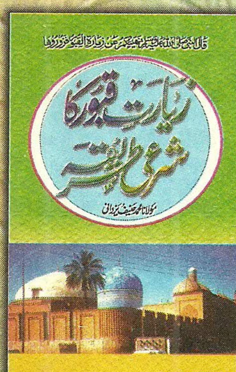
اسلامی کتب

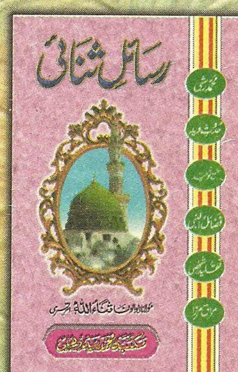
وہ ایک سجدہ	تالیف شیخ السلام امام ابن تیمیہؒ مترجم فاروق خان ایم۔اے	15/-
ائمہ سلف اور اتباع سنت	تالیف شیخ السلام تمیہ ترجمہ تفہیم پروفیسر احمد حریری	25/-
بدعات کی تردید میں آٹھ مفید رسالے	علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ	20/-
ہادی السبل المعروف رہبر کامل	مولانا عبدالمجید سوہدروی	45/-
برِصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے؟	ڈاکٹر ابونعیم (لندن)	
صحیح اسلامی عقائد	ابوالمکرم عبدالجلیل	20/-
مسئلہ تقلید کی حقیقت	مولانا مسعودؒ صاحب (بی۔ایس۔سی)	
ایک ہاتھ سے مصافحہ	علامہ محمد عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ	15/-
وہابیت کوئی نیا مذہب نہیں	محمد صفدر حسین	07/-
ماثورہ دعائیں	ابوسالم اسمٰعیل انصاری	12/-
خطباتِ ظہیر		
فرقہ ناجیہ	مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	
برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش	محمد اسحاق بھٹی	60/-
رسائل ثنائی	مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ	50/-

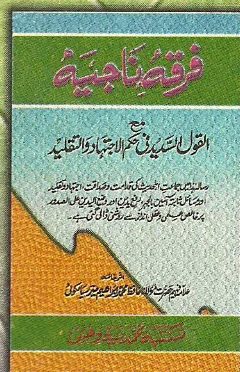
اسلامی کتب

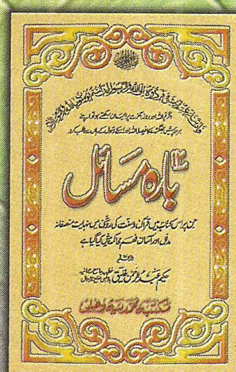
نام کتاب	مصنف	قیمت
شمع محمدی	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	70/-
درایت محمدی	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	80/-
سیف محمدی	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	70/-
امام محمدی	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	35/-
صلواۃ محمدی	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	10/-
مسئلہ محمدی	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	10/-
اہلحدیث اور احناف کے درمیان اختلاف کیوں؟	مولانا محمد صاحب جونا گڑھیؒ	15/-
تقاریر	شیخ عبداللطیف اثری	75/-
دین الحق فی تنقید جاء الحق	محمد داؤد ارشد	140/-
۱۲ مسائل	حکیم الرحمٰن خلیق	75/-
تنقید سدید	محمد بدیع الدین شاہ ارشدی	100/-
اسباب شرک (بالصلوۃ والسلام)	فضل الرحمٰن کلیم کاشمیری	40/-
تمہید و تحقیق مسئلہ اعلان	مولانا فردوس صاحب	50/-
زیارت قبور کا شرعی طریقہ	مولانا حنیف یزدانیؒ	50/-
برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش	محمد اسحاق بھٹی	60/-

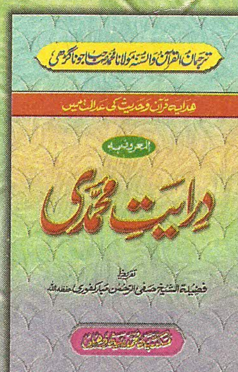












مکتبہ محمدیہ دہلی